مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ کا اسلوب دعوت اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

مقالہ برائے **ایم فل علوم اسلامیہ**

مقالہ نگار

محمد بنارس

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

مئی، 2022

مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ کا اسلوب دعوت اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

مقالہ نگار

محمد بنارس

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

ایم فل، علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

©(محمد بنارس)2022ء

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ کا اسلوب دعوت اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

Preaching Methodology of the Rasool Akram (P B U H) in the Era of Madina and its contemporary meaningfulness.

Madni dowr man rasool akram (saw) ka asloob dawt awr asr hazar min is ki manwiat

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد بنارس

رجسٹریشن نمبر: 1694- /M.Phill/IS/S19

ڈاکٹر محمد ریاض محمود ____________________
(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان ____________________
(صدر، شعبہ علوم اسلامیہ) دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان ____________________
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

بریگیڈیر سید نادر علی ____________________
(ڈائریکٹر جنرل نمل) دستخط ڈائریکٹر جنرل

تاریخ: ____________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں محمد بنارس ولد محمد یونس

رول نمبر: MP-S19-509 رجسٹریشن نمبر : 1694-:MPhil/IS/S19

طالب علم، ایم فل علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان : **مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ کا اسلوب دعوت اور عصر حاضر میں اس کی معنویت**

Preaching Methodology of the Rasool Akram (P B U H) in the Era of Madina and its contemporary meaningfulness.

Madni dowr man Rasool Akram (saw) ka asloob dawt awr asr hazar min is ki manwiat

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلے میں پیش کیا گیا ہے اور ڈاکٹر محمد ریاض محمود کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو جانتا ہوں کہ ایچ ای سی(HEC) اور نمل (NUML) علمی سرقہ (Plagiarism) کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی بھی حصہ سرقہ شدہ نہیں ہے۔ میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم/ واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: محمد بنارس

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(Abstract)ملخص مقالہ

Preaching Methodology of the Rasool Akram (P B U H) in the Era of contemporary Madina and its meaningfulness.

The holy prophet Muhammad (PBUH) life is a role model for human beings.Islam allows to spread its message to human beings and this process is continued till today . . Hazrat Muhammad (PBUH)is the last prophet of Allah.There are numerous events that exemplify the prophet,s character .He preached the people in makkah and Madina .The prophet (PBUH) spread teachings of Islam through dialogue and tolerance .He treated the people with love.The events played a defining role in which , one of the most important is dawat methodology in Madni era . Because of the noble character of the holy prophet Islam spread in the world . In modern times ,in order to convey the universal message of Islam, there are many challenges and problems .It is necessary for the da,wah of Islam to understand the prophetic methodology of da,wah in Madni era .The holy quran has explained the prophetic methodology of preaching .Dawah to Allah is the sunnah of the prophet (saw) and today this responsibility is to be fulfilled by the Muslim ummah . The present research focuses on Madni methodology of dawah because the desired result can not be attened by neglecting the methodology of dawat . There is a need to revise the dawat methodology and preachings .

فہرستِ مضامین بالترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
.1	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	.I
.2	حلف نامہ(Declaration)	.II
.3	ملخص(Abstract)	.III
.4	فہرست عنوانات(Table of Contents)	.IV
.5	اظہار تشکر(ACKNOWLEDGEMENT)	IV .VI
.6	انتساب (Dedication)	.VII
.7	مقدمہ	1
.8	**باب اول : مدنی عہد میں حضور ﷺ کی دعوت اسلام اور اس کی اہمیت**	12
.9	فصل اول: رسول اللہ ﷺ کا مدنی عہد اور اس کا پس منظر	13
.10	فصل دوم: مدنی عہد میں دعوت اسلام کی اہمیت	28
.11	**باب دوم: مدنی عہد میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے اسالیب**	39
.12	فصل اول: عوام الناس کو دعوت	40
.13	فصل دوم: سرداران قبائل کو دعوت	55
.14	فصل سوم: امراء کو دعوت	67
.15	**باب سوم: رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسالیب کے اثرات**	79
.16	فصل اول: ریاست مدینہ میں اثرات	80
.17	فصل دوم: ریاست مدینہ سے باہر اثرات	93
.18	**باب چہارم: عصر حاضر میں رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسالیب کی معنویت**	112
.19	فصل اول: انفرادی اصلاح	113
.20	فصل دوم: اجتماعیت کی تشکیل	128

21.	فصل سوم: غیر مسلموں کو دعوت کے جدید اسالیب	142
22.	مقالے کا مکمل خلاصہ	150
23.	نتائج	151
24.	سفارشات	153
25.	فہرست قرآنی آیات	155
26.	فہرست احادیث مبارکہ	158
27.	فہرست اماکن	160
28.	فہرست مصادر و مراجع	161

اظہار تشکر (ACKNOWLEDGEMENTS)

الحمد للہ و الصلوۃ علی نبیہ و علی الہ و اصحابہ اجمعین اما بعد !

تمام قسم کی تعریفات اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ مکرم و معظم اور باسعادت ہستی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا اور آپ ﷺ کی زندگی تمام انسانوں کے لیے ایک کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ پر درود و سلام ہو جو دونوں جہانوں کے لیے رحمت العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس عظیم کام **"مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ کا اسلوب دعوت اور عصر حاضر میں اس کی معنویت"** کو مرتب کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ میں تمام احباب اور دوستوں کے لیے دعا گو ہوں جن کی محبت، خصوصی دعائیں، قیمتی مشورے اور عملی تعاون شامل حال رہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں اس کا بہترین بدلہ اور خیر کثیر عطا فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی احسان عظیم رہا کہ اس مقالے کے ابتدائی مرحلے سے لے کر آخری مرحلے تک ڈاکٹر محمد ریاض محمود شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کی خصوصی محبت و شفقت مجھے حاصل رہی۔ انہوں نے نہایت دیانت داری کے ساتھ ضروری علمی اور فنی مہارت سے میری رہنمائی فرمائی۔ لہذا میں ان کا تہہ دل سے ممنون و شکر گزار ہوں۔ میں ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں انہیں اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے اساتذہ کرام کا خاص طور پر مشکور ہوں کہ جن کی بدولت مجھے ایم فل کا تحقیقی کام کرنے کا موقع ملا اور مجھے اپنی علمی تشنگی دور کرنے میں مدد ملی۔

شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام خصوصیت کے ساتھ جذبات تشکر کے مستحق ہیں جن میں سر فہرست ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز محترم پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان کا میں دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں، نیز شعبہ علوم اسلامیہ کے تمام اساتذہ کرام، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے لائبریری کے عملے، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ندوہ لائبریری کے سربراہ مفتی سعید خان اور دیگر عملہ، دوستوں کا احسان مند ہوں جنہوں نے اس کاوش کے دوران مجھے لائبریری سے بھرپور استفادہ کا موقع دیا اور کسی نہ کسی انداز سے میری مدد کی۔ میں خاص طور پر اپنے والدین کا مشکور ہوں جن کی دعاؤں اور مفید مشوروں نے دوران مقالہ مجھے حوصلہ دیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین !

محمد بنارس

ایم فل علوم اسلامیہ

انتساب(DEDICAION)

میں اپنی تحقیقی و علمی کاوش اپنے واجب الاحترام والدین اور اساتذہ کرام کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی دعائیں اور تربیت میری زندگی کا سرمایہ ہے اور ان کی مدد سے میں نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف موضوع (Introduction to the Topic)

اس مقالہ میں حضور ﷺ کے مدنی عہد میں دعوت دینے کے اسالیب کو بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر داعی ان سے آگاہی حاصل کر کے دعوت کا کام عمدہ انداز سے سرانجام دے۔ جس طرح دین کے دوسرے امور کا جاننا ضروری ہے اسی طرح اسالیب دعوت کا جاننا بھی ضروری ہے۔ سنت نبوی ﷺ سے اسالیب دعوت کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے پیش آمدہ حالات و واقعات میں کیا طرز عمل اختیار فرمایا۔ حضور ﷺ کو ایسے حالات سے گزارنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ داعی ان حالات واقعات سے رہنمائی حاصل کرے اور گہرا فہم حاصل کر کے درست مؤقف اختیار کرے .اس وسیع دعوتی نظام میں مدنی دور کی دعوت کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مدنی دور کے مطالعہ سے سیرت نبوی کے کئی پہلو اجاگر ہوتے ہیں وہاں عرب کے جغرافیائی حالات،ان کے معتقدات، میلانات اور رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔ کفار مکہ نے مسلمانوں پر جب عرصہ حیات تنگ کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تاکہ اسلام کی دعوت کو مدینہ والوں پر پیش کیا جائے۔ مقصد پیش نظر تھا کہ ان کی حمایت کی صورت میں دعوت کے مشن کو آگے بڑھانے میں تیزی آئے گی اور مخالفت میں کمی واقع ہو گی۔ مدینہ کی طرف سفر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے نہایت احتیاط کا مظاہرہ فرمایا اور رات کے اندھیرے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر نکلے-۔ مدینہ کے قبائل کے ساتھ قریش مکہ کے تعلقات تھے اور قریش مکہ مدینہ کے قریب سے گزر کر شام تجارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے مدینہ کو اہم مقام حاصل تھا ۔ اگر اہل مدینہ ایمان لے آتے ہیں تو اس کا مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ ہوتا، ہجرت مدینہ سے وہ تمام دعوتی مقاصد حاصل ہو گئے جن کی توقع کی جا سکتی تھی۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے حضور ﷺ کی سیرت سے متعلق مواد مختلف کتابوں میں جمع کیا ہے اور مؤرخین نے مختلف انداز سے ان واقعات کو بیان کیا ہے۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے الگ سے دعوت دینے کے لیے اسالیب کو بیان نہیں کیا ہے ۔ عصر حاضر میں دعوت دینے کے لیے حضور ﷺ کے اسالیب دعوت کو جاننا ضروری ہے زیر نظر مقالہ اسی حوالے

سے علمی و تحقیقی کوشش ہے کہ حضور ﷺ کے مدنی عہد میں دعوت کے اسالیب کا تجزیہ کیا جائے اور ان کی دور حاضر میں معنویت کو تلاش کیا جائے۔

موضوع تحقیق سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ :(Literature Review)

حضور ﷺ کی دعوت کے بارے میں کئی کتب، مقالات اور مضامین لکھے گئے ہیں۔ موضوع ہذا سے متعلق براہ راست کوئی تحقیقی کام تاحال منظر عام پر نہیں آیا۔ البتہ اس کے ضمنی مباحث سے متعلق جو علمی اور تحقیقی کام کیا گیا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تحقیقی مقالات

تحقیقی مقالات (ایم فل) :

I. ۔ مکی عہد نبوت میں دعوت و تربیت کا نظام دار ارقم کے حوالے سے،

مقالہ نگار: حافظ عبدالرحمان، ایم فل علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، سال 2005

اس مقالہ میں انہوں نے دار ارقم کا جغرافیائی محل وقوع اور دار ارقم کی دعوتی سرگرمیاں بیان کی ہیں۔ نیز مکی زندگی میں دعوت کے فروغ میں دار ارقم کے کردار اور عرب سماج پر اس کے اثرات کو بیان کیا ہے جبکہ مدنی دور کے اسالیب دعوت کے بارے میں نہیں لکھا ہے اس لیے مدنی دور میں حضور ﷺ کے اسالیب دعوت کو بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

II. ۔ اولوالعزم انبیاء کے اسالیب دعوت منتخب تفاسیر کی روشنی میں (تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ نگار: کوثر شجاعت، ایم فل علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، سال 2018

اس مقالہ میں مختلف انبیاء کے اسالیب دعوت کو بیان کیا گیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اور حضور ﷺ کے اسالیب دعوت تدبر القرآن اور تفہیم القرآن کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔

تحقیق کا کام: اس مقالہ میں مختلف انبیاء کرام کے ساتھ حضور ﷺ کے اسالیب دعوت کو مختصراً بیان کیا ہے اس لیے حضور ﷺ کے مدنی دور کے اسالیب کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

III. دعوت و تبلیغ اور ذرائع ابلاغ کا کردار

مقالہ نگار: عابدہ اقبال، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اس مقالہ میں انہوں نے دعوت کے میدان میں ذرائع ابلاغ کے کردار کو واضح کیا ہے کہ ذرائع ابلاغ کی بدولت دعوت کے میدان میں تیزی کے ساتھ کام ہو سکتا ہے۔

تحقیق کا کام: عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کی بہت اہمیت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے اسالیب دعوت کو بھی اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ دعوت کا کام صحیح طریقے سے انجام دیا جاسکے۔

تحقیقی مقالات (ایم اے)

I. انبیاء کرام کے دعوتی طریقہ کار کا تحقیقی جائزہ ، سعدیہ ملک نے کے عنوان سے ایم اے علوم اسلامیہ میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد سے سال 2007 میں مقالہ لکھا۔ اس مقالہ میں مقالہ نگار نے مختلف انبیاء کرام کے طریق دعوت کو بیان کیا ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسالیب دعوت پر روشنی ڈالی ہے پھر حضور ﷺ کے حالات زندگی کو بیان کیا ہے اور نہایت اختصار کے ساتھ دعوت کے اسالیب کو بیان کیا ہے۔ اس مقالہ میں بھی جو معلومات دی گئی ہیں وہ انتہائی مختصر ہیں۔ اس لیے دعوت کے مدنی اسالیب پر مزید کام کی ضرورت ہے۔

II. **اخلاق کی اہمیت دعوت اور اسلام میں**، مقالہ نگار: مہوش نورین، ایم اے علوم اسلامیہ، سال 2018، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

تحقیق کا مزید کام: اس مقالہ میں حضور ﷺ کے اخلاق پر روشنی ڈالی گئی ہے جبکہ آپ ﷺ نے مختلف اسالیب سے دعوت دی اس لیے ان اسالیب کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

اردو آرٹیکلز

I. احابیش قبائل – کفار مکہ کے حلیف، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، القلم، شمارہ6، جلد6، 2002ء

اس مقالہ میں احابیش قبائل کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ عرب قبائل تھے جو مکہ کے قریب رہتے تھے اور ان کا قریش سے اتحاد تھا۔ انہوں نے معاہدہ کیا تھا کہ ہم اکٹھے لڑیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

تحقیق کا مزید کام: اس مقالہ میں احابیش کے بارے میں تفصیل ملتی ہے لیکن ان کو حضور ﷺ نے کس طرح دعوت دی اس پر تحقیق نہیں ہوئی۔

II. القریتین کے دو اہم قبائل قریش و بنو ثقیف ارشادات نبویہ کی رو سے، ناہید کوثر، الاضواء، شمارہ ۳۰ ، جلد ۴۳، ۲۰۱۵

اس مقالہ میں قبیلہ قریش اور قبیلہ بنو ثقیف کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے دیگر قبائل کے ساتھ قبیلہ قریش کی تعریف فرمائی تھی کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے مدد گار ہیں نیز قبیلہ ثقیف کے بارے میں حضور ﷺ کی دعا کا ذکر ہے۔ جبکہ انہوں نے حضور ﷺ کی مخالفت کی تھی اور آپ ﷺ کے پیچھے نوجوانوں کو لگا دیا تھا جنہوں نے آپ ﷺ کو زخمی کر دیا تھا۔

تحقیق کا مزید کام: اس مقالہ میں قبائل قریش اور بنو ثقیف کے بارے میں تفصیل ملتی ہے لیکن ان کو حضور ﷺ نے کس طرح دعوت دی اس پر تحقیق نہیں ہوئی۔

عربی کتب:

I. **الدعوة الی الله و اخلاق الدعاة**

عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (المتوفی:1420ھ)

(سعودی عرب: ادارہ البحوث العلمیہ الافتاء ریاض، طبع اول، 1423ھ)

اس کتاب میں فاضل مصنف نے دعوت کی اہمیت اور اہم اسالیب دعوت کو بیان کیا ہے۔اس کتاب کی کل چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں دعوت کی ضرورت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔دوسری فصل میں دعوت کے اسالیب پر روشنی ڈالی ہے اور اس میں ایک اہم نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ دعوت حکمت کے ساتھ دی جائے۔ پھر نرمی سے دعوت دینا وغیرہ بیان کیا ہے۔ تیسری فصل میں بیان کیا ہے کہ کس بات کی طرف دعوت دی جارہی ہو؟اس کے لیے ضروری ہے کہ جو دعوت دی جارہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت ہو اور چوتھی فصل میں داعی کے کچھ اوصاف بیان کیے ہیں جیسے اخلاص سے دعوت دینا اور جس بات کی طرف دعوت دے اس پر خود بھی عمل کرتا ہو۔

مزید کام: یہ کتاب دعوت کے لحاظ سے بہت مفید ہے لیکن اس میں بہت کم مواد ہے اور کئی پہلوؤں کو بیان نہیں کیا گیا۔اسی تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے اس مقالہ میں مدنی دور میں حضور ﷺ کے اسالیب دعوت کو بیان کیا گیا ہے۔

II. **اصول دعوت:** ڈاکٹر عبدالکریم زیدان

سابق صدر شعبہ اسلامیات بغداد یونیورسٹی

اس کتاب کے باب چہارم فصل دوم میں رسول اکرم ﷺ کے چند اسالیب دعوت کو بیان کیا گیا ہے۔

تحقیق کا کام: اس میں بیان کردہ اسالیب بہت مختصر ہیں اس لیے اس پر مزید کام کی ضرورت ہے۔

III. فقہ السیرہ : محمد الغزالی

(دمشق: دارالقلم طبع اول 1427ھ)

اس کتاب میں حضور ﷺ کے مکی دور میں دعوت کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز مدنی دور میں حضور ﷺ کے مختلف غزوات کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز حضور ﷺ کے مختلف حکمرانوں کو لکھے گئے خطوط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تحقیق کا کام: اس کتاب میں مدنی دور کے مختلف واقعات کا ذکر ہے جبکہ مدنی دور کے اسالیب دعوت کو بیان نہیں کیا گیا ہے لہذا اس پر کام کی ضرورت ہے۔

IV. الدعوۃ الی الاسلام :احمد محمود

(دارالامۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، طبع اول 1415ھ)

اس کتاب میں حضور ﷺ کی دعوت کے کچھ اسالیب کو بیان کیا گیا ہے جیسے تالیف قلوب، اچھے اخلاق سے دعوت دینا اور تدریج وغیرہ

تحقیق کا کام: اس کتاب میں چند اسالیب دعوت کو بیان کیا گیا ہے جبکہ اس پر مزید کام کی ضرورت ہے۔

اردو کتب:

I. پیغمبرانہ منہج دعوت: ڈاکٹر خالد علوی

اس کتاب میں ڈاکٹر خالد علوی نے مختلف انبیاء کرام کے اسالیب دعوت کو بیان کیا ہے جن میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسالیب دعوت کو بیان کیا۔

II. **سیرت سرور عالم، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ**: اس کتاب میں سید صاحب نے رسولوں پر ایمان لانے کی ضرورت اور اہمیت، رسول بھیجنے کی غرض وغایت، تورات اور انجیل میں حضور ﷺ کے متعلق بشارت کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے باب ششم رسول کے چار شعبہ ہائے کا ذکر کیا ہے۔ جس میں رسول بہ حیثت شارع کتاب، رسول بہ حیثت پیشوا، رسول بہ حیثیت قاضی اور رسول بہ حیثیت حاکم وفرماں روا پر بحث کی ہے لیکن حضور ﷺ کے مدنی دور میں اسالیب دعوت پر بحث نہیں کی ہے۔

III. **الرحیق المختوم، صفی الرحمن مبارک پوریؒ**: اس کتاب میں انہوں نے مدنی زندگی میں مدینے کے حالات، مسجد نبوی کی تعمیر اور مواخات پر بحث کی ہے۔ نو ہجری میں حضور ﷺ کے پاس آنے والے وفود کا مختصر ذکر کیا ہے لیکن اس کتاب میں بھی مدنی دور میں حضور ﷺ کے اسالیب دعوت پر بحث نہیں کی۔

IV. وفود عرب بارگاہ نبوی ﷺ میں، طالب ہاشمی

اس کتاب میں جن عرب قبائل کے وفود حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے ان کا مختصر تعارف ہے کہ یہ قبائل کہاں کہاں آباد تھے؟ ایسے وفود کا بھی ذکر ہے جو عرب سے نہ تھے۔ وفود کا سلسلہ پانچ ہجری سے شروع ہوا اور وصال سے چند ماہ قبل تک جاری رہا۔ اہل سیر نے ان کی تعداد ایک سو چار تک لکھی ہے۔

تحقیق کا مزید کام: اس کتاب میں وفود کو دعوت کے اسلوب پر بحث نہیں کی گئی البتہ آنے والے وفود کا تذکرہ ہے۔

V. **دعوت دین اور اس کا طریقہ کار امین احسن اصلاحی** : اس کتاب میں تبلیغ کے بارے میں اصلاحی پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے اور عام تبلیغ میں ہونے والی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر تبلیغ اکثر ان لوگوں کو کی جاتی ہے جو کمزور طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو معاشرے میں مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے انبیاء کرام کے طریقہ دعوت کو بھی بیان کیا ہے اور مختصر طور پر چند دعوت کے اسالیب کو بیان کیا ہے جیسے تدریج وغیرہ

تحقیق کا کام: اس کتاب میں بھی مدنی دور کے اسالیب دعوت کو بیان نہیں کیا گیا ہے جس پر کام کی ضرورت ہے۔

VI. **زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ابن قیمؒ**: اس کتاب میں حضور ﷺ کی دعوت کے بعض اسالیب کو بیان کیا گیا ہے جیسے حضور ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو جاتا، آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ خطبہ میں یہ کیفیت طاری ہو جاتی جیسے کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں۔ گفتگو میں آپ ﷺ نہایت شیریں بیاں تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا کلام دلوں میں کھب جاتا اور روح کو گرما دیتا۔ الفاظ واضح اور جدا جدا ہوتے تھے۔

تحقیق کا کام: اس کتاب میں کئی مقامات پر واقعات تو نقل کیا گئے ہیں لیکن ان سے حضور ﷺ کے اسلوب دعوت پر استدلال نہیں کیا گیا جیسے ثمامہ بن اثال کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس پر مزید کام کی ضرورت ہے۔

جواز تحقیق: اس موضوع کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آج دین سے دوری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ داعی حضرات دعوت کے میدان میں مصروف عمل ہیں لیکن اس کے باوجود اس کے خاطر خواہ نتائج نہیں حاصل ہو رہے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ داعی حضرات حضور ﷺ کے اسالیب دعوت سے آگاہی حاصل کریں تاکہ دعوت کا کام اچھے انداز سے سر انجام دے سکیں۔ آج مسلمان غیر مسلم اقوام کے مرہون منت ہیں۔ اس سب کی وجہ یہ ہے کہ دعوت ان اسالیب کے مطابق نہیں دی جا رہی جو حضور ﷺ نے دعوت دینے میں اختیار کیے تھے۔ سنت نبوی ﷺ سے ان اسالیب دعوت کے بارے میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے پیش آمدہ حالات وواقعات میں کیا طرز عمل اختیار کیا فرمایا تھا۔ اس لیے داعی حضرات ان حالات وواقعات سے رہنمائی اور گہرا فہم حاصل کر کے درست مؤقف اختیار کر سکتا ہے اس لیے حضور ﷺ کے مدنی عہد میں اسالیب دعوت کو معلوم کر کے عصر حاضر میں اس کا اطلاق کرنا ہے۔

موضوع تحقیق کی اہمیت (significance of the Study)

1. موضوع ہذا رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ اور دعوت اسلام کے اہم پہلوؤں سے براہ راست متعلق ہے۔
2. موجودہ زمانے میں مذہب سے دوری عام ہے اور دعوت دین اس دوری کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے جب اسلامی ریاست کی تشکیل و تاسیس فرمائی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور ﷺ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے قلیل عرصے میں سلطنت اسلامی کا حصہ کافی وسیع ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں اتنی عظیم کامیابی کا راز آپ ﷺ کا وہ دعوتی اسلوب تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا تھا۔ عصر حاضر میں دعوت دین کے لیے ان اسالیب کا جاننا ضروری ہے جو آپ ﷺ نے اپنائے تھے۔
3. مدنی دور میں دعوت سے قرآن کریم اور سیرت رسول ﷺ کے بیان کردہ اسالیب دعوت اور مقاصد دعوت سے آگاہی حاصل ہو گی۔ اس کا مقصد ہے کہ زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر انفرادی، اجتماعی، قومی و ملی سطح پر ہر زمان و مکان میں دعوت الی اللہ کے مظاہر نظر آئیں تاکہ عالم انسانیت دعوت کی برکات سے مستفید ہو۔ مسلمانوں میں فکری اصلاح اور دعوت الی اللہ دنیا اور آخرت کی سعادت کا واحد ذریعہ ہے۔ دعوت الی اللہ انبیاء کرام کی سنت ہے اور آج یہ ذمہ داری امت محمدیہ نے ادا کرنی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لہذا اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں دعوت الی اللہ کے منہج کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس کے مطابق دعوت دینے کی ضرورت ہے۔
4. حضور ﷺ کے اسالیب دعوت کی تفہیم کے بڑے دوررس اثرات مرتب ہوں گے اور ہر شعبہ زندگی میں بہتری آئے گی۔

مقاصد تحقیق(Objective of the Study)

1۔ مدنی عہد میں دعوت اسلام کا تجزیہ اور اس کی اہمیت کے مختلف پہلوؤں کی تلاش کرنا۔

2۔ مدنی عہد میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مختلف اسالیب دریافت کرنا۔

3۔ رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسالیب کے اثرات کی کھوج لگانا۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسالیب کی عصری معنویت تلاش کرنا۔

سوالات تحقیق(Research Questions)

1۔ مدنی عہد میں حضور ﷺ نے دعوت اسلام کے کون سے اسالیب اختیار فرمائے؟

2۔ رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسالیب کے اثرات کس اہمیت کے حامل ہیں؟

3۔ عصر حاضر میں آپ ﷺ کے اسالیب سے کیسے استفادہ ممکن ہے؟

اسلوب تحقیق(Research Methodology)

1۔اس مقالے کا اسلوب تحقیق تجزیاتی واطلاقی ہے۔

2۔بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے جن میں قرآن مجید، کتب احادیث میں بخاری و مسلم، کتب سیرت میں سیرت ابن ہشام وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ثانوی مصادر کو بوقت ضرورت استعمال کیا گیا ہے۔

3۔اس کے علاوہ دیگر جدید ذرائع،انٹرنیٹ سے بھی استفادہ کیا گیا۔

4۔حوالہ جات کے لئے جامعہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے فارمیٹ کو ملحوظ خاطر رکھا گیا۔

ابواب بندی

باب اول: مدنی عہد میں حضور ﷺ کی دعوت اسلام اور اس کی اہمیت

فصل اول: رسول اللہ ﷺ کا مدنی عہد اور اس کا پس منظر

فصل دوم: مدنی عہد میں دعوت اسلام کی اہمیت

باب دوم: مدنی عہد میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے اسالیب

فصل اول: عوام الناس کو دعوت

فصل دوم: سرداران قبائل کو دعوت

فصل سوم: امراء کو دعوت

باب سوم: رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسالیب کے اثرات

فصل اول: ریاست مدینہ میں اثرات

فصل دوم: ریاست مدینہ سے باہر اثرات

باب چہارم: عصر حاضر میں رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسالیب کی معنویت

فصل اول: انفرادی اصلاح

فصل دوم: اجتماعیت کی تشکیل

فصل سوم: غیر مسلموں کو دعوت کے جدید اسالیب

باب اول

مدنی عہد میں حضور ﷺ کی دعوت اسلام اور اس کی اہمیت

فصل اول: رسول اللہ ﷺ کا مدنی عہد اور اس کا پس منظر

فصل دوم: مدنی عہد میں دعوت اسلام کی اہمیت

فصل اول: رسول اللہ ﷺ کا مدنی عہد اور اس کا پس منظر

نبی ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے اپنے قریبی ماحول سے دعوت کا آغاز کیا اور مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت دی۔ سب سے پہلے حضور ﷺ نے خفیہ دعوت دی تاکہ کفار مکہ کے شر سے محفوظ رہیں۔ اس میں آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دعوت دی جن کے ساتھ بہت قریبی تعلق تھا۔ ان میں حضور ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ،اور حضرت زید رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ دعوت کو خفیہ رکھنے کا یہ مقصد تھا کہ ان لوگوں کو پہلے دعوت دی جائے جو جلدی دعوت کو قبول کرلیں تاکہ وہ مزید لوگوں کو دعوت دیں۔ پھر حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانیہ دعوت کا حکم ملا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا﴾[1]

ترجمہ: تاکہ آپ ﷺ مکہ اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائیں

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾[2]

ترجمہ: آپ ﷺ کو جس کا حکم دیا گیا ہے اس کا اعلان کردیں اور مشرکوں سے اعراض کریں۔

اس موقع پر حضور ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو اعلانیہ اسلام کی دعوت دی۔

حضور ﷺ نے کوشش کی کہ اہل مکہ اسلام قبول کرلیں۔ مکی دور میں سب سے زیادہ زور اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دیا گیا اور قرآن نے اس کو بہت واضح انداز میں بیان کیا۔ اس لیے مکی سورتوں میں دعوت توحید پر زور دیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ کفار مکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے بتوں کو بھی شریک ٹھہراتے تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴾[1]

---

[1] الشوریٰ: 42 / 7

[2] الحجر: 15 / 94

ترجمہ: کیا اس نے سب خداؤں کو ایک ہی خدا کر دیا۔ یہ تو بڑی انہونی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ان مشرکین نے مسلمانوں کو اس حد تک تکالیف دی تھیں کہ اگر وہ بظاہر انکار بھی کر دیتے تو اس کی ان سے باز پرس نہ ہوتی کیونکہ اس میں وہ معذور سمجھے جاتے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے استقامت دکھائی اور علانیہ طور پر کلمہ حق بلند کرتے رہے۔ کفار نے ان پر اس حد تک مظالم ڈھائے کہ ان کو دین ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کفار ان کو جسمانی اذیتیں دیتے تھے اور اس حد تک ان پر مظالم ڈھاتے کہ جن کو وہ برداشت نہ کر سکیں اور اسلام ترک کر دیں۔ کفار کے ان مظالم کے باوجود جو لوگ مسلمان ہوتے وہ اپنا دین نہ چھوڑتے اور اس پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے۔ کفار مکہ کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی اس لیے وہ ان پر دن بدن مظالم بڑھاتے جاتے۔ کفار مکہ ان پر اس حد تک ظلم کرتے کہ تاریخ میں اس طرح کے بدترین ظلم کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا مشرکین حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو تکالیف پہنچانے میں اس حد تک چلے گئے تھے کہ اس کے سبب سے وہ اپنے دین کو ترک کرنے میں معذور سمجھے جاتے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں، اللہ کی قسم وہ ان میں سے کسی کو تو مارتے تھے اور کسی کو بھوکا پیاسا رکھتے تھے یہاں تک کہ اس آفت کی سختی کی وجہ سے وہ سیدھا بیٹھ نہ سکتا تھا۔ وہ اس سے جو چاہتے تھے کہلواتے تھے یہاں تک کہ وہ اس سے کہتے :

''الات و العزي الهك من دون الله فيقول نعم''[2]

ترجمہ: اللہ نہیں بلکہ لات و عزیٰ تیرے معبود ہیں تو وہ ہاں کہہ دیتا۔

جب قریش کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو حضور ﷺ نے اپنے کچھ اصحاب کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ حبشہ میں مسلمانوں کو اچھی جگہ مل گئی۔ لیکن یہ بات بھی کفار مکہ سے برداشت نہ ہوئی۔ انہوں نے دو آدمی حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجے اور ان کو مکہ کے سامان میں سے نایاب سمجھی جانے والی چیزیں بطور ہدیہ کے روانہ کیں۔ مکہ سے حبشہ کو جو اشیاء جایا کرتیں تھیں ان میں دباغت کیے ہوئے چمڑے سب سے بہترین ہوتے تھے۔ انہوں نے اس کے لیے بہت سے چمڑے اکٹھے کیے اور عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمر بن عاص کو روانہ کیا اور ان کو کہا کہ نجاشی کے ساتھ گفتگو سے پہلے ہر وزیر کو اس کا ہدیہ دو اور اس کے بعد نجاشی کو اس کے ہدیے پیش کرنا اور اس سے درخواست کرنا کہ ان لوگوں کے ساتھ گفتگو سے پہلے ان کو تمہارے حوالے

---

[1] ص:38/ 5

[2] ابن ہشام السیرۃ النبویہ لابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، (المتوفی: 213ھ)، (شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدۃ)، 1/ 279

کر دے۔ لہذا دونوں نجاشی کے پاس پہنچے۔ نجاشی کے ساتھ گفتگو سے پہلے انہوں نے اس کے تمام وزیروں میں ہر ایک کے پاس تحفہ بھیجا اور ہر وزیر سے کہا کہ ہم میں چند کم عمر بے وقوفوں نے اپنی قوم کا دین بھی قبول نہیں کیا ہے اور ایک نیا دین بھی ایجاد کر لیا ہے جس سے ہم اور تم واقف نہیں ہیں اور انہوں نے آپ کے ملک میں پناہ حاصل کر لی ہے اور ان کے لیے ہم نے بادشاہ کے پاس معززین بھی بھیجے ہیں کہ ان کو ہمارے حوالے کر دے۔ اس لیے جب ہم بادشاہ سے ان کے بارے میں گفتگو کریں تو تم بھی بادشاہ کو مشورہ دینا کہ ان کو ہمارے حوالے کر دے اور ان سے گفتگو نہ کرے۔ پھر انہوں نے اپنے ہدیے نجاشی کے پاس بھیجے اور اس نے ان کے ہدیے قبول کر لیے۔ پھر انہوں نے نجاشی سے بھی کہا:

"ایها الملك انه قد ضوی الی بلدك منا غلمان سفهاء فارقوا دین قومهم و لم یدخلوا في دینك و جاءوا بدین ابتدعوه لا نعرفه نحن ولا انت وقد بعثنا الیك فیهم اشراف قومهم من آبائهم و اعمامهم لتردهم الیهم" [1]

ترجمہ: اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند کم سن بے وقوف چھوکروں نے اپنی قوم کے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور انہوں نے ایسا دین ایجاد کیا جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ جانتے ہیں اور ہم نے آپ کے پاس ان کے متعلق ان کی قوم کے معززین کو بھیجا ہے جن میں ان کے باپ، چچا اور ان کے لوگ ہیں تاکہ آپ انہیں ان کے پاس واپس روانہ کر دیں۔

حبشہ میں عیسائیوں کی حکومت تھی اور وہ اہل کتاب تھے اس لیے ممکن تھا کہ اسلام کی دعوت کے لیے یہ سرزمیں سازگار ہو گی چنانچہ نبی ﷺ نے کچھ اصحاب کو حبشہ ہجرت کی اجازت دی۔ شاہ حبشہ کا بلند کردار بھی سامنے آیا اور اس نے مسلمانوں کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کا مظاہرہ کیا۔ مکہ والوں نے تحائف دے کر جن اشخاص کو روانہ کیا تھا ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ نجاشی نے ان کے تحائف کی پرواہ نہ کی اور ان کے مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن وہاں کی عیسائی قیادت نے اسلام کی دعوت کے راستے میں رکاوٹ ڈالنی شروع کر دی۔

''جب مکہ کی اجتماعی فضا دعوت کے لیے مکدر ہو گئی او رجب کفار مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور یہ ثابت ہو گیا کہ مکہ اپنے موتی اسلام کے حوالے کر چکا ہے اور اب اس کے پاس خس و خاشاک کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور وہ اپنی گلیوں اور وادیوں کی فضا کو یہ اجازت دینے کے لیے تیار نہیں تو حضور ﷺ کی نگاہ طائف کی طرف اٹھی چنانچہ حضور ﷺ نے مکہ سے باہر دعوت کا آغاز کیا لہذا نبی ﷺ شوال 10 نبوت میں طائف تشریف لے گئے۔ طائف مکہ مکرمہ سے تقریباً ساٹھ میل دور ہے۔ حضور ﷺ نے طائف کا سفر پیدل طے کیا اور نبی ﷺ کے ساتھ صرف ایک غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 1/ 289

ﷺ نے طائف میں سب سے پہلے قبیلہ ثقیف کے سرداروں کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور یہ تین بھائی تھے ایک عبد یالیل جس کا اسم کنانہ تھا۔ دوسرا مسعود تھا جس کا نام عبد کلال بتایا جاتا ہے اور تیسرا حبیب تھا۔ حضور ﷺ جب ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے گفتگو کی اور اسلام کے بارے میں ان کی حمایت چاہی تو انہوں نے یکسر انکار کر دیا اور حضور ﷺ کا تمسخر اڑانے لگے کہ کیا خدا نے آپ ہی کو نبی بنا کر بھیجا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اذا فعلتم ما فعلتم فاکتموا عنی"[1]

ترجمہ: تم نے جو کیا سو کیا لیکن میرے بارے میں کسی سے ذکر نہ کرنا۔

کیونکہ نبی ﷺ چاہتے تھے کہ اگر قریش کو نبی ﷺ کے طائف کا حال معلوم ہو گیا تو وہ اور زیادہ مصائب پیدا کریں گے۔ طائف والوں نے نہ صرف حضور ﷺ کی تکذیب کی بلکہ انہوں نے اوباش نوجوانوں کو نبی ﷺ کے تعاقب میں بھیج دیا جو حضور ﷺ پر پتھر برساتے تھے۔ اس سے حضور ﷺ کے جوتے لہولہان ہو گئے لیکن نبی ﷺ نے ان کے لیے بد دعا نہ فرمائی۔

"طائف میں حضور ﷺ کو مختلف مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور طائف کا سفر حضور ﷺ نے پیدل طے کیا تھا اور اس کا تعلق دعوت سے تھا۔ طائف میں ہونے والے ان مظالم کو حضور ﷺ نے راضی بہ رضا رہتے ہوئے قبول کیا اور ان مصیبتوں اور شدائد کے مقابلے میں ثابت قدم رہے اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا

" لوشاء ان ینتقم من السهفاء الذین اذوه" [2]

ترجمہ: اگر نبی ﷺ چاہتے تو ان اوباشوں سے انتقام لے سکتے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو تکلیف دی تھی۔

حضور ﷺ طائف سے واپسی کے بعد نخلہ کے مقام پر چند دن ٹھہرے۔ طائف میں کوئی ایسا معزز آدمی نہیں تھا جس کے پاس حضور ﷺ نہ گئے ہوں نبی ﷺ نے ان سے گفتگو کی لیکن کسی نے حضور ﷺ کی بات کو تسلیم نہ کیا۔۔ نبی ﷺ کو شدید غم ہوا پھر حضور ﷺ نے مکہ واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ مکہ کیسے جائیں گے جبکہ مکہ والوں نے نبی ﷺ کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دین کی حفاظت کے لیے کوئی صورت پیدا فرمائے گا۔ طائف میں دعوت قبول کرنے سے انکار کے بعد حضور ﷺ کی نگاہ مدینہ میں اسلام کی دعوت

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2 / 48

[2] البوطی، سعید رمضان، فقہ السیرہ مع موجز لتاریخ الخلافۃ الراشدہ، (دمشق: دار الفکر، طبع پچیس، 1426ھ) ص: 102

دینے کے لیے اٹھی۔ مدینہ منورہ کا نام پہلے یثرب تھا اور مدینہ میں پہلے طرح طرح کی بیماریاں پھیلی ہوئی تھیں اور لوگوں کو بخار ہوتا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

((اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا المَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ))[1]

ترجمہ: اے اللہ مدینہ کو ہمارے لیے مکہ یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

لہذا ہجرت کے بعد مدینہ منورہ سے بیماریاں ختم ہو گئیں اس لیے اس کا نام مدینہ ہو گیا۔ مدینہ کا لفظ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ﴾[2]

ترجمہ: کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضور ﷺ نے دعوت کے لیے مدینہ منورہ کا انتخاب اس لیے بھی فرمایا کہ مدینہ کے افراد نے نبی ﷺ کا ساتھ دینے کا عہد کیا تھا۔ اس وقت مسلمان بہت کمزور تھے اور ان کے مقابلے میں کفار مکہ بہت زیادہ طاقتور تھے اور مسلمانوں کو دین سے روکنے کے لیے ہر قسم کا حربہ استعمال کرتے تھے۔ مدینہ آمد سے پہلے حضور ﷺ مکہ میں مختلف قبائل کے پاس جاتے جب وہ کسی مقام پر اکٹھے ہوتے خاص طور پر میلے میں لوگ اکٹھے ہوتے تھے تو حضور ﷺ ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔ عربوں میں اسلام کی آمد سے قبل عہد جاہلی سے ہی میلے لگا کرتے تھے اور تجارت کی غرض سے عرب کے مختلف حصوں سے لوگ ان میلوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور ان میں اشیاء خورد و نوش کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ حضور ﷺ میلوں میں ایک ایک فرد کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔

اس سلسلے میں ربیعہ بن عباد روئلی کہتے ہیں:

میں اپنے مسلمان ہونے سے قبل حضور ﷺ کو ذی المجاز کے میلے میں دیکھا۔ یہ میلہ عرفات کے پاس یکم ذوالحج سے آٹھ ذوالحج تک جاری رہتا۔ نبی ﷺ فرماتے تھے "لوگو! لا الہ الا اللہ کہو کامران ہو جاؤ گے۔" لوگوں کا نبی ﷺ کے پاس ہجوم ہوتا تھا، نبی

---

[1] مالک بن انس (المتوفی: 179ھ) ، موطا، (موسسۃ زید بن سلطان آل نہیان للاعمال الخیریہ والانسانیہ 1425ھ،) حدیث نمبر: 3318
[2] المنافقون: 63 / 8

ﷺ کے پیچھے ایک چشم خوبرو دو گیسوؤں والا شخص ہوتا، وہ کہتا یہ شخص بے دین جھوٹا ہے۔ جہاں حضور ﷺ جاتے یہ پیچھے پیچھے جاتا۔

"فسالت عنه فقالوا هذا عمه ابو لهب "[1]

ترجمہ: میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا یہ حضور ﷺ کا چچا ابو لہب ہے۔

"انه اتی کندة في منازلهم و فیهم سید لهم یقال ملیح فدعاهم الي الله عز وجل و عرض علیهم نفسه فأبوا علیه" [2]

ترجمہ: نبی ﷺ کندہ قبیلے کے پاس ان کو دعوت اسلام دینے کے لیے گئے۔ ان کے سردار کا نام ملیح تھا جو وہاں موجود تھا ان کو اسلام کی دعوت دی اور اس کام کے لیے اپنی ذات گرامی کو پیش کیا لیکن انہوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔

حضور ﷺ رات کی تاریکی میں حج کے لیے آنے والے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو اسلام دعوت دیتے تاکہ مکہ والوں کو خبر نہ ہو۔ نبوت کے گیارہویں سال جولائی 620ء میں حضور ﷺ نے مدینہ کے چھ افراد کو اسلام کی دعوت دی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ حضور ﷺ منٰی کی گھاٹی کے پاس سے گزرے تو کچھ لوگوں کو گفتگو کرتے دیکھا تو ان کے پاس تشریف لے گئے یہ یثرب کے چھ نوجوان اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث بن رفاعہ، رافع بن مالک بن عجلان، قطبہ بن عامر بن حدیدہ، عقبہ بن عامر بن نابی، حارث بن عبد اللہ تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا یہود کے حلیف ہو؟ تو انہوں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا: پھر کیوں نہ آپ حضرات بیٹھیں اور آپ کے ساتھ کچھ بات چیت کی جائے۔ چنانچہ وہ لوگ بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا حوالہ دے کر یہود تمہیں دھمکیاں دیتے ہیں۔ اسلام کے متعلق ان کی روش یہ تھی کہ یہود ان مشرکوں کے ساتھ بستیوں میں رہتے تھے اور یہ مشرک اور بت پرست اپنی بستیوں میں ہونے کے سبب ان پر غلبہ رکھتے تھے اور جب ان میں کوئی لڑائی جھگڑا ہو جاتا تو وہ ان سے کہتے کہ ابھی چند دن میں ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے جس کا زمانہ بہت قریب ہے ہم اس کی پیروی کریں گے اور اس کے ساتھ رہ کر تمہیں قتل کریں گے۔ جب حضور ﷺ نے ان سے گفتگو فرمائی تو ان کے بعض نے کہا کہ لوگو! سمجھ لو یہ وہی نبی ہے جس کا ذکر تم سے یہود کرتے تھے۔ دیکھو! اس کی تصدیق میں وہ تم پر سبقت نہ لے جائیں۔

---

[1] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (المتوفی 774ھ)، السیرۃ النبویۃ (بیروت، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع) 1 / 462

[2] ایضاً، 2/ 51

اس لیے جس چیز کی حضور ﷺ نے ان کو دعوت دی انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ [1]

''حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا یہ اثر ہوا کہ مدینہ میں اسلام کا چرچا ہونے لگا اور انصار کے تمام قبیلوں میں یہ بات پھیل گئی۔اس کے نتیجہ کے طور پر اس سے دوسرے سال تہتر مرد اور دو عورتیں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے والے قافلہ کے ساتھ جا ملے۔ان کو اہل ایمان نے اس لیے روانہ کیا تھا کہ حضور ﷺ کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں اور حضور ﷺ سے منظوری حاصل کریں۔'' [2]

اس میں گیارہ آدمی اوس کے تھے۔جب سب لوگ بیٹھے تو ان کے سامنے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور کہا:

''اے گروہ خزرج! جیسا کہ تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ ہم میں سے ہیں اور ہم نے اپنی قوم کے مخالف لوگوں میں ان کی حفاظت کی ہے۔لہذا اس وقت یہ اپنی قوم میں محفوظ ہیں اور تمہارے سوا یہ کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور صرف تمہارے ساتھ رہنے پر رضامند ہوئے ہیں۔لہذا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جو اقرار ان سے کیا ہے اس کو پورا کر لو گے اور ان کے مخالفین سے ان کی حفاظت کر سکو گے اور ان کے تمہارے درمیان پہنچ جانے کے بعد تمہاری قوم کے لوگ ان کو دشمنوں کے ہاتھوں میں پڑ جانے دیں گے۔

"فمن الان تدعونه فانه في عز و منعة من قومه و بلده" [3]

ترجمہ: تو ابھی سے ذمہ داری نہ لو کیونکہ یہ ابھی اپنے وطن اور اپنی قوم میں محفوظ اور معزز ہیں۔

''ان لوگوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ دیا البتہ حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کوئی بات ارشاد فرمائیں۔حضور ﷺ نے ان کو قرآن کی کچھ آیات سنائیں جس کے سننے کے بعد ان کے دل ایمان سے منور ہو گئے۔اب سب نے عرض کی کہ رسول اللہؐ مدینہ منورہ میں جا کر رہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اسلام کی اشاعت میں میری مدد کرو گے ؟اور جب میں تمہارے شہر میں جاؤں تو کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی اپنے اہل وعیال کے مانند مدد کرو گے ؟اس پر اہل ایمان نے سوال کیا کہ اس کا ہمیں کیا بدلہ ملے گا؟اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا بدلہ جنت ہے۔اس پر انہوں نے عرض کی کہ نبی ﷺ ہمیں کبھی چھوڑ تو نہیں دیں گے ؟اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہے

3ابن ہشام، سیرت ابن ہشام،،2 / 55

[2] ندوی، سیرت رسول اکرم، ص: 90

[3] حلبی، علی بن ابراہیم، السیرۃ الحلبیہ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ طبع دوم 1427ھ)، 21/2

۔اس آخری فقرے کو سن کر وہ عجب سرور و نشاط کے ساتھ حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ان میں براء بن معرور رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بیعت کی۔"[1]

کفار کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے اہل مدینہ نے ان کا ساتھ دینے کا عہد کیا ہے تو کفار مکہ دار الندوہ میں جمع ہوئے تاکہ حضور ﷺ کے بارے میں کوئی مشورہ کیا جائے۔

مکہ والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ قید کرنے کی صورت میں حضور ﷺ ہم پر اپنے ساتھیوں کی مدد سے حملہ کر دیں گے لہذا بہتر ہے کہ حضور ﷺ کو قید نہ کیا جائے اور جلاوطن کرنے کی صورت میں بھی ان کو خطرہ محسوس ہوا کہ اس صورت میں بھی لوگ ان کے ساتھ مل جائیں گے اور ہم پر حملہ کر دیں گے اس لیے انہوں نے بہتر یہی سمجھا کہ حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے پروگرام بنایا کہ ہر قبیلے میں سے ایک جوان مرد قوی، شریف النسب ہم سب میں بہتر لے لیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک تلوار دے دیں اور یہ سب اس کے پاس پہنچ جائیں اور وہ سب تلوار سے اس طرح حملہ کریں کہ ایک شخص کا وار ہے۔ کیونکہ جب سب اس طرح کریں گے تو اس کا خون تمام قبیلوں میں بٹ جائے گا اور بنی عبد مناف اپنی قوم کے تمام افراد سے جنگ نہ کر سکیں گے اور ہم سے خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم خون بہا دے دیں گے۔ [2]

"پھر جب سب حضور ﷺ کے دروازے پر جمع ہو گئے جن میں ابو جہل بھی تھا تو اس نے کہا کہ محمد دعویٰ کرتا ہے کہ اگر تم اس کے اصول پر اس کی پیروی کرو گے تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ مرنے کے بعد بھی تم اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے باغ ہوں گے اور اگر تم نے اس کی پیروی نہ کی تو تو تمہیں قتل اور ذبح کرنا جائز ہو گا اور پھر تم اپنے مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے آگ ہو گی جس میں تم جلائے جاؤ گے۔ حضور ﷺ اسی حالت میں ان کے سامنے نکلے اور سورۃ یٰسین کی ابتدائی آیات تلاوت کیں اور ان کے سروں پر خاک ڈالی۔"[3]

حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر یا صبح کو تشریف لاتے یا شام کے وقت تشریف لایا کرتے تھے ۔جب حضور ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت ملی تو حضور ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر دوپہر میں اس وقت تشریف لائے کہ اس وقت تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو دیکھ کر فرمایا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کسی خاص کام کی وجہ سے اس وقت تشریف لائے ہیں تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کیا آپ کو

---

[1] ندوی، سیرت رسول اکرم،، ص:91

[2] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2/ 91

[3] ایضاً

معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کا آپ ﷺ کے ساتھ مجھے بھی ہجرت کا حکم دیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اکٹھے ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر نبی ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور غار کے سوراخ بند کیے تا کہ کوئی چیز حضور ﷺ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ ادھر قریش نے حضور ﷺ کی تلاش شروع کر دی اور ڈھونڈ کر لانے والے کو سو اونٹ انعام کا لالچ دیا۔ قریش نے ان کو مکہ کے پہاڑوں میں تلاش کیا یہاں تک کہ اس غار تک بھی پہنچ گئے۔ ان کو دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھبرائے تو حضور ﷺ نے ان کو تسلی دی۔ حضور ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس غار میں تین دن تک رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور رات کو ان کے پاس آتے اور صبح ہوتے ہی بکریاں ہانک کر لے جاتے۔ پھر دونوں غار سے نکل کر چل پڑے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آگے ہو جاتے اور جب پیچھے سے خطرہ محسوس کرتے تو پیچھے ہو جاتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ معروف آدمی تھے جب ان سے کوئی پوچھتا کہ ساتھ کون ہے؟ تو اس کے جواب میں فرماتے:

"هَادٍ يُهْدِيْنِيْ، يُرِيْدُ الْهِدَايَةَ فِي الدِّيْنِ"[1]

ترجمہ: راستہ دکھانے والا ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے اور اس سے مراد دین کا راستہ دکھانا لیتے تھے۔

غار ثور سے نکلنے کے بعد حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن اریقط کو راستہ کی رہنمائی کے لیے تیار کیا اور دونوں نے اپنی سواریاں اس کے حوالے کیں۔ پھر حضور ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن اریقط جب ام معبد کے خیمے پر پہنچے۔ تو حضور ﷺ نے خیمہ کے پاس ایک بکری دیکھی تو ام معبد سے سوال کیا کہ اے ام معبد! یہ بکری یہاں کیسے ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔ تو حضور ﷺ نے سوال کیا کہ کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بہت لاغر ہے تب حضور ﷺ نے اس کا دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی۔ تو ام معبد نے اجازت دے دی پھر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے تھن کو ہاتھ لگایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ بکری اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا کر جگالی کرنے لگی اور دودھ اتار دیا۔ آپ ﷺ نے ایک بڑا برتن منگوایا جو ایک جماعت کے سیر ہونے کے لیے کافی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے بکری کا تیز دھار کے ساتھ دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن بھر گیا اور اوپر جھاگ نظر آنے لگا آپ ﷺ نے ام معبد اور ساتھیوں کو دودھ پلایا۔ جب سب اچھی طرح سیر ہو گئے تو حضور ﷺ نے خود دودھ پیا۔

---

[1] الطبرانی، سلیمان بن احمد، (المتوفی: 360ھ)، المعجم الکبیر، المحقق، حمدی بن عبد المجید السلفی، (قاہرہ: دار ناشر، مکتبہ ابن تیمیہ، طبع دوم)، 24 / 106

((ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ اُخْرٰى فَمَلَأَهُ فَغَادَرَهُ عِنْدَهَا وَ اِرْتَحَلَ))[1]

ترجمہ: پھر حضور ﷺ نے دوبارہ دودھ نکالا اور برتن پھر بھر گیا۔ یہ برتن آپ ﷺ نے (ام معبد) کے پاس چھوڑا اور ان سے بیعت لی اور آگے چل پڑے۔

ہجرت کے لیے مدینہ منورہ کا مقام حضور ﷺ کو خواب میں دکھادیا گیا تھا جیسے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّی اُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ اِلَی اَرْضٍ بِهَانَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي اِلَی اَنَّهَاالْيَمَامَةُ اَوْ هَجَرُفَاِذَا هِیَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ))[2]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور کے باغات ہیں۔ اس پر میرا ذہن ادھر گیا کہ یہ مقام یمامہ یا ہجر ہو گا لیکن وہ یثرب مدینہ منورہ ہے۔

جب مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے سنا کہ حضور ﷺ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ وہ صبح کی نماز کے بعد ٹیلوں کی طرف چلے جاتے تھے۔ جب ٹیلوں پر دھوپ آجاتی اور ان کو سایہ نہ ملتا تو واپس آجاتے تھے۔ جب وہ دن آیا جس میں حضور ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو صحابہ کرامؓ گھروں کی طرف واپس آچکے تھے۔ ایک یہودی ان ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر ضروری کام کی وجہ سے چڑھا۔ اس نے حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو واضح طور پر دیکھ لیا اس سے رہا نہ گیا تو اس نے بآواز بلند کہا "اے بنو قیلہ! تمہارے دو صاحب تشریف لا رہے ہیں جن کے تم منتظر تھے۔" مسلمانوں نے جلدی سے اسلحہ اٹھایا اور چٹان کے پاس آپ کی دست بوسی کی۔ پیر کا مبارک دن تھا۔ ربیع الاول کا مقدس مہینہ تھا۔ جب صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی ﷺ کھجور کے سایہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ عمر میں حضور ﷺ کے برابر ہی تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ بیٹھ گئے۔

"انصار میں سے جس شخص نے پہلے نبی ﷺ کی زیارت نہیں کی وہ پہلے آکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام کرتا۔ جب دھوپ حضور ﷺ کے سر اقدس پر آگئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی چادر سے آپ ﷺ پر سایہ کرنے لگے اس وقت انصار جان گئے کہ حضور ﷺ کی ذات پاک تو وہ ہے جسے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سایہ کر رہے ہیں"[1]

---

[1] الطبرانی، المعجم الکبیر، 7/ 105 حدیث نمبر: 6510

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (محقق: محمد زهیر بن ناصر الناصر)' (دار طوق النجاة، طبع اول' 1422ھ)، حدیث نمبر: 3622

حضور ﷺ کا مدینہ میں پر جوش استقبال کیا گیا اور مدینہ منورہ میں چھوٹی چھوٹی بچیاں حضور ﷺ کی آمد پر دف بجا کر اشعار پڑھ رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کو مقلبین فرما کر اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور فرمایا:

''الھم انتم من احب الناس الي ''[2]

ترجمہ: اللہ کی قسم کہ تم میرے محبوب لوگوں میں سے ہو۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں تشریف آوری کے بعد مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس میں نماز بھی ادا فرمائی۔ نبی ﷺ بنی عمرو بن عوف میں ٹھہر گئے اور اس کے بعد مدینہ کے بالائی حصہ کی طرف روانہ ہوئے اور بنو نجار کی طرف چلے تو عمرو بن عوف کے قبیلے کے لوگ حضور ﷺ کی حفاظت کے لیے نبی ﷺ کے گرد تلواریں لے کر جلوس کی شکل میں روانہ ہوئے۔ اس جلوس میں حضور ﷺ کی سواری سب سے آگے تھی اور نبی ﷺ کی سواری کے پیچھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سواری تھی۔ جب نبی ﷺ نے اونٹنی کے بیٹھنے کے بعد بنو نجار میں رکنے کا ارادہ فرمایا تو لوگ قباء کو واپس چلے گئے۔ نبی ﷺ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہونے کے بعد اس کے ساتھ خالی زمین خرید کر مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا۔ بنیاد رکھنے سے قبل اس میدان کو کوڑا کرکٹ اور سنگریزوں وغیرہ سے صاف کیا گیا۔ پھر مسجد کے احاطہ کے لیے نشانات لگانے کے بعد وہاں کی زمین بنیادوں کے لیے کھودی گئی تو اس کی مٹی اٹھانے میں انصار اور مہاجرین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور حضور ﷺ خود بھی اس کام میں شریک ہوئے۔ مسجد تعمیر کرتے وقت حضور ﷺ انصار اور مہاجرین کے لیے دعا فرمائی:

" الھم ان الاجر اجر الاخرة فارحم الانصار و المھاجرہ" [3]

ترجمہ: اے اللہ اجر تو آخرت کا اجر ہے پس انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

یہودی آخری نبی کی آمد کے بارے میں جانتے تھے لیکن جب حضور ﷺ کی آمد ہوئی اور یہود تک حضور ﷺ کی آمد کی خبر پہنچی تو انہوں نے حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کر دیا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ تھی کی یہودی چاہتے تھے کہ مدینہ میں ان کی طاقت برقرار رہے اور دوسرے لوگ ان کے ماتحت ہی رہیں اور ان کی اجارہ داری قائم رہے کیونکہ وہ سود کا لین دین کرتے تھے۔

---

[1] الشامی، محمد بن یوسف، سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، (بیروت: دار الکتب العلمیہ) طبع اول، 1414ھ، 266/3

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (المتوفی: 774ھ)، البدایہ والنہایہ (بیروت: دار الفکر) طبع اول 1407ھ، 3/ 200

[3] ایضاً، 3/ 187

اس لیے وہ اسلام کے مخالف تھے کہ اسلام لانے کی صورت میں ان کا سودی لین دین ختم ہو جاتا تھا نیز وہ اس وجہ سے بھی ایمان نہ لاتے تھے کہ نسلی طور پر تعصب کرتے تھے۔

یہودیوں کے پاس مال و دولت کی کثرت تھی اور وہ سودی کاروبار کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کو اوس اور خزرج پر برتری حاصل تھی۔ لیکن اس کے باوجود یہود بہت زیادہ بزدل تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ﴾[1]

ترجمہ: تمھارے ساتھ صرف قلعہ بند شہروں یا فصیلوں کے پیچھے ہو کر جنگ کریں گے۔

اس لیے ضروری تھا کہ مدینہ کو ان کی سازشوں سے محفوظ بنایا جائے اور اس کے لیے حضور ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ تاکہ ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھی جائے جہاں پر اسلامی احکامات کے مطابق زندگی گزاری جاسکے۔ نبی ﷺ کے بارے میں سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی خوشخبری دی گئی تھی اس لیے یہودی اور عیسائی جانتے تھے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾[2]

ترجمہ: (یہ رحمت ان کے لیے ہے) جو اس پیغمبر، نبی امیؐ کی پیروی اختیار کرتے ہیں جس کا ذکر ان کو اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں ملتا ہے۔

قرآن مجید نے بار بار اس بات کا ذکر کیا ہے کہ سابقہ کتابوں میں حضور ﷺ ذکر موجود تھا۔ حضور ﷺ بھی بار بار اس بات کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ اگر نبی ﷺ کو اس بات کا علم نہ ہوتا تو نبی ﷺ کیسے اس بات کو بیان فرماتے۔ اہل کتاب اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمنوں پر اس مبعوث ہونے والے نبی کے ذریعے دعا مانگا کرتے تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾[1]

---

[1] الحشر: 59 / 14

[2] الاعراف: 7 / 157

ترجمہ: جب وہ چیز آگئی جس کو وہ پہچانتے تھے تو اس سے انکار کر دیا۔[1]

مدینہ کے یہودی منافقت کیا کرتے تھے اس لیے مدینہ میں ایک منافقین کا ایک گروہ تیار ہو گیا جس کا سردار عبداللہ بن ابی تھا اور ہمیشہ یہ گروہ مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا رہا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾[2]

ترجمہ: اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے کی وجہ سے انگلیاں چباتے ہیں۔

حضور ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو یہود نے اسلام کی دشمنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انہوں نے مسلمانوں کی دشمنی کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ یہودیوں کے علماء حضور ﷺ کو تنگ کیا کرتے اور سوالات کر کے طرح طرح کے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے تاکہ حق کو باطل کے ساتھ ملا دیا جائے۔

البتہ بعض یہودی عالم مسلمان ہوئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں:

جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق سنا اور نبی ﷺ کی صفت اور نبی ﷺ کا نام جس کے بارے میں ہم لوگ انتظار کر رہے تھے تو میں نے اس معاملہ کو راز میں رکھا یہاں تک کہ حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لے آئے۔ جب نبی ﷺ بنی عمر بن عوف کے محلہ میں قبا پہنچے تو ایک شخص آیا اور نبی ﷺ کی تشریف آوری کی خبر دی اور میں اس وقت کھجور کے درخت پر تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث اس درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔ جب میں نے حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو اللہ اکبر کہا جب میری پھوپھی نے تکبیر سنی تو کہنے لگی اللہ تجھے ناکام کرے واللہ! اگر موسیٰ بن عمران کی تشریف آوری کی خبر سنتا تو اس سے کچھ زیادہ نہ کرتا۔ میں نے ان سے کہا کہ پھوپھی جان اللہ کی قسم وہ موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے۔ ان ہی کے دین پر ہے اور اسی چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہے جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے تھے۔ میری پھوپھی کہنے لگی کہ کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر ہمیں دی جاتی رہی کہ وہ عین قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں۔ پھوپھی نے کہا اسی لیے تو تمہاری یہ حالت ہے۔ اس کے بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام اختیار کیا۔ میں نے اپنا اسلام لانا یہود سے پوشیدہ رکھا۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہودی جھوٹی باتیں بنانے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ

---

[1] البقرہ: 2 / 89

[2] آل عمران: 3 / 119

مجھے ان سے کسی حجرے میں چھپادیں اس سے پہلے کہ ان کو میرے اسلام کے بارے میں علم ہو۔ نبی ﷺ ان سے میرے بارے میں دریافت فرمایئے تاکہ وہ نبی ﷺ کو بتائیں کہ میں ان میں کس حیثیت کا انسان ہوں۔ اگر ان کو میرے اسلام کا علم ہو جائے گا تو مجھ پر الزامات لگائیں گے اور مجھے عیب دار بتائیں گے۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے حجروں میں کسی حجرے میں جانے کا حکم دیا ۔یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے اور نبی ﷺ سے مختلف سوالات کرنے لگے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں حصین بن سلام کیسا آدمی ہے ؟انہوں نے کہاوہ تو ہمارا سردار اور سردار کا بیٹا ہے۔ ہم میں ماہر اور عالم ہے۔ جب وہ باتیں ختم کر چکے تو میں ان کے سامنے آیا اور ان سے کہا اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو چیز حضور ﷺ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرو۔ واللہ ! تم جانتے ہو کہ نبی ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا ذکر، نبی ﷺ کا اسم مبارک، اور نبی ﷺ کی صفات لکھی ہوئی پاتے ہو ۔میں شہادت دیتاہوں کہ نبی ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں نبی ﷺ کو جانتاہوں اور نبی ﷺ کی تصدیق کرتاہوں اور نبی ﷺ پر ایمان لاتاہوں۔ یہودیوں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور مجھ میں عیب نکالنے لگے اور گالیاں دینے لگے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے کہا:

"اَلَمْ اُخْبِرُكَ يَا رَسُوْلُ اللهِ اِنَّهُمْ قَوْمٌ بَهْتٌ اَهْلُ غَدْرٍ وَ كِذب وَ فُجُوْر "[1]

ترجمہ :اے اللہ کے نبی ﷺ ! کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ دروغ گو، بے وفا اور جھوٹے اور نافرمان ہیں۔

یہودی خود کو اہل کتاب کہلاتے تھے اور دوسرے اوس اور خزرج کے دو قبائل تھے جو بت پرست تھے۔ یہودی اوس اور خزرج پر فخر کیا کرتے تھے کہ ان کے پاس دین ہے اور ان کے مقابلے میں اوس اور خزرج بت پرست ہیں۔ یہودی کہا کرتے تھے کہ ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے جو بتوں کو توڑے گا۔ اس وجہ سے اوس اور خزرج اسلام کی جانب مائل ہوئے کہ یہودی ان پر سبقت نہ لے جائیں[2]

''یہودی امانت میں خیانت کرتے ہیں جیسے کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی تھے بعض ان میں ایسے ہیں کہ اگر نبی ﷺ ان کو کوئی امانت دیں تو وہ واپس کر دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کو ایک دینار بھی دیا جائے تو وہ واپس نہیں کرتے جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے نہ رہیں۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ عربوں کے مال کی ہم سے کوئی باز پرس نہ ہو گی اور جب مسلمان ان سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا کرتے تو وہ کہتے تھے کہ چونکہ یہ ہمارے دین پر نہیں ہیں اس لیے ان کو ان رقم واپس کرنا ضروری نہیں

---

[1] سہیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، (المتوفی: 581ھ)، الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام، محقق، عمر عبدالسلام السلامی (بیروت: داراحیاء التراث العربی، طبع اول، 1421 ھ)، باب الاعداء من یہود، 4/ 205

[2] احمد ابراہیم الشریف، مکہ والمدینہ فی الجاھلیہ وعہد رسول ﷺ ، (بیروت: دار فکر العربی،) ، ص: 311

ہے اور گمان کرتے کہ توراۃ میں اس کے جائز ہونے کے بارے میں لکھا ہوا ہے جب کہ توراہ میں ایسا کوئی حکم نہ تھا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔"[1]

یہودی مسلمانوں کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانا جائز سمجھتے تھے جبکہ اس کی کوئی دلیل ان کے پاس موجود نہ تھی ۔دراصل انسان کی گمراہی کا سبب اس کا کردار بنتا ہے اور دنیاوی لالچ کی وجہ سے وہ جائز و ناجائز کی تمیز نہیں کرتا ۔مکہ میں حضور ﷺ نے دعوت کا آغاز خفیہ طور پر کیا اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی۔ پھر مکہ میں جب حضور ﷺ نے اعلانیہ اسلام کی دعوت دی تو کفار مکہ نبی ﷺ کے دشمن بن گئے اور نبی ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے لگے۔ حضور ﷺ مکہ والوں کے دعوت کو ٹھکرانے کی وجہ سے طائف چلے گئے کہ اگر طائف کے سردار اسلام قبول کر لیتے ہیں تو مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ ہوگا لیکن جب طائف والوں نے بھی انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کا انتخاب فرمایا۔ مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے سے قبل نبی ﷺ ذوالمجاز کے میلے میں لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ رات کی تاریکی میں حج کرنے والوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ سن گیارہ نبوی میں مدینہ کے چھ افراد نے اسلام قبول کیا اس کے بعد اگلے سال مزید افراد نے مدینہ سے مکہ آکر اسلام قبول کیا۔ مدینہ والوں نے ہر طرح نبی ﷺ کا ساتھ دینے کا عہد کیا جس پر حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ حضور ﷺ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو نبی ﷺ کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔

---

[1] مقاتل بن سلیمان، تفسیر مقاتل بن سلیمان، محقق عبد اللہ محمود (،بیروت دار احیاء التراث، طبع اول، 1423ھ) ،ص: 285

فصل دوم: مدنی عہد میں دعوت اسلام کی اہمیت

مدینہ میں حضور ﷺ کی دعوت کا مقصد لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلانا تھااور اسلام کو پوری دنیا پر غالب کرنا مقصود تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کو تمام رشتوں سے بڑھ کر محبوب بن جائے۔ نبی ﷺ کی مدینہ میں دعوت کے پیچھے بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ حضور ﷺ کی مدینہ میں ہجرت سے ایک نئے دور کا آغاز ہوااور یہ دعوت کا ایک جدید مرحلہ تھا کیونکہ مکہ مکرمہ میں دعوت کی اشاعت کے وہ مواقع نہیں تھے جو مدنی دور میں حاصل ہوئے۔اس لیے کہ اس دور میں اسلام پورے عالم تک پھیل گیا۔

اسلام کی ان کامیابیوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل تھی۔ مدینہ میں حضور ﷺ کے مدبرانہ فیصلوں کی بدولت اتنی عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔ مکی دور میں مسلمانوں پر کفار ظلم کرتے تھے اور جب حضور ﷺ نے مکہ سے باہر طائف میں جاکر دعوت دی توانہوں نے بھی حضور ﷺ کو ٹھکرایا۔ لیکن مدنی دور میں دعوت کی بدولت اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلا یہاں تک کہ مکہ فتح ہوگیااور اسلام کے غلبے کا دوسرے لوگ انتظار کررہے تھے کہ اگر اسلام غالب ہوتا ہے تو اس کو قبول کرلیں گے۔

اس سلسلے میں حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

((اُتْرُکُوْہُ وَقَوْمَہُ فَاِنَّہُ اِنْ ظَھَرَ عَلَیْھِمْ فَھُوَ نَبِیٌّ صَادِقٌ))[1]

ترجمہ: نبی اور اس کی قوم کو کو نمٹنے دو اگر وہ ان پر غالب آگئے تو پھر وہ واقعی سچے نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی عظمت واہمیت کو ہر شے سے زیادہ فوقیت عطا فرمائی ہے۔جب اسلام کو مٹایا جارہا ہو تو اس وقت وطن، مال ودولت اور جائیداد کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر تمام چیزوں کو قربان کرنے کا حکم دیا ہے۔اسی لیے حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی اور اپنے وطن وجان ومال کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اتنی قوت عطا فرمائی کہ مکہ میں فاتح بن کر داخل ہوئے اور سب کفار نبی ﷺ کے سامنے مجبور ہوکر اور امان طلب کرنے لگے[2]۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر:4302

[2] البوطی، فقہ السیرۃ، ص:235

I. حضور ﷺ کی اطاعت

اسلام ایسا دین ہے جو ہر دور کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور اسلام دین کامل ہے۔اس لیے اسلام کی تعلیمات کو پوری دنیا تک پہچانا مقصود تھا۔اسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کے لیے پسند فرمایا ہے اور اسلام کے علاوہ کسی کوئی دوسرا دین قبول نہیں کیا جائے گا اسلام ایک نظریہ حیات ہے اور زندگی کے ہر معاملے میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔مدنی دور میں حضور ﷺ کی دعوت کا مقصد اپنے ماننے والوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک تبدیلی پیدا کرنا تھا اور ان کے کردار کا اسلام کے مطابق ڈھالنا تھا ۔تاکہ ان کے تصورات اور افکار میں تبدیلی پیدا ہو جائے اور وہ کفر و شرک سے تائب ہو کر ایک اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے والے اور حضور ﷺ کی اطاعت والے بن جائیں۔مدنی دور میں دعوت کا مقصد ایک فرسودہ ذہن کو تہذیب کے اعلیٰ مقام پر پہنچانا تھا اور اس کے نتیجے میں انسانی زندگی کا منظم کرنا مقصود تھا۔مدینہ میں شراب نوشی عام تھی۔

اس سلسلے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

((كُنْتُ سَاقِي القومِ فِي مَنْزِلِ ابي طَ لْحَةَ، قَالَ :فَنَزَلَ تَحْرِيمُ الخَمْرِ قَالَ: فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ اخْرُجْ فَانْظُرْ مَا هَذَا ،قَالَ : فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ هَذَا مُنَادٍ يُنَادِي "أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ " فَقَالَ لِيْ " اذْهَبْ فَاهْرِقْهَا))[1]

ترجمہ: میں ابو طلحہ کے گھر لوگوں کو شراب پلایا کرتا۔کہتے ہیں پھر شراب کی حرمت نازل ہوئی۔اور ایک اعلان کرنے والے نے (شراب کی حرمت کا) اعلان کیا تو ابو طلحہ نے (مجھے) کہا کہ جاؤ دیکھو یہ کیا (معاملہ) ہے؟ میں نکلا تو میں نے کہا منادی پکار رہا ہے کہ "بے شک شراب حرام قرار دی گئی ہے "تو مجھے (ابو طلحہ) نے کہا کہ جاؤ اور شراب بہادو۔

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے اہل مدینہ نے اپنی ذاتی خواہشات کی پرواہ کرنے کے بجائے حضور ﷺ کی اطاعت کو اختیار کیا اور جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس کو بلا تردد قبول کیا اور یہی ایک مومن مرد و عورت کا شعار ہونا چاہیے۔

---

[1] دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن (التوفی: 255ھ)، سنن دارمی (سعودی عرب: دار المغنی للنشر والتوزیع، طبع اول، 1412ھ)، کتاب الاشربہ باب فی تحریم الخمر کیف کان، حدیث نمبر:2134

II. رشتہ اخوت کا قیام:

دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ دعوت دینے کے لیے ماحول سازگار ہو اور معاشرے میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ موجود ہو۔ حضور ﷺ نے دعوت کو عام کرنے کے لیے مہاجرین اور انصار میں اخوت قائم کر دی۔

سب سے پہلے حضور ﷺ اوس اور خزرج کے درمیان پرانی عداوت کو ختم کیا اور ان سب کا نام انصار رکھا۔ پھر مدینہ کے تمام مسلمان انصار کے لقب سے یاد کیا جاتے تھے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے درمیان عصبیت کی روح کو ختم کیا جائے۔ حضور ﷺ نے انصار جو اوس اور خزرج سے تھے اور مہاجرین جو مکہ مکرمہ سے آئے تھے ان کے درمیان اخوت قائم کی۔ اور مواخات کے ذریعے ان میں اس بات کا پختہ عہد لیا تھا کہ وہ بھائی بھائی ہیں اور ہمیشہ بھائیوں کی طرح رہیں گے اور ان میں خون کی قرابت قائم کر دی اور جب مہاجر بھائی کی وفات ہوتی تھی تو اس کا وارث اس کا انصاری بھائی ہو جایا کرتا تھا اور اگر انصاری مر جاتا تو اس کی وراثت مہاجر کو ملتی تھی۔[1]

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهَاجِرِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حقدار ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللهَ اَلَّفَ﴾[3]

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) تقویت بخشی۔ اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کی اور اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی۔

اخوت کے سلسلے میں حضرت عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کا واقعہ مشہور ہے:

---

[1] احمد ابراہیم، مکہ والمدینہ فی الجاہلیۃ وعہد الرسول ﷺ۔ ص: 315

[2] الاحزاب: 33 / 6

[3] الانفال: 9 / 63

((لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اَخَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ اِنِّى اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاقْسِمْ مَالِيْ نِصْفَيْنِ وَلِيَ اِمْرَ أَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَااِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِيْ اُطَلِّقُهَا فَاِذَا اِنْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجَهَا قَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَ مَالِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ))[1]

ترجمہ: جب (مہاجرین) مدینہ میں آئے تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان مواخات قائم فرمادی۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع کو بھائی بنادیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ میں سب انصاری لوگوں میں مالدار ہوں میں اپنے مال کے دو حصے کرتاہوں اور میری دو بیویاں ہیں تم دونوں کو دیکھو جو پسند آئے مجھ کو بتاؤ کہ میں اسے طلاق دے دوں جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کرلینا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ نے فرمایااللہ تمہاری بیویوں اور مال میں برکت دے تمھارا بازار کدھر ہے؟۔

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے انصار اور مہاجرین میں ایسی محبت قائم ہوئی کہ آج تک تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور یہ محبت اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے قائم ہوئی تھی۔ انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کی دل کھول کر مدد کی اور اپنی آدھی زمین ان کو دے دی کہ وہ اس میں کاشت کریں۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہوگئی اور یہودیوں کی اجارہ داری کا خاتمہ ہونے لگا۔ اس مال کو مسلمانوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا شروع کردیا جس کی بدولت اسلام کی اشاعت میں بہتری آنے لگی

III. اسلامی ریاست کا قیام

مدنی دور میں دعوت کی بدولت ریاست مدینہ کا قیام ممکن بنانا تھا تاکہ مسلمان اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں اور اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ کرسکیں۔ حضور ﷺ کا اسلامی ریاست کے قائم کرنے کا یہ مقصد تھا کہ نیکیوں کو فروغ حاصل ہو اور اسلامی ریاست میں ہر فرد کا یہ فرض بنتا ہے کہ نیکی کے کاموں کو فروغ دے اور برائیوں کا قلع قمع کیا جائے اور اس کے لیے اپنی حتی المقدور کوشش کرے

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾[2]

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 3780

[2] المائدہ: 5 / 2

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔

نبی ﷺ نے اسلامی ریاست قائم کرنے کے لیے اس لیے جدوجہد کی تاکہ دین کا نظام قائم کیا جائے اور بنی نوع انسان تک دین کی دعوت پہنچ جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ [1]

ترجمہ: جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

کفار مکہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے تھے۔ چنانچہ دین پر عمل کرنا مشکل ہو گیا تھا ان حالات میں ضروری تھا کہ مسلمان مکہ سے کسی دوسری جگہ ہجرت کریں۔ کیونکہ ایسی جگہ جہاں اسلام پر عمل نہ کرنے دیا جارہا ہو وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پورے عرب سے مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ مدینہ آنے والے تمام مہاجرین قریش کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی وجہ سے اسلام کا ایک مرکز بن گیا اور مسلمانوں نے دین کی دعوت اور اشاعت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ اہل مکہ اسلام قبول نہیں کرتے تو حضور ﷺ نے اسلام کی اشاعت کے لیے اپنی توجہ مدینہ منورہ پر مرکوز کر دی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ کو اسلام کا مرکز بنایا جائے۔

اسلام آفاقی مذہب ہے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ایک مثالی ریاست ضروری تھی جہاں اسلامی احکامات کو عملی طور پر نافذ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق زندگی گزاری جائے اور یہ سب کچھ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسی ریاست قائم نہ ہو جہاں تمام امور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق انجام دیے جائیں۔ اس کے لیے ایک ایسا معاشرہ درکار تھا جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہو۔

---

[1] النور:24 / 55

١٧. امن کا قیام

معاشرے کی ترقی کے لیے معاشرے میں امن کا قیام ضروری ہے اور جس معاشرے میں امن نہ ہو وہاں کے افراد ترقی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو فطرت پر پیدا کیا ہے اور جب انسان فطرت سے بغاوت کرتا ہے تو معاشرے میں قتل و خونریزی عام ہو جاتی ہے اور معاشرے کا امن تباہ ہو جاتا ہے۔ یہی حالت دنیا میں حضور ﷺ کی بعثت کے وقت تھی۔ اور بالخصوص عرب میں جہالت عام تھی۔ مدینہ میں اوس اور خزرج دو بڑے قبائل تھے لیکن یہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ ادھر قریش بھی مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ اس لیے دعوت کی کامیابی کے لیے مدینہ میں امن کا قیام ضروری تھا۔ مدینہ میں یہود کے قبائل بڑی طاقت رکھتے تھے لیکن یہود اسلام کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔ جب حضور ﷺ نے بنوت کا اعلان کیا تو یہودیوں نے حسد کی وجہ سے حضور ﷺ کی مخالفت شروع کر دی اور درپردہ منافقین کی حمایت کرنے لگے۔ یہود کی یہ روش تھی کہ حق کو باطل کے ساتھ ملایا کرتے تھے۔ اس لیے حضور ﷺ نے سب کے ساتھ ایک معاہدہ کرنا ضروری سمجھا تاکہ دعوت کا کام بہتر طریقے سے سرانجام پاسکے۔ اس معاہدے کی رو سے سب لوگوں کو ایک قوم کی حیثیت حاصل ہو گئی اور ان معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے والے کے خلاف سب نے ساتھ دینے کا عہد کیا۔ نیز یہود کے ساتھ معاہدہ کیا گیا:

"وَ اَنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا دَامُوْا مُحَارِبِيْنَ "[1]

ترجمہ: مسلمان جب تک حالت جنگ میں رہیں گے یہودی مسلمانوں کے ساتھ خرچ کرنے میں شامل ہوں گے۔

پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے مدینہ کے گردونواح کے قبائل کے ساتھ بھی معاہدے کیے اور اس سب کا مقصد دعوت کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنا تھا۔

٧. دشمنان اسلام کی سازشوں کا مقابلہ کرنا

دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے جو لوگ اسلام کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ مدینہ میں حضور ﷺ کی ہجرت کے بعد اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک حضور ﷺ کے ایک صحابی کے حوالے سے بیان فرماتے:

---

[1] علی بن عبدالکافی (المتوفی: 756ھ)، السیف المسلول علی من سب الرسول، محقق، ایاد احمد الغوج (عمان: دار الفتح، طبع اول، 1421ھ) ص: 336

قریش مکہ نے ایک خط عبداللہ بن ابی اور اس کے ہمنوا اوس اور خزرج کے دوسرے بت پرستوں کو لکھا جب حضور ﷺ جب مدینہ میں تشریف لا چکے تھے اور یہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ انہوں نے لکھا کہ تم لوگوں نے ہمارے آدمی کو پناہ دے دی ہے اور ہم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ تم لوگ یا تو اس سے جنگ کرو یا اس کو نکال دو ورنہ ہم سب مل کر تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہارے جوانوں کو قتل کریں گے اور عورتوں کو اپنے قبضے میں لے لیں گے۔ یہ خط جب عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ بت پرستوں کو پہنچا تو وہ حضور ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ جب اس بات کی خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ نے ان ملاقات کی اور فرمایا'' قریش کی دھمکی سے تم لوگ بہت زیادہ متاثر ہو گئے ہو اور وہ تمہارا اتنا نقصان نہیں کر سکتے جتنا نقصان تم خود اپنے ہاتھو کرنا چاہتے ہو کیا تم اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں سے قتال کرنا چاہتے ہو؟

((فَلَمَّا سَمِعُوْا ذَالِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ تَفرَّقُوْا))[1]

ترجمہ: جب انہوں نے حضور ﷺ سے یہ سنا تو تتر بتر ہو گئے۔

اس سے پھر قریش مکہ کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا کہ مدینہ والوں نے حضور ﷺ کو اپنے دیس سے نکالنے کی قریش مکہ کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

VI. دعوت توحید

` مدینہ منورہ میں دعوت کا مقصد توحید کی دعوت دینا تھا تاکہ اسلام پوری دنیا تک پھیل جائے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ملی۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا﴾[2]

ترجمہ: جن لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں ان کو بھی مقابلہ کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔

---

[1] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث (المتوفی: 275ھ)، سنن ابوداؤد، (بیروت: المکتبہ العصریہ صیدا)، حدیث نمبر: 3004 (شیخ البانی نے صحیح قرار دیا)

[2] الحج: 39/22

غزوہ احد میں ابوسفیان نے جب حضور ﷺ کی وفات کی خبر سنی تو دو بار پکار کر کہا کہ کیا تم میں محمد ﷺ موجود ہیں ؟ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو جواب نہ دینا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر کہا کہ کیا تم میں ابن ابی قحافہ موجود ہیں ؟اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو جواب نہ دینا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر کہا کیا تم میں ابن خطاب موجود ہیں ؟اس پر حضور ﷺ نے فرمایااس کو جواب نہ دینا۔ پھر (ابوسفیان) اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوااور کہنے لگا ! یہ سب مارے گئے۔اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے ۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیااور کہا کہ اللہ کے دشمن یہ سب اللہ کے فضل سے تجھے ذلیل کرنے کے لیے زندہ ہیں۔ پھر ابوسفیان کہنے لگا۔

((اُعْلُ هُبُلْ، اُعْلُ هُبُلْ))

ترجمہ: اے ھبل تو اونچا ہو جا !اے ھبل تو اونچا ہو جا !

اس پر حضور ﷺ نے فرمایااس کو جواب دو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا جواب دیں ؟نبی ﷺ نے فرمایا کہو کہ :

((اللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلْ))

اللہ سب سے اونچا اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اس پر ابوسفیان نے کہا۔

((اَلَا لَنَا الْعُزَّی وَلَا عُزَّی لَکُمْ))

ہمارے لیے عزی ہے اور تمہارا عزی نہیں۔

اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کہو:

((اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلیٰ لَکُمْ))[1]

اللہ ہمارا دوست ہے اور تمہارا کوئی دوست نہیں۔

---

[1] الطبری، محمد بن جریر (المتوفی 310ھ) ،تاریخ طبری،(بیروت: دار التراث) باب غزوہ احد،2 / 526

حضورﷺ توحید پر زور دیتے تھے اور اسلام کا غلبہ کتنا مطلوب تھا کہ جب ابو سفیان نے بت کا نعرہ لگایا تو فوراً حضورﷺ نے اپنے اصحاب کو اس کو جواب دینے کا کہا کہ یہ بت جن کو تم دوست بناتے ہو ان کے مقابلے میں ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی دوستی اور مدد کافی ہے۔اس میں یہ اظہار ہے کہ تم بتوں سے دوستی کرتے ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا پسند کرتے ہیں۔

VII. اہل مدینہ کی شجاعت

حضورﷺ کی مدینہ میں اسلام کی دعوت اس لحاظ سے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے کہ اہل مدینہ بہت بہادر تھے۔ عرب میں ان کی شجاعت بہت مشہور تھی اور اس کی وجہ ان کی وہ سابقہ جنگیں تھیں جن میں انہوں نے بہادری کے جوہر دکھائے تھے ۔اوس اور خزرج کے قبائل کے درمیان بھی خونریز جنگ ہوئی تھی۔ لیکن کسی نے بھی اپنی شکست تسلیم نہ کی تھی اور اہل عرب ان کی شجاعت سے واقف تھے۔اس لیے مدینہ میں دعوت دینا اور اہل مدینہ کا اسلام لانا ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔

''سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں نے گرفتار کرلیا اور ان کو مارتے ہوئے مکہ لے آئے اور ان کے سر کے بال کھینچتے جاتے تھے۔اس پر مکہ کے ایک شخص نے کہا کہ کیا تمہارا کسی کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے تو اس پر سعد بن عبادہؓ نے جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کا نام لیا کہ میں اپنی تجارت کے زمانے میں اس کو بچاتا رہا ہوں اور حارث بن حرب کو بھی بچاتا رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے ان کو پکارا۔جب ان کو اس کے پکارنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟اس نے کہا کہ سعد بن عبادہ۔ان دونوں نے کہا اس نے سچ کہا واللہ! وہ ہماری تجارت کے زمانے میں ہمیں پناہ دیا کرتا تھا اور اپنی بستی میں ان لوگوں کو ظلم کرنے سے روکتا تھا۔پھر وہ دونوں آئے اور سعد کو ان کے ہاتھوں سے چھڑایا اور وہ چھوٹ کر چلے گئے۔''[1]

VIII. سماجی مساوات

مدینہ کو دعوت کے لیے منتخب کرنے کا ایک مقصد یہ تھا کہ سماجی مساوات قائم ہو جائے تاکہ دنیا میں جو طبقاتی کشمکش ہے اس کا خاتمہ کیا جائے اور یہ ایک ایسی ریاست ہو کہ دنیا کے لیے نمونہ بنے اور اس کے لیے یہ ذہنی طور پر پہلے سے تیار تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں:

''مکہ،طائف اور مدینہ کی شہری مملکتوں میں جو سیاسی نظام موجود تھا وہ سماجی مساوات پر مشتمل تھا۔سب آزاد اور برابر کے ہوتے تھے اور محض عقل اور تجربہ کی وجہ سے کسی کو سردار منتخب کرتے تھے۔اس ماحول میں رچے ہوئے ہونے کے باعث انہیں دنیا پر

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 1 / 450

جب حکمرانی کا موقع ملے تو سب سے زیادہ انسانی مساوات کی توقع ان سے ہو سکتی تھی اور رنگ، زبان اور وطن کے اختلافات کو بے اثر قرار دینے کی ان سے جتنی امیدیں ہو سکتی تھیں نہ برہمنیت میں ممکن تھی نہ رومیت اور ایرانیت میں، نہ طبقات کا تفرقہ ذہنوں میں اتنا راسخ تھا کہ نکالنے سے نہ نکل سکتا تھا۔"[1]

IX. فتنہ کا خاتمہ

حضور ﷺ کی مدینہ میں دعوت کا مقصد فتنہ وفساد کا خاتمہ کرنا اور اسلام کو غالب کرنا تھا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِ نِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: اور ان سے اس وقت تک لڑو جب تک فساد نابود نہ ہو جائے اور (ملک) میں اللہ ہی کا دین ہو جائے۔ اور اگر وہ (فساد سے) باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔

جب کفار مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو حضور ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا۔ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کو کفار کی اسلام کے خلاف سرگرمیوں کی سرکوبی کرنے کے لیے جہاد کی اجازت دی گئی۔ مدنی دور میں کفار کے خلاف کئی جنگیں لڑی گئیں تاکہ ان کے اسلام کے خلاف فتنے کی سرکوبی کی جائے۔ اسلام میں صرف ان لوگوں کے خلاف لڑنے کی اجازت ہے جو دین پر عمل کرنے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾[3]

ترجمہ: راہ صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے دردناک سزا ہے۔

---

[1] حیدر آبادی، حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: 31

[2] سورۃ البقرہ: 2 / 193

[3] الشوریٰ: 42 /

مسمانوں کی دشمنی ان کفار کے ساتھ تھی جو ان کو اسلام سے روکتے تھے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھتے تھے۔ اسلام نے ان کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مسلمانوں نے جنگ صرف ان کفار کے خلاف لڑی جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے تھے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿اِنَّمَا يَنْهٰاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِ كُمْ ﴾[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے منع کرتا ہے جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔

اس لیے تلوار صرف ان لوگوں پر چلائی جائے گی جو زمین میں اللہ کے احکامات پر عمل کرنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالیں ان پر دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور جو قوتیں اسلام کے خلاف سرگرم رہتی تھیں ان کو بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ سے غیر مسلموں کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ ہو گیا۔

حضور ﷺ کی آمد سے پہلے مدینہ میں دو طبقے بنے ہوئے تھے ان میں ایک مشرکین اور دوسرے یہودی تھے۔ ان کی آپس میں لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ مدینہ کے یہودی سودی کاروبار کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو انہوں نے اپنے سودی کاروبار کے قرضوں کے بوجھ تلے دبایا ہوا تھا۔ مدینہ کے یہود پہلے ایک نبی کی آمد کا انتظار کر رہے تھے لیکن جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو انہوں نے نبی ﷺ کی رسالت کو ماننے سے انکار کر دیا۔۔ مدینہ میں دعوت دینے کا مقصد یہ تھا ایسے افراد تیار کیا جائیں جو اسلامی تعلیمات کو پوری دنیا تک پھیلا دیں۔ اس کے لیے ایک ایسی ریاست کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں ہر طبقہ کے حقوق کا تحفظ حاصل تھا۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں کے مالی استحکام کے لیے ان میں اخوت قائم کی تاکہ وہ دعوت کا کام بہتر انداز سے کر سکیں۔ دعوت کو دنیا میں پھیلانے کے لیے ایک ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں امن ہو تاکہ ہر کوئی خوش اسلوبی سے دین کی تعلیمات پر عمل کر سکے اور دوسروں تک اسلام کا پیغام پہنچا سکے۔

---

[1] الممتحنۃ: 60 / 9

باب دوم

مدنی عہد میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے اسالیب

فصل اول: عوام الناس کو دعوت

فصل دوم: سرداران قبائل کو دعوت

فصل سوم: امراء کو دعوت

فصل اول:

عوام الناس کو دعوت

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا﴾[1]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے ۔

حضور ﷺ سے پہلے جو انبیاء آئے وہ کسی خاص قوم یا خاص علاقہ کی طرف بھیجے گئے تھے لیکن نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اس لیے نبی ﷺ کی دعوت کے مخاطبین خواص کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی ہیں

دعوت کی لغوی تعریف: دعوت کا لفظ" دع و" سے ماخوذ ہے اس کے معنی کسی چیز کی طرف بلانے کے ہیں۔

معجم مقاییس اللغہ میں ہے:

"وَهُوَ اَنْ تَمِيْلُ الشَّيْءِ اِلَيْكَ بِصَوْتٍ وَكَلَامٍ يَكُوْنُ مِنْكَ تَقُوْلُ : دَعَوْتُ اَدْعُوْ دُعَاءً "[2]

ترجمہ: اور(دعوت)یہ ہے کہ تو کسی چیز کو اپنی طرف آواز یا کلام سے پکارے جیسے تو کہے میں نے بلایا، میں بلاتا ہوں، پکارنا وغیرہ

موسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں دعوت کی اصلاحی تعریف یہ بیان کی ہے

"طلب الدخول فی الدین والاستمساك به "[3]

ترجمہ: دین میں داخل ہونا اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطالبہ ہے۔

---

[1] النساء: 4 / 79

[2] احمد بن فارس،(المتوفی: 395ھ) ، معجم مقاییس اللغۃ، محقق،عبد السلام محمد ہارون (بیروت:،دار الفکر،، طبع،1399ھ) 279/2

[3] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ (کویت: وزارت اوقاف، طبع سوم،1427ھ)321/20

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَی اللہ ﴾[1]

ترجمہ: اور اس سے اچھی بات کس کی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔

ان تعریفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعوت سے یہ مراد ہے کہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانا اور ان کو دین سے آگاہ کرنا اور ان کو دین اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی جائے اور اور جب دین میں داخل ہو تو اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جائیں اور دین اسلام کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

اسلوب سے مراد طریقہ ہے۔

المعجم الوسیط میں اسلوب کی تعریف ہے

"الاسلوب الطریق ویقال سلکت اسلوب فلان فی کذا" [2]

ترجمہ : اسلوب سے مراد طریقہ ہے، جیسے کہا جاتا ہے میں نے اس کام میں فلاں کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

اسلوب کی جمع اسالیب ہے۔

لسان العرب میں اسلوب کی تعریف ہے۔

''والاسلوب با الضم ،الفن ،یقال : اخذ فلان فی اسالیب من القول "

ترجمہ: اسلوب جب پیش کے ساتھ ہو، اس سے مراد فن ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے بات کرنے میں یہ اسلوب اختیار کیا۔

داعی کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے ایسے انداز اور طریقہ کار کو اختیار کرے جس سے مدعودین کی طرف مائل ہو جائے اور اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔

دعوت دین اسلام کی طرف لوگوں کو بلانا ہے اور اسلوب سے مراد وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے دعوت دی جائے۔ گویا دعوت اور اسلوب ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں کیونکہ جب دعوت کے لیے صحیح اسلوب اختیار نہیں کیا جائے گا تو دعوت مؤثر نہ ہو گی۔

---

[1] سورۃ فصلت، 41 : 33

[2] ابراہیم مصطفیٰ، احمد زیات، حامد عبد القادر، محمد نجار، المعجم الوسیط (قاہرہ: دار الدعوۃ)

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے اپنے نبی اور رسول بھیجے اور ان کو دعوت کے اسالیب سمجھائے۔ حر:ت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس دعوت کے لیے بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرمی ست دعوت دینے کا حکم دیا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَقُوْلاَ لَه' قَوْلاً لَيِّناً لَعَلَّه' يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾[1]

ترجمہ: اس کے ساتھ تم نرمی سے بات کرنا۔ شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔

یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرمی کا اسلوب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

اس سے اسالیب دعوت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ان نبیوں کی نبوت محدود تھی۔ ان میں کوئی کسی علاقے کے لیے، کوئی کسی مخصوص قبیلے کے لیے آیا، لیکن حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت لے بھیجا۔ حضور ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا۔

حضور ﷺ دعوت دیتے وقت خاص اسالیب اختیار فرماتے جس کی وجہ سے قبائل میں اسلام تیزی سے پھیلا۔

آپ ؐ کے عوام الناس کو دعوت دینے کے اہم اسالیب یہ ہیں۔

I. نرمی اختیار کرنا

عوام الناس کو دعوت دیتے ہوئے نبی ﷺ نرمی کا اسلوب اختیار فرمایا کرتے تھے۔ نرمی سے دعوت دینے سے بات دل پر اثر کرتی ہے جبکہ سختی کی وجہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور مدعو داعی کے ساتھ دشمنی اختیار کر لیتا ہے اور اس کی وجہ سے دین سے دور ہو جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُوْا مِنْ حَوْلِكَ ﴾[2]

---

[1] سورۃ طٰہٰ: 20 / 44

[2] آل عمران: 3 /159

ترجمہ: پس اے نبی ﷺ آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیے نرم دل ہیں اگر آپ سخت خو اور سخت دل ہوتے تو سب آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

اس سلسلے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ملاحظہ ہو جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

((اِذْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوهُ حَتَّى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ اِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لاَ تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَالْبَوْلِ وَلاَ الْقَذَرِ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلَاةِ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ قَالَ فَاَمَرَ رَجُلًا مِنْ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ))[1]

ترجمہ: ہم حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مسجد میں اتنے میں ایک اعرابی آیا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا ہائیں ہائیں کیا کرتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا اس کا پیشاب مت روکو، جانے دو۔ لوگوں نے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ پیشاب کر چکا تو نبی ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ مسجدیں پیشاب اور نجاست کے لائق نہیں ہیں۔ یہ تو اللہ کی یاد اور نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہیں یا ایسا ہی کچھ نبی ﷺ نے فرمایا۔ پھر ایک شخص کو حکم کیا وہ ایک ڈول پانی کا لایا اور اس پر بہا دیا۔

اعرابی حضور ﷺ کے اخلاق سے بہت متاثر ہوا اور جب اپنے قبیلہ میں گیا تو اس بات کا ذکر کیا۔ اعرابی کا یہ کہنا اس کے قبیلہ والوں کے لیے اسلام کی دعوت کا ذریعہ بن گیا اور اس کا پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ جس قبیلہ کے ایک آدمی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا، اسی قبیلہ کے تمام افراد دوبارہ مسجد میں اس لیے آئے کہ مسجد کا احترام کریں اور اس میں ایک خدا کے سجدہ کر کے اپنی اطاعت و فرنبرداری کا اظہار کریں۔[2].

حضور ﷺ جب کوئی داعی بھیجتے تو اس کو بھی نرمی کی تللقین فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمرو بن مرہ الجھنی رضی اللہ عنہ کو ان کے قبیلے کو دعوت دینے کے لیے بھیجا تو ان کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

((عَلَيْكَ بِا الرِّفْقِ وَالْقَوْلَ السَّدِيْدِ وَلَا تَكُنْ فَظًّا وَلاَ مُتَكَبِّرًا وَلَا حَسُوْدًا))[3]

---

[1] مسلم، مسلم بن الحجاج (المتوفی: 261ھ)، صحیح مسلم،، محقق، محمد فواد عبدالباقی (بیروت: داراحیاء التراث العربی) 1 /236، حدیث نمبر 285

[2] مولانا وحید الدین خاں، دعوت اسلام دعوتی اور تعارفی مضامین (لاہور: دار التذکیر) ص:165

[3] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 320/2

ترجمہ: نرمی اختیار کرنا،اور صحیح سچی بات کرنا، سخت کلامی، تکبر اور حسد نہ کرنا۔

حضور ﷺ کے پاس عام لوگ دین سیکھنے کے لیے آتے تھے اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو نبی ﷺ ان سے در گزر فرمایا کرتے تھے۔اس کا ان پر بہت گہرا اثر پڑتا تھا اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔

II. معاہدات کرنا

مدینہ میں اسلام کی اشاعت کے لیے حضور ﷺ نے معاہدات کیے جیسے یہود کے ساتھ معاہدہ کیا گیا

"وَ اَنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا دَامُوْا مُحَارِبِيْنَ "[1]

ترجمہ: مسلمان جب تک حالت جنگ میں رہیں گے یہودی مسلمانوں کے ساتھ خرچ کرنے میں شامل ہوں گے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ معاہدات کی صورت میں مدینہ میں امن قائم ہو گا اور دعوت کے لیے ساز گار ماحول میسر ہو گا۔

اور یہاں تک کہ اگر ان کا کوئی فرد کہیں باہر جاتا تو اس کو حضور ﷺ سے اجازت طلب کرنا پڑتی تھی۔ مختلف قبائل نے نہ چاہتے ہوئے بھی حضور ﷺ کو مدینہ کا سربراہ تسلیم کر لیا۔اس سے مدینہ میں دعوت کا کام کرنے میں آسانی پیدا ہو گئی۔

III. **مکالمہ** : حضور ﷺ دعوت دینے کے لیے مکالمہ کا طریقہ اختیار فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا انداز دعوت عام فہم اور ہر شخص کی عقل کے مدارج کے مطابق ہوتا تھا۔ کبھی حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کرتے اور کبھی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور ﷺ کے ساتھ مکالمہ کرنے کے لیے روانہ فرمایا تاکہ ان کے سوال وجواب سن کر لوگ ہدایت حاصل کر سکیں۔

اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک روز ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک اجنبی آیا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ حضور ﷺ کے گھٹنوں پر اس طرح رکھ دیے جیسے پرانی دوستی ہو اور یوں بات چیت شروع کی۔اے محمد ﷺ! اسلام کیا ہے؟اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اپنے (دل وزبان) سے اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے

[1] علی بن عبد الکافی، السیف المسلول علی من سب الرسول، ص: 336

رسول ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ توفیق دے تو بیت اللہ کا حج کرو۔ نیز اس نے مزید سوالات بھی کیے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

((هَذَا جِبْرَائِيْل جَاءَ لِيُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ))[1]

ترجمہ: یہ جبرائیل تھے جو لوگوں کو دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔

IV. **اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ:** حضور ﷺ لوگوں کو اسلام کی جانب مائل کرنے کے لیے اقلیتوں کے حقوق کا خیال رکھتے تھے تاکہ ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ کیا جائے۔ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا قانون رسول اکرم ﷺ کے مدنی دور میں جاری ہوا جس میں اقلیتوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے

((ألا من ظلم معاهدا أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيام))[2]

ترجمہ: خبردار! جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق چھین لیا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا یا اس کی مرضی کے بغیر کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔

V. تالیف قلوب:

اسلام سے نفرت کرنے والے ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اسلام کی حقانیت کا یقین نہیں ہوتا اور وہ لاعلمی و جہالت کی وجہ سے اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ نے ہمیشہ نہایت ہمدردانہ سلوک کیا اور ان کے دلوں کو اسلام کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَمّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٌ آثَرَ النبى ا ُ نَاسًا فِى الْقِسْمَةِ ،فَاَعْطَى الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ لْإِابِلِ وَ اَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذَلِكَ وَ اَعْطَى اُنَاسًا مِنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ فَآ ثَرهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْقِسْمَةِ))[1]

---

[1] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان والشرائط الساعۃ، حدیث نمبر: 10

[2] ابوداؤد، سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: 3052 (حمید بن زیاد کی روایت سے اس کو حسن قرار دیا گیا)

ترجمہ: حنین[2] کی لڑائی کے بعد حضور ﷺ نے لوگوں میں مال غنیمت کی تقسیم میں بعض لوگوں کو زیادہ دیا۔ جیسے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اتنے ہی اونٹ عیینہ کو دیئے اور کئی عرب کے اشراف لوگوں کو اس طرح تقسیم میں زیادہ دیا۔

اس سلسلے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ رَسولَ اللهِ ﷺ لَمْ یَسْأَلُ شَیْئًا عَلَی الْاِسْلَامِ اِلاَّ اَعْطَاهُ قَالَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَسأَلَهُ فَأَمَرَلَهُ بشیاه کَثِیْرَةٍ بَیْنَ جَبَلَیْنِ مِنْ شِیَاهِ الصَّدَقَةقَالَ فَرَجَعَ اِلَی قَوْمِهِ فَقَالَ یَاقَوْمِ اَسْلِمُوْافَاِنَّ مُحَمَّدًایُعْطِی عَطَاءًلَّایَخْشَی ٱلْفَاقَۃَ)) [3]

ترجمہ: اسلام پر حضور ﷺ سے کوئی جو چیز بھی مانگتا تھا حضور ﷺ اس کو دے دیتے تھے۔ پس آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مال مانگا۔ تو نبی ﷺ نے اسے زکوۃ کی بکریوں میں سے دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی بہت ساری بکریاں عطا کیں تو وہ شخص بکریوں کو سمیٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچا تو کہنے لگا، اے میری قوم کے لوگو! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد ﷺ ایسا دیتے ہیں کہ انہیں فقر و فاقہ کا ڈر نہیں ہوتا۔

دعوت دینے والے کو اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرنا چاہیے۔ آج اگر ہم میں سے ہر فرد اپنی کمائی کا ایک خاص حصہ دین کی اشاعت کے لیے وقف کر دے تو دعوت کے میدان میں بہت بڑی کامیابی مل سکتی ہے۔ کیونکہ مال خرچ کرنے سے لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ آج امت مسلمہ دین اسلام کی اشاعت صرف اس صورت میں کر سکتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے مال خرچ کیا جائے اور اس کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔ آج اگر ایک محلہ کے افراد مل کر کسی طالب علم کو اچھی تعلیم دلوا دیں تو ہمارے معاشرے میں تعلیم کو فروغ مل سکتا ہے اور دین کی اشاعت کا کام بہتر انداز میں کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الخمس، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم حدیث نمبر: 3150

[2] حنین: مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے (معجم البلدان، شھاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی الحمری (المتوفی: 626ھ) (بیروت: دار صادر، طبع دوم، 1995ء) 313/2

[3] ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق (المتوفی: 311ھ) صحیح ابن خزیمہ، تحقیق، محمد مصطفی الاعظمی، (المکتب الاسلامی: طبع ثالث، 1424ھ،) باب اعطی رؤس الناس و قادتھم علی الاسلام، حدیث نمبر: 2371

VI. وعظ و نصیحت کے لیے مناسب وقت کا تعین

وعظ و نصیحت مناسب اوقات میں دینی چاہیے۔ جب ایک شخص داعی کی بات سننے پر تیار ہو تو اس وقت اس کو دعوت دی جائے اس لیے غیر مناسب اوقات میں دعوت دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ وعظ و نصیحت کے لیے مناسب وقت رکھتے کیونکہ مناسب وقت پر دعوت دینا ہی سود مند ہوتا ہے۔ بے موقع دعوت نقصان کا باعث بنتی ہے اور سننے والے داعی سے متنفر ہو جاتے ہیں ۔

حضرت ابی وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

((كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ ؟ قَالَ اَمَا اِنَّهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذَالِكَ اِنِّی اَكْرَهُ اَنْ اُمَلِّكُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النبی ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا))[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ کیا کرتے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن ! میری خواہش ہے آپ روزانہ وعظ و نصیحت کریں۔ انہوں نے فرمایا مجھے تمھارے اکتا جانے کا خوف ہے اور میں وعظ میں تمہاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ حضور ﷺ اس خیال سے کہ ہم اکتا نہ جائیں وعظ کے لیے ہمارے فرصت اوقات کا خیال رکھتے تھے۔

دعوت کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اس میں مدعو کی نفسیات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ دعوت کا یہ طریقہ نہیں کہ دین کی بات صرف دوسروں تک پہنچا دینی ہے بلکہ دعوت کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے اس بات کو سن کر اس کے مطابق عمل کر سکیں۔

VII. رواداری

حضور ﷺ دعوت دینے میں رواداری کا خیال رکھتے تھے۔ اسلام نے رواداری کا درس دیا۔ حضور ﷺ ہر ایک کے ساتھ برابری کا سلوک کیا کرتے تھے اور کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے تھے۔ اس رواداری کی وجہ سے غیر مسلم اسلام کی جانب مائل ہوئے۔

اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ، حدیث نمبر: 70

ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا تو وہ بیمار ہو گیا۔ حضور ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے اس کو کہا کہ اسلام لے آؤ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا۔ اس نے کہا ابو القاسم ﷺ کی اطاعت کرو تو وہ اسلام لے آیا۔ پھر حضور ﷺ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے نکلے

((اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ)) [1]

ترجمہ: سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے اس کو آگ سے بچایا۔

VIII. اصول تدریج

حضور ﷺ دعوت دینے میں تدریج کا خیال رکھا کرتے تھے۔ اہل مدینہ اسلام سے نامانوس تھے اس لیے اگر وہاں تدریج کا اسلوب اختیار نہ کیا جاتا تو دعوت کے خاطر خواہ نتائج بر آمد نہ ہوتے۔ کیونکہ تدریج میں حکمت پوشیدہ ہے اور آہستہ آہستہ انسان کسی بات کا عادی ہوتا ہے اور جب اس اس پر ایک بار ہی کسی چیز کا بوجھ ڈال دیا جائے تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا اس لیے دعوت دیتے وقت اصول تدریج کا خیال رکھا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو۔ سب سے پہلے ان کو توحید اور حضور ﷺ کی رسالت کے اقرار کی دعوت دینا اور اگر وہ اس کا اقرار کر لیں تو ان کو نماز کی طرف دعوت دینا اور ان کو پھر دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر صدقہ فرض کیا ہے جو امیروں سے لیکر غریبوں کو دیا جاتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

((فَاِنْ هُمْ اَطَا عُوْكَ لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَ كَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ)) [2]

ترجمہ: پس اگر وہ اس میں اس میں تمہاری اطاعت کریں تو ان کا اچھا اچھا مال لینے سے اجتناب کرنا۔

اس لئے داعی کو یکبارگی تمام احکامات پر عمل کی دعوت کا کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ تدریج کا خیال رکھنا چاہیے اور جب ایک کام کی طرف لوگ مائل ہو جائیں تو ان کو مزید احکامات کے بارے میں بتایا جائے تاکہ وہ اچھی طرح ان احکامات پر عمل کر سکیں۔۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ حدیث نمبر: 1356

[2] دار قطنی، علی بن عمر، (المتوفی: ۳۸۵ھ)، سنن دار قطنی، (محققین، شعیب الارنوط، حسن عبد المنعم شبلی، عبد الطیف حرز اللہ، احمد برھوم) (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول، 1424ھ) 55/3، حدیث نمبر: 2058 (امام البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے)

IX. پر تاثیر انداز خطابت

دعوت کے مؤثر ہونے کا ایک ذریعہ انداز خطابت ہے۔انداز خطابت جتنا مؤثر ہوگا اتنا دعوت کا کام مؤثر ہوگا۔

حضور ﷺ کا اسلوب خطاب نہایت مؤثر ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف لاتے تو پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ للهِ نَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُه وَ نَعُوْذُ با اللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَاهَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لا اِلَهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ،وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه وَرَسُوْلُهُ اَرْسَلَهُ بِاالْحَقِّ بَشِيْرًاوَ نَذِيْرًابَيْنَ يَدَي السَّاعَةِمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَافَاِنَّهُ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَضُرُّ اللهَ شَيْئًا "[1]

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی سے مدد اور اسی سے بخشش چاہتے ہیں، اور اپنی جانوں کے شر ور سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ان کو قیامت کے قریب ہی حق پر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا۔جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو بیشک وہ ہدایت پا گیا اور جو دونوں کی نافرمانی کرے تو وہ اپنا نقصان کرے گا اور اللہ تعالی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

اور نبی ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو نبی ﷺ کی کیفت تبدیل ہو جاتی۔

"كَانَ اِذَاخَطَبَ اَحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَ عَلَا صَوْتِهِ وَ اِشْتَدَّ غَضَبَهُ حَتَّى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْش "[2]

ترجمہ: جب نبی ﷺ خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی اور شدید غصہ میں ہوتے جیسے دشمن کے کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں۔

لہذا دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ داعی پر اثر انداز خطابت اختیار کرے تا کہ سامعین پر اس کا گہرا اثر ہو۔

---

[1] ابن قیم، محمد بن ابی بکر،(المتوفی: 571ھ) ،زاد المعاد فی هدی خیر العباد(بیروت:مؤسسۃ الرسالہ، طبع ستائیسویں،1415ھ) 1 /411

[2] ایضاً

X. گفتگو میں ٹھہراؤ

حضور ﷺ کی گفتگو میں تیزی نہ تھی بلکہ نبی ﷺ آہستہ آہستہ بولتے تھے اور گفتگو میں اس قدر ٹھہراؤ ہوتا کہ سننے والا اس کو آسانی سے سمجھ سکتا اور اسے یاد کر سکتا تھا۔

اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ العَادُ لَاَحْصَاهُ))[1]

ترجمہ: حضور ﷺ اس طرح بات کرتے کہ اگر کوئی شخص آپ کے (الفاظ) کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

داعی کو جلدی جلدی نہیں بولنا چاہیے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر بات کرنی چاہیے تاکہ سننے والے کو بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔

XI. دعوت کے لیے لوگوں کو اپنے قریب کرنا

حضور ﷺ جب دعوت دیتے تو سامعین کو اپنے قریب بیٹھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ انسان جتنا دور بیٹھا ہوگا اتنی ہی اس کو داعی کی بات سننے میں مشکل ہوگی۔ اس لیے نبی ﷺ خاص طور پر امام کے قریب بیٹھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن فضیلت والے اعمال کے ساتھ ایک عمل امام کے قریب بیٹھ کر خطبہ سننا قرار دیا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جمعہ والے دن فضیلت والے اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَدَنَا وَ اِسْتَمَعَ وَ اَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ وَ زِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَ مَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا))[2]

ترجمہ: جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لیے آیا اور امام کے نزدیک ہوا اور خطبہ خوب سنا اور خطبہ ہوتے وقت چپ رہا اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ اور ساتھ تین دن کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو کنکریوں کے ساتھ کھیلتا ہٹاتا رہا اس نے بے فائدہ کام کیا۔ دوران خطبہ حضور ﷺ نے کلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ خطبہ کے دوران باتیں کرنے سے

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب، صفۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر: 3567

[2] الترمذی، محمد بن عیسیٰ (المتوفی: 279ھ)، سنن الترمذی، تحقیق، احمد محمد شاکر اور محمد فواد الباقی، وابراہیم (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، طبع دوم، 1395 ھ) باب الوضوء یوم الجمعۃ، حدیث نمبر: 498 (امام البانی نے اس کو صحیح کہا ہے)

دوسرے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں اور مسجد کا تقدس نہیں رہتا۔اس لیے خطبہ کے دوران بولنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ ہر آدمی غور کے ساتھ خطبہ سنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ))[1]

ترجمہ: جب تونے اپنے ساتھی سے کہا کہ چپ ہو جا اور امام خطبہ دے رہا ہو تو تونے لغو کام کیا۔

گویا جب امام خطبہ دے رہا ہو تو کسی کو چپ کرانے کی اجازت بھی نہیں۔

عصر حاضر میں لوگوں کی دین سے دوری کی ایک وجہ خطبہ جمعہ کو نہ سننا بھی ہے اکثر لوگ جو خطبہ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں وہ توجہ سے خطبہ جمعہ نہیں سنتے اور بعض لوگ اس وقت مسجد میں جاتے ہیں جب جمعہ کا خطبہ ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ وعظ و نصیحت سے محروم رہ جاتے ہیں۔اس لیے جمعہ کے دن بروقت مسجد میں جانا چاہیے اور خاموشی سے خطبہ سننا چاہیے۔

XII. صلاحیتوں کے حامل افراد کو داعی منتخب فرمانا

حضور ﷺ لوگوں کو دعوت دینے کے لیے ان کے قرآن کی تعلیم کا بندوبست فرمایا کرتے تھے۔قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے اور انسانوں کی رہنمائی کے لیے نازل کی گئی ہے اور ہر دور کے انسان کی رہنمائی صرف اس کتاب کے ذریعے ہی ممکن ہے۔چنانچہ حضور ﷺ دعوت دینے کے لیے خاص طور پر قرآن کی تعلیم کا انتظام فرمایا کرتے تھے اور اس کو اتنی اہمیت دی کہ ہجرت سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ حضرت بلال ؓ کو داعی بنا کر مدینہ روانہ فرمایا تاکہ:

. "لِيُعَلِّمَا مَنْ اَسْلَمَ الْقُرْاٰنَ وَ يَدْعُوْ اِلَى اللهِ"[2]

ترجمہ: تاکہ جو شخص مسلمان ہو اس کو قرآن سکھائیں اور اللہ کی طرف دعوت دیں۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب، حدیث نمبر: 932

[2] مقریزی، احمد بن علی(المتوفی: 845ھ)، امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال والاموال والحفدۃ والمتاع، محقق، محمد عبدالحمید النمیسی(بیروت: دارالکتب العلمیہ، طبع اول، 1420ھ) 52/1

دعوت کے کام کے لیے تحریر نہایت اہمیت کی حامل ہے اور تحریر کے بغیر دعوت کا کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عمل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک علم نہ ہو اور علم بغیر تحریر و کتابت حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ حضور ﷺ علم کے حصول پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں حضور ﷺ نے حضرت زید ؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ کتابت سیکھیں اور فرمایا:

((لا ا من ان یبدلوا کتابي))[1]

ترجمہ: مجھے یہود کا ڈر ہے کہ میری تحریر کو بدل دیں گے

حضور ﷺ پر پہلی وحی جو نازل ہوئی اس میں بھی آغاز اقرا کے لفظ سے ہوتا ہے اور اقرء کے معنی پڑھنے کے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾[2]

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا۔

علم سیکھنا نہایت افضیلت کا کام ہے اور علم سیکھنے والوں کے لیے بہت بڑے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔ اس طرح علم سیکھانے کا بھی بہت بڑا اجر ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ عَلِمَ عِلْمًا فَلَهُ اَجْرٌ مَنْ عَمِلَ بِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الْعَامِلِ))[3]

ترجمہ: جس نے کسی کو علم سیکھایا۔ اس کو اس پر عمل کرنے والے کے برابر اجر دیا جائے گا اور عمل کرنے کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔

کیونکہ عمل کے لیے علم ضروری ہے اس لیے علم کی اہمیت پر خصوصی توجہ دی گئی۔ علم انسان کی سوچ کو تبدیل کر دیتا ہے اور اس کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے۔

---

[1] مقریزی، امتاع الاسماع، 1/ 196

[2] سورہ علق: 1/1

[3] قزوینی، محمد بن یزید، (المتوفی ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ، محقق: محمد فواد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ) باب، ثواب معلم الناس الخیر، حدیث نمبر: 240 (امام البانیؒ نے اس کو حسن کہا ہے)

حضور ﷺ کی صحابہ کرامؓ کو علم سیکھانے کی خواہش کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں میں سے جو لوگ فدیہ دینے کی مالی استطاعت نہیں رکھتے تھے حضور ﷺ نے ان کی رہائی کو اس بات سے مشروط کردیا وہ انصار کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔[1]

دعوت کی ذمہ داری ان افراد کو ادا کرنی چاہیے جن کے پاس اس کے لیے صلاحیت موجود ہو۔ دعوت دینے کے لیے علم ہونا ضروری ہے تاکہ دوسروں کو ہدایت کا راستہ دکھاسکے۔ جو شخص خود علم نہیں رکھتا وہ دوسروں کے لیے ہدایت کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ اس لیے دعوت دینے سے پہلے خود علم سیکھنا چاہیے اور پھر دوسروں کو دعوت دینی چاہیے۔

XIII. دعوت توحید

۔اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام بھیجے انہوں نے سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا اور کفار مکہ کو توحید کی دعوت دی۔ جب حضور ﷺ کو کفار مکہ نے جھٹلایا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ میں مشرکین، یہود، نصاریٰ کے مختلف قبائل آباد تھے۔ مدینہ منورہ میں نبی ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا۔

عیسائی دین میں غلو کیا کرتے تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿يَاهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللهِ وَ كَلِمَتُهُ﴾[2]

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزرو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات کے علاوہ کوئی بات نہ کہو ۔بیشک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

یہودی اور عیسائی دین میں غلو کرتے تھے اور اس غلو کرنے کی بدولت راہ ہدایت سے بھٹک گئے۔

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، طبع ششم، جنوری 1978)، 5 /18

[2] النساء: 4 / 171

((اَيُّهَاالنَّاسُ اِيَّاكُمْ وَ الْغُلُو فِى الدِّينِ فَاِنَّمَا اهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُم الغُلُو فِي الدِّيْنِ))[1]

ترجمہ:اے لوگو! دین میں حد سے بڑھنے سے بچو کیونکہ تم سے پہلے دین میں حد سے بڑھنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

اس لیے حضور ﷺ نے جیسے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا تھا اسی کے مطابق مدنی عہد میں بھی سب سے پہلے نبی ﷺ نے عقائد کی درستگی پر زور دیا۔ مدینہ منورہ میں یہودی رہتے تھے اور وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔اس طرح عیسائی تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے عقائد کی درستگی پر زور دیا اور ان کے سامنے توحید کی دعوت پیش کی نیز ان کو یہ بات بھی باور کرائی کہ اسلام کی دعوت نئی نہیں ہے بلکہ یہود اور نصاریٰ کی کتب میں بھی اللہ کی توحید کا ذکر ہے اور یہ بات مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مشترک ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں۔ لہذا نبی ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ ایسی دعوت کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کر لو اور شرک سے باز آجاؤ۔ نبی ﷺ عوام الناس کو دعوت دینے کے لیے ان کے ساتھ نہایت نرمی کا سلوک کیا کرتے تھے۔ان کو دین کی طرف راغب فرمایا کرتے اور اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اس کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔کئی دیہاتی حضور ﷺ کے پاس آکر سخت لہجے میں بات کیا کرتے لیکن حضور ﷺ ان کے ساتھ نرم لہجہ سے بات کیا کرتے تھے۔ان کو اسلام کی جانب مائل کرنے کے لیے ان کو مال عنایت فرمایا کرتے تھے اور ایک ہی بار تمام احکامات نہیں سیکھا دیا کرتے تھے بلکہ ان کے مزاج کے مطابق تھوڑی تھوڑی تعلیم دیا کرتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح اس پر عمل کر سکیں۔ حضور ﷺ اپنے پاس آنے والوں کی نہایت تواضع کیا کرتے تھے اور جو لوگ دین کی باتیں سیکھنے کے آتے ان کو اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے۔ان کو توحید کی دعوت دیتے اور خود سیکھ کر دوسروں کو سیکھانے کی ترغیب دیتے۔ حضور ﷺ نہایت مؤثر انداز سے گفتگو فرماتے اور سننے والے نہایت دلجمعی کے ساتھ نبی ﷺ کی گفتگو کو سنتے تھے۔ان کو نبی ﷺ کی باتیں زبانی یاد ہو جایا کرتی تھیں۔جب خطبہ ارشاد فرماتے تو نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرماتے تھے جس سے سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔

[1] قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی، حدیث نمبر: 3029 (امام البانیؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

فصل دوم: سرداران قبائل کو دعوت

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اس لیے نبی ﷺ کی دعوت کسی ایک علاقہ تک محدود نہ تھی بلکہ نبی ﷺ کی دعوت کا مقصد پوری دنیا میں اسلام کو پھیلانا تھا۔ دعوت دین میں عوام سے زیادہ خواص کا عمل دخل ہوتا ہے اس لیے حضور ﷺ نے عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ سرداروں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ کیونکہ سرداروں کا اپنی قوم میں بہت بلند مقام ہوتا تھا اور عام لوگ ان کی بات مانتے تھے اس لیے ان کے اسلام کی صورت میں اسلام کی اشاعت آسان ہو سکتی تھی اور زیادہ لوگ اسلام کی جانب مائل کیے جا سکتے تھے اس لیے حضور ﷺ سرداروں کو دعوت دینے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

I. سرداروں کو دین سیکھا کر قوم کی طرف بھیجنا

جو شخص دوسروں کو دعوت دیتا ہے اس کے کردار میں بھی تبدیلی آتی ہے۔ حضور ﷺ سرداروں کو عملی طور پر دین سکھاتے۔ اس دوران ان کی خوب خدمت کی جاتی اور ان کو دین سکھایا جاتا اور دین سیکھنے کے بعد ان کی ذمہ داری لگائی جاتی کہ آپ نے اس دین کی دعوت اپنی قوم کو دینی ہے اور ان سرداروں کے اثر سے پھر قوم کے لوگ بہت جلد اسلام لے آتے۔ حضور ﷺ کے پاس حضرت مالک بن حویرث ؓ آئے تا کہ دین کی باتیں سیکھ لیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم بیس دن تک حضور ﷺ کے ساتھ رہے پھر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ارْجِعُوْا اِلَى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ)) [1]

ترجمہ: اپنے گھر والوں کی طرف جاؤ اور ان کو دین سیکھاؤ اور اس کا حکم دو اور جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح نماز پڑھو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دعوت دینے کا کتنا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور اس بات کا انتظار نہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی خود آکر دین سیکھے۔ بلکہ قوم کے سرداروں کو دین سیکھا کر ان کی طرف روانہ فرمایا کرتے اور اس کے لیے بڑی حکمت سے ایسے افراد کا انتخاب فرمایا کرتے جو بہتر طور پر اس کام کو کر سکیں۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث نمبر: 6008

آج ہم پر بھی لازم ہے کہ جن افراد نے علم حاصل کیا ہے وہ دوسرے لوگوں کو دعوت دیں تاکہ ان کی صلاحیوں سے دوسروں کو بھی فائدہ ہو اور وہ علم کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ کریں بلکہ اس سے دوسروں کو بھی مستفید کریں۔ مثال کے طور پر ہمارے پاس جو طلباء پڑھ رہے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی تربیت بھی کریں اور پھر ان کی ذمہ داری بھی لگائیں کہ وہ اس سے استفادہ کرتے ہوئے آگے دعوت کا کام کریں اور لوگوں کو دین کی دعوت دیں۔ اس کے لیے ان سے باقاعدہ رپورٹ لی جائے کہ دعوت کا کام کس طرح کیا؟ اور دعوت دینے میں ان کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

II. سردار کی بیٹی سے شادی:

نکاح کی بدولت دو خاندان آپس میں جڑ جاتے ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے سرداروں کو دعوت دینے کے لیے ان میں شادیاں کیں جیسے حضرت صفیہؓ یہود کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھی اس طرح ابوسفیان جو پہلے کفار کا سردار تھا حضور ﷺ نے اس کی بیٹی سے شادی کی۔ اس طرح جب حضرت عبدالرحمنؓ کو دومۃ الجندل[1] کی طرف دعوت کے لیے روانہ فرمایا تو انہوں نے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دی تو قبیلہ کا سردار مسلمان ہوا۔ جس کا نام اصبغ بن عمر کلبی تھا اور وہ عیسائی تھا۔ تو اس کی اطلاع کرنے کے لیے انہوں نے حضور ﷺ کی طرف ایک شخص روانہ کیا جس کا نام رافع بن مکیث تھا اور اپنا ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں اس قبیلہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔

"فَکَتَبَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یَّتَزَوَّجْ بِنْتِ الْاَصْبَغْ تَمَاضِر"[2]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ان کی طرف خط لکھا کہ اصبغ تماضر کی بیٹی سے شادی کرو۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ جب سردار کی بیٹی سے شادی کریں گے تو قوم کا سردار اپنی بیٹی کی محبت کی وجہ سے ان سے ہمدردی کرے گا اور اس کے نتیجے میں دعوت دینے کا موقع ملے گا۔ اس سے قبیلہ کی ہمدردی بھی ان کے ساتھ ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے اسلام کو پھیلنے کا موقع ملے گا۔ جو لوگ دعوت کے راستے میں جو لوگ رکاوٹیں ڈالتے ہیں ان کا بہتر انداز سے مقابلہ کیا جا سکے گا اور اسلام کی نشر واشاعت کا کام تیز ہو گا۔

---

[1] دومۃ الجندل: یہ مکہ اور برک عماد کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ (۔ابو عبید عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد البکری الاندلسی(التوفی: 487ھ) معجم ما استعجم من اسماء البلاد و المواضع (بیروت: عالم الکتب، طبع سوم، 1403ھ)، 564/2۔

[2] واقدی، محمد بن عمر، (التوفی: ۲۰۷ھ)، المغازی، محقق: مارسدن جونس (بیروت: دارالاعلمی،، طبع دوم، 1409ھ) 2 /561۔

III. خوش خبری سنانا

خوشخبری کی بدولت انسان میں بہتر طور پر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قرآن میں بھی اسی اسلوب کو اختیار فرمایا گیا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ حضور ﷺ دعوت دیتے وقت سرداروں کو اسلام لانے کی صورت میں دنیا اور آخرت کی خوش خبری سنایا کرتے تھے اور ان کو یہ بات باور کراتے کہ اسلام لانے میں دنیا اور آخرت کی سلامتی ہے۔ حضور ﷺ سرداروں کو رغبت دلایا کرتے کہ اسلام لانے کی صورت میں ان کو آخرت کی ابدی نعمتیں ملیں گی۔

حضور ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عدی! کیا تم اس وجہ سے ایمان نہیں لاتے کہ مسلمان غریب ہیں؟ پس اللہ کی قسم! یہ اس قدر مالدار ہونگے کہ ان میں کوئی ایسا شخص نہ ملے گا جو صدقہ قبول کرے۔[1]

حضور ﷺ اس بات کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ کوئی قبیلہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ اس دعوت دیں گے بلکہ دعوت دینے کے لیے خود ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہود کے قبائل مدینہ میں اسلام کی مخالفت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن حضور ﷺ ان کے پاس دعوت دینے کے لیے گئے۔ حضور ﷺ نے بیت المدراس میں جا کر یہود کو اسلام کی طرف راغب کیا لیکن انہوں نے اپنی اسلام دشمنی کی بدولت اس طرف دھیان نہ دیا اور انکار کرتے رہے۔ جبکہ آپ ﷺ نے بار بار ان کو اسلام کی طرف بلایا اور فرمایا:

"ذَالِكَ اُرِيْدُ اَسْلِمُوْا تَسْلِمُوْا"[2]

ترجمہ: میں یہی چاہتا ہوں کہ اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے۔

دعوت دیتے وقت خوشخبری سنائی جائے اور دین سے متنفر نہ کیا جائے۔ آج کتنے لوگ ہیں جو دل میں دین کے لیے محبت رکھتے ہیں لیکن دین سے دور ہیں اس کی وجہ دعوتی کمزوری ہے اگر ان کو صحیح طریقے سے دعوت دی جائے اور اللہ تعالیٰ کے وہ احسانات جو وہ نیک بندوں پر کرتا ہے ان سے آگاہ کیا جائے تو کتنے بے عمل باعمل بن جائیں گے۔

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2 / 581

[2] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ' باب قولہ تعالیٰ "و كان الانسان اكثر شئ جدلا" سورۃ الکھف : 18/ 54، حدیث نمبر: 7348

IV. سرداروں کی طرف داعی روانہ کرنا

دعوت دینے کے لیے ایسے لوگوں کو روانہ کیا جائے جو دعوت کا کام بخوبی سرانجام دے سکیں۔ حضور ﷺ اس بات کا خصوصی خیال رکھتے تھے اور ایسے افراد کو دعوت کے لیے روانہ فرمایا کرتے تھے جن کو دعوت دینے کا ملکہ حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ دعوت کی کامیابی کا راز داعی حضرات کا مرہون منت ہے۔ حضور ﷺ سرداروں کو دعوت دینے کے لیے ایسے افراد کو داعی بنا کر بھیجتے تھے جو عمدہ طریقے سے دعوت کا کام کر سکیں تا کہ دعوت کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں۔ نبی ﷺ ایسے لوگوں کو داعی بناتے جن کے پاس قرآن کا علم ہوتا تھا تا کہ دعوت دیتے وقت قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں۔

''حضور ﷺ نے مدینہ میں دعوت دینے کے لیے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا۔ ایک دن مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ چند مسلمان بئرمرق پر جمع ہو کر غور کرنے لگے کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کو کس طرح دعوت دی جائے کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ مدینہ میں سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے۔ سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر کو کہا کہ یہ لوگ ہمارے گھروں میں آکر ہمارے بیوقوفوں کو بہکاتے ہیں تم جاؤ اور ان کو کہو کہ آئندہ ہمارے محلے میں نہ آئیں اور میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ سعد میری خالہ کا بیٹا ہے۔ اسید بن حضیر نے اپنا ہتھیار لیا اور روانہ ہو گئے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر گالیاں دینا شروع کر دیں۔ مصعب بن عمیرؓ نے فرمایا کہ آپ بیٹھ جائیں اگر میری بات پسند ہوئی تو قبول کر لینا اور اگر پسند نہ آئی تو اس کو چھوڑ دینا۔ اس بات پر اسید راضی ہو گئے اور مصعب بن عمیرؓ نے قرآن کی تلاوت ان کو سنائی۔ اس پر اسید نے کہا کہ جو شخص مسلمان ہونا چاہے اس کا کیا طریقہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہا کر پاک کپڑے پہنا کر اس کو کلمہ شہادت پڑھاتے ہیں اور دو رکعت نفل پڑھا دیتے ہیں۔ اسید نے کہا میرے میرے ساتھ ایک اور آدمی ہے اگر وہ مسلمان ہو گیا تو کوئی تمہیں نقصان نہ دے گا۔ ادھر سعد بن معاذ اس کا انتظار کر رہے تھے جب ان کو آتے دیکھا تو پہچان لیا کہ اب اس کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اسید آئے تو سعد نے کہا ''کیا ہوا''؟۔ اسید نے کہا ''وہاں اور حادثہ ہو گیا کہ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کیے لیے بنو حارثہ آ گئے اور اسعد بن زرارہ کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے۔'' اب سعد بن معاذ کو سخت غصہ آیا اور اٹھ کر چل دیے اور کہا ''اسیدؓ تم تو کوئی کام نہ کر کے آئے۔'' سعد وہاں پہنچے تو دیکھا کہ مصعب اور اسعد دونوں بڑے آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد نے سمجھا کہ اسید نے مجھے ان کی طرف ان کی دعوت سننے کے لیے بھیجا ہے انہوں نے گالیاں دینا شروع کر دیں اور کہا ''تمہاری اور میری قرابت ہے آئندہ اس محلے میں نہ آنا۔'' مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں اگر آپ کو ہماری بات پسند نہ آئی تو چھوڑ دینا''۔ سعد بیٹھ گئے۔ مصعب بن عمیرؓ نے ان کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور ان کو قرآن سنایا۔ پھر سعد نے وہی سوال کیا جو اسید نے کیا تھا۔ سعد نے کپڑے پاک کیے، غسل کیا اور کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور نفل ادا کیے پھر اپنے قبیلے والوں کو بلایا اور

کہا تمہاری میرے بارے میں کیا رائے ہے؟ سب نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں اور آپ کی رائے سب سے اعلیٰ ہے۔ سعدؓ نے کہا ''کوئی عورت ہو یا مرد میں اس سے بات نہ کروں گا جب تک اللہ اور حضور ﷺ پر ایمان نہ لائے۔'' کہتے ہیں کہ :

''فو الله ما امسي في دار بني عبد الاشهل رجل ولا امراة الا مسلما و مسلمة ''[1]

ترجمہ: اللہ کی قسم! قبیلہ بنی عبد الاشہل میں کوئی مرد و عورت ایسا نہ رہا جو شام تک اسلام نہ لے آیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے سرداروں کی طرف اس لیے داعی بنا کر بھیجا وہ عمدہ اخلاق کے مالک تھے اور قرآن ان کو زیادہ یاد تھا۔ عرب کے سرداروں میں فخر و غرور کرنے کی عادت تھی اس لیے یہاں بھی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے نہایت تکبر کے ساتھ دھمکی دی کہ ہماری بستی سے چلے جائیں لیکن آپ نے نہایت عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو اپنے پاس بیٹھنے اور اسلام کی بات سننے کی دعوت دی اور ان کے عمدہ اخلاق سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہو گئے۔

V. امین افراد کا تقرر

حضور ﷺ غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کے لیے ان کے سرداروں کو دائرہ اسلام میں لانا چاہتے تھے کیونکہ عرب معاشرے میں سردار کا بڑا اثر و رسوخ ہوتا تھا اور اگر سردار قبیلہ ایمان لے آتا ہے تو باقی لوگوں کا اسلام قبول کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قبائل کے سرداروں کی طرف ایسے لوگ بھیجے جاتے تھے جو بڑا نمایا ں مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ جب نجران کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ بڑی عزت کا برتاؤ کیا لیکن وہ ایمان نہ لائے بلکہ جزیہ دینا قبول کیا۔ نبی ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو روانہ فرمایا۔ چنانچہ جب نجران کے اسقف نے ایسا شخص بھیجنے کی فرمائش کی جو امانت دار ہو تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں امین شخص آپ کے ساتھ روانہ کروں گا۔

((فَقَالَ النَّبِيُّ لِاَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَاحَ اِذْهَبْ مَعَهُ))[2]

ترجمہ: پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اس کے ساتھ جاؤ۔

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 1/ 437

[2] ابن اثیر، علی بن ابی الکرم (المتوفی: 630ھ)، (بیروت: دار الفکر، اسد الغابہ، طبع، 1409ھ، 1989ء، 1/ 210

نجران کے عیسائیوں نے حضور ﷺ کے ساتھ جزیہ دینے پر صلح کر لی تھی اور ان کے ساتھ حضور ﷺ نے امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انکے ساتھ شرط لگائی:

((اَن لاَ یَاْ کُلُوْا الرِّبَا وَلَا یَتَعَامَلُوْا بِہٖ))[1]

ترجمہ: کہ نہ سود کھائیں گے اور نہ سود کا لین دین کریں گے

اور اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے سودی کاروبار ترک کر دیا۔

VI. حوصلہ افزائی کرنا

حضور ﷺ سرداروں کو دعوت دینے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے اور ان کی خوبیوں کو نمایاں فرمایا کرتے۔ حوصلہ افزائی سے انسان میں کام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور اگر اس کی حوصلہ شکنی کی جائے تو اس کا شخصیت پر برا اثر پڑتا ہے۔ حوصلہ افزائی سے انسان کی خوبی مزید نکھر کر سامنے آتی ہے۔ نبی ﷺ شخصیت کی تعمیر پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے اور اگر کسی شخص کا نام اچھا نہ ہوتا تو اس کا اچھا نام رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس قبیلہ بنو طے کے سردار "زید الخیل" آئے تو نبی ﷺ نے ان کا نام پوچھا۔ تو انہوں نے عرض کی "کہ زید الخیل"۔ ان کے پاس عرب کی اعلیٰ نسل کے گھوڑے تھے۔ اس لیے یہ زید الخیل کے نام سے مشہور تھے۔ حضور ﷺ نے ان کا نام زید الخیل سے بدل کر "زید الخیر" رکھ دیا۔ خیر کا مطلب بھلائی ہے۔ یہ عرب کے بڑے مشہور نوجوان تھے۔ لوگوں نے حضور ﷺ کو ان کی صفات کے بارے میں بتایا تھا۔ ان کو دیکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کے لیے حضور ﷺ نے ان سے فرمایا:

"یَا زَیْدُ کُلُّ رَجُلٍ وُصِفَ لِيْ وَجَدْتُہُ دُوْنَ الصِّفَةِ اِلَّا اَنْتَ فَاِنَّكَ فَوْقَ مَا وُصِفْتَ"[2]

ترجمہ: ہر شخص کی تعریف جو میں نے سنی میں نے اس کو اس سے کم پایا، مگر آپ کو میں نے ایسا پایا کہ آپ میں ہر صفت ہے۔

حرجت اشجع رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا "تیرے اندر دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے ایک حلم اور دوسرے حیا۔"[3]

---

[1] ابن اثیر، علی بن ابی الکرم، (المتوفی: 630ھ)، الکامل فی التاریخ، تحقیق، عمر عبدالسلام تدمری، (بیروت: دار الکتب العربی، طبع اول، 1417ھ)، 158/2

[2] ذہبی، محمد بن احمد، (المتوفی: 748ھ) (موئسسۃ الرسالہ، سیر اعلام النبلاء، طبع سوم، 1405ھ)، 15 / 17

[3] الخراسانی، احمد بن شعیب، (المتوفی: 303ھ)، فضائل صحابہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1405ھ)، حدیث نمبر: 201

اس کا حضرت اشجع رضی اللہ عنہ کے دل پر بہت اثر پڑا اور ان کا دل اور اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے بے ساختہ اللہ تعالیٰ کی حمد یوں بیان کی:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَبَلَنِیْ عَلٰی خَلْقَیْنِ یُحِبُّ ھُمَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ))[1]

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے ایسی عادات عطا کیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب ہیں۔

داعی کو چاہیے کہ کسی فرد میں کوئی اچھائی دیکھے تو اس کو بیان کرے تاکہ اس کے اندر اچھائی مزید نکھر کر سامنے آجائے اور بار بار عیب جوئی نہ کرے کیونکہ اس سے شخصیت پر برا اثر پڑتا ہے۔

VII. توحید کی دعوت

عقیدہ توحید ایمان کی اساس ہے۔ حضور ﷺ سرداروں کو عقیدہ توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے نفرت دلاتے تھے۔

عدی بن حاتم جو قبیلہ عدی کے سردار تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے عدی اپنے گلے سے اس وثن کو پھینک دے" پس میں نے پھینک دی اور نبی ﷺ کے قریب ہوا تو نبی ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾[2]

ترجمہ: انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا۔

حضرت عدی نے فرمایا "میں نے کہا! اے اللہ کے رسول ﷺ ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے"۔ (اس کے جواب میں) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَلٰکِنَّھُمْ کَانُوا اِذَا اَحَلُّوا لَھُمْ شَیْئًا اِسْتَحَلُّوْہُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَیْھِمْ شَیْئًا حَرَّمُوْہُ))[3]

ترجمہ: اور جب وہ کسی چیز کو حلال کہ دیں تو وہ اس کو حلال مانتے اور جب حرام قرار دیتے تو اس کو حرام سمجھتے تھے۔

---

[1] الہیثمی، علی بن ابی بکر (المتوفی: 807ھ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، محقق، حسام الدین القدسی (قاہرہ: مکتبہ القدسی، 1414ھ)، 387/9

[2] سورۃ التوبہ: 9/ 31

[3] الترمذی، سنن الترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ التوبہ، آیت، 78

یہود اپنے علماء کی حلال کردہ اشیاء کو حلال سمجھتے اور حرام کردہ اشیاء کو حرام قرار دیتے تھے۔ یہ اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ وہ کس چیز کو حلال قرار دے اور کس کو حرام قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کا اختیار اپنے انبیاء کو بھی نہیں دیا ۔ حضور ﷺ نے ان کو ایک اللہ کی طرف دعوت دی کہ اسی کی اطاعت کی جائے اور اس کے علاوہ کسی کو رب نہ بنایا جائے۔

حضور ﷺ دعوت دین کے لیے عفو و درگزر سے کام لیتے تھے کیونکہ عفو و درگزر سے دوسروں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ ۔جب مکہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے قریش والوں کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا اور ان سے پوچھا کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ تو انہوں نے کہا اچھا سلوک ہی کریں گے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ بڑے درگزر کرنے والے انسان ہیں اور ان کو ضرور معاف کردیں گے اور ان کی توقع کے مطابق سارا معاملہ ہوا۔ حضور ﷺ نے ان سے کوئی بدلہ نہیں لیا بلکہ عام معافی کا اعلان کیا اور فرمایا:

''میں تم سے وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ جاؤ، تم سب آزاد ہو۔''[1]

حضور ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو مکہ والوں کے ساتھ ابوسفیان کو بھی معاف کردیا جبکہ ابوسفیان نے اسلام کی بہت مخالفت کی تھی اور ابوسفیان کو معافی کے ساتھ ساتھ عزت و اکرام سے بھی نوازا اور فرمایا:

((مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ آمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَہِ فَھُوَ آمِنُ))[2]

ترجمہ :جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرلے پس وہ امان میں ہے۔

حضور ﷺ کا جانی دشمنوں کو معاف کرنے سے ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوتے تھے اور ان کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہوتا تھا کہ استطاعت رکھنے کے باوجود حضور ﷺ ان کو معاف فرماتے ہیں۔ اس سے ان کو یہ یقین ہو جاتا تھا کہ نبی ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور وہ اسلام قبول کر لیتے تھے۔

اس لیے ایک داعی کو بھی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں رکھنی چاہیے اور دعوت کے میدان میں جو مصائب آئیں ان کو نہایت خوش دلی اور صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 212/2

[2] البیہقی، احمد بن الحسین(التوفی: 458ھ) ،السنن الکبریٰ للبیہقی، محقق: محمد عبد القادر عطا(بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع سوم، 1424ھ) باب، فتح مکہ حرسہا اللہ تعالیٰ جلد9 / 200

VIII. قرآن سنانا

قرآن کتاب ہدایت ہے۔ حضور ﷺ سرداروں کو دعوت دینے کے لیے قرآن کی آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

"ایک مرتبہ حضور ﷺ گدھے پر سوار ہو کر چلے جس پر پالان تھا۔ نبی ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی ﷺ سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں آپ ایک مجلس پر سے گزرے جس میں مسلمان، بت پرست اور یہودی تھے۔ غرض جب حضور ﷺ وہاں پہنچے تو گدھے کے چلنے سے گرد و غبار اڑا۔ اس پر عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک ڈھانپ لی اور کہا "ہم پر دھول نہ اڑاؤ "۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں کو سلام کیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ اس پر عبد اللہ بن ابی کہنے لگا "اے شخص تم جو کہتے ہو وہ میں پسند نہیں کرتا اس لیے ہماری مجلسوں میں نہ آیا کرو۔ تم اپنے لوگوں میں جاؤ اور جو کوئی تمہاری بات پسند کرے اس کو دعوت دو "۔ اس پر حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور آپ ہمیں نصیحت فرمایئے اور خدا کے خوف سے ڈرایئے کیونکہ ہم اسے پسند کرتے ہیں "۔ اس پر مسلمان، یہودی اور مشرک ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔

"فلم يزل رسول الله ﷺ يخفضهم حتى سكنوا "[1]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ان کا غصہ ٹھنڈا کرایا کہ چپ ہو گئے۔

حضور ﷺ نے دعوت دینے کے لیے ہر طرح کی مصائب کو برداشت کیا لیکن دعوت کا کام کو جاری رکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوت کے میدان میں جو بھی مصائب آئیں ان کو برداشت کیا جائے لیکن دعوت کے کام پر کوئی آنچ نہ آنے دی جائے اور دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ صاحب ثروت لوگوں تک دعوت پہنچائی جائے کیونکہ ان کا معاشرے میں بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور ان کے دین اسلام کے احکامات کی پابندی کرنے کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی دین کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

IX. حسن خلق

حضور ﷺ نہایت عمدہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے اور اس کا فائدہ یہ تھا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

---

[1] حلبی، سیرت حلبیہ 2/ 88

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْ خُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًا﴾[1]

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی اور تم دیکھتے ہو کہ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

حضور ﷺ کا اخلاق سب سے اعلیٰ تھا۔ نبی ﷺ کے حسن خلق کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

"كَانَ اَحْسَنُ النَّاسَ خُلُقًا"[2]

ترجمہ: سب لوگوں سے زیادہ نبی ﷺ کا اخلاق اچھا تھا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے بڑے غصے کے ساتھ عقیدہ رسالت، نماز اور روزے کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو نہایت نرمی سے جوابات دیے۔ وہ شخص اس اس سے شدید متاثر ہوا اور ہو کر کہنے لگا:

((اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَاَنَارَسُوْلُ مَنْ وَرَائِيْ مِنْ قَوْمِيْ وَاَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ اَخُوْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ))[3]

ترجمہ: میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور میں اپنی باقی قوم کا نمائندہ ہوں اور میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنو سعد بن بکر سے ہوں۔

حسن خلق سے دعوت دینے سے مدعو پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور وہ داعی کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دوسری صفات کے ساتھ ساتھ حسن خلق کی صفت سے بھی نوازا تھا۔ نبی ﷺ انتہائی نرم مزاج تھے اور دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا کرتے تھے اور غصہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اس لیے لوگ حضور ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا کرتے تھے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ خوش گفتار ہو اور ہر ایک کے ساتھ نرم لہجہ سے پیش آئے کیونکہ دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ داعی حضرات ہر ایک کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔

---

[1] النصر: 110/ 1، 2

[2] احمد بن حنبل، احمد بن محمد (المتوفی: ۲۴۱ھ)، مسند امام احمد بن حنبل، محقق: شعیب الارنوط، عادل مرشد (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ: طبع اول، 1421ھ)، حدیث نمبر 25990:

[3] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ماجاء فی العلم وقولہ تعالیٰ وقل رب زدنی علما، سورۃ طہ 20 :114، حدیث نمبر: 63

X. عملی نمونہ پیش کرنا

حضور ﷺ سرداروں کے سامنے دعوت کا عملی نمونہ تھے۔ نبی ﷺ جہاں ان کو زبانی دعوت دیتے وہاں عملی طور پر بھی اس کی مثال تھے۔اور نبی ﷺ کے ذاتی کردار سے متاثر ہو کر لوگ اسلام قبول کرتے تھے۔جب سردار اس کا مشاہدہ کرتے آپ ﷺ میں غرور اور تکبر نہیں اور بادشاہوں کی طرح آپ کا اٹھنا بیٹھنا نہیں تو اس بات سے بہت متاثر ہوتے تھے ۔

''جب حضرت عدی بن حاتم حضور ﷺ کے پاس مدینہ میں آئے اور مسجد میں داخل ہو کر حضور ﷺ سے ملاقات کی ۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''کون ہو؟''تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میں عدی بن حاتم ہوں ''تو حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے ساتھ مکان میں لے جانے لگے تو ایک ضعیف عورت آگئی اور وہ عورت بہت دیر تک حضور ﷺ سے اپنی حاجت کا ذکر کرتی رہی۔ حضور ﷺ اس کی خاطر کھڑے رہے تو عدی بن حاتم نے سوچا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں ایسے اخلاق بادشاہوں کے نہیں ہوتے۔ پھر عدی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میرے ساتھ اپنے مکان میں داخل ہوئے اور ایک موٹا گدا اٹھا کر میری طرف ڈال دیا اور فرمایا ''اس پر بیٹھو ''میں نے عرض کی ''حضور اس پر بیٹھیں ''لیکن حضور ﷺ نے فرمایا ''نہیں تم ہی بیٹھو ''اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ بات ہر گز بادشاہوں کی سی نہیں ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا کیا تم اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتے تھے حالانکہ تمہارے مذہب میں یہ حرام تھا۔ حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ایسا ہی ہے اور میں نے جان لیا کہ آپ اللہ تعالی کے سچے رسول ہیں جو ان باتوں کی نبی ﷺ کو خبر ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عدی! تم اس لیے اسلام قبول نہیں کرتے کہ مسلمان غریب ہیں پس اللہ کی قسم یہ اس قدر مال دار ہوں گے کہ کوئی ان کا صدقہ قبول کرنے والا نہ ہو گا۔ تم اس وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے کہ مسلمان تھوڑے ہیں اور ان کے دشمن بہت ہیں۔ اللہ کی قسم! عنقریب تنہا عورت قادسیہ سے سفر کر کے مکہ کی زیارت کو آئے گی اور راستہ میں اس کو کسی کا خوف نہ ہو گا اور شاید تم اس وجہ سے تامل کرتے ہو کہ مسلمانوں کے پاس ملک اور سلطنت نہیں ہے۔ پس قسم ہے خدا کی تم عنقریب سن لو گے کہ مسلمانوں نے بابل کے سفید محل فتح کر لیے۔ عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ پھر میں مسلمان ہو گیا''[1]

داعی کے لیے ضروری ہے کہ گفتار کے ساتھ ساتھ کردار پر بھی توجہ مرکوز کرے اور فخر و غرور سے اپنے آپ کو بچائے۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرے تا کہ دوسرے اس کے کردار سے متاثر ہوں۔اور جس بات کی دعوت دے رہا ہے اس کا کردار بھی اس کے مطابق ہو کیونکہ جب تک کردار اس کے مطابق نہ ہو دعوت میں اثر نہ ہو گا۔ حضور ﷺ سرداروں کو دعوت دیتے وقت ان

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2 / 581

کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھتے تھے کیونکہ ایسے لوگ پہلے دیکھتے تھے کہ اسلام میں واقعی کوئی قوت موجود ہے۔اس لیے حضور ﷺ ان کے سامنے اس بات کو بیان فرمایا کرتے کہ اسلام پوری دنیاپر غالب آکر رہے گااور اگر کوئی سردار اسلام قبول کرلیتاتو اس کے زیر سایہ علاقہ پر اس کی سرداری کو بحال رکھتے تھے۔ سرداروں کو دین سیکھا کران کو دوسروں کو دعوت دینے کے لیے روانہ فرمایاکرتے تھے۔اپنے اصحاب کو سرداروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین فرماتےاور سرداروں میں رشتہ داری کرناپسند فرماتے تاکہ ان کو دین کی جانب مائل کیا جائے۔سب سے زیادہ دعوت کے لیے قرآن سیکھایا کرتے تھےاوراس کے لیے ایسے افراد کا انتخاب فرماتے جن کوقرآن زیادہ یاد ہوتا تھا۔اسلام قبول کرنے کی صورت میں سرداروں کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھےاوران کی غلطیوں سے درگزر فرمایاکرتے تھے۔

فصل سوم: امراء کو دعوت

حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد پوری دنیا تک اللہ کے دین کو پہنچانا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مختلف امراء کو اسلام کی دعوت دی۔امراء کو دعوت دینے کے لیے حضور ﷺ نے مختلف امراء کو خطوط لکھے اور صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا۔

ا۔ -توحید کی دعوت

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور نبی ﷺ کی دعوت کسی علاقے یا قوم تک محدود نہ تھی۔ نبی ﷺ سے پہلے جو انبیاء آئے ان میں کسی کی دعوت ایک قوم کے لیے تھی اور کسی کی دعوت کسی ایک زمانے کے لیے تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ نبی ﷺ کی دعوت کسی مخصوص قوم، علاقے اور مخصوص زمانہ تک محدود نہیں۔ بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے نبی ﷺ ہدایت کا ذریعہ ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے نبی ﷺ) ہم نے نبی ﷺ کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت انسانوں کی ہدایت کے لیے آپ کو دنیا میں مبعوث فرمانا ہے۔آپ ﷺ کی بعثت کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے:

﴿رَبَّنَا وَبْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ يزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾[2]

ترجمہ: اے ہمارے رب ان لوگوں کے لیے ان ہی میں سے ایک رسول بھیج جو تیری آیات ان کے سامنے تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔ بیشک تو زبردست اور حکمت والا ہے۔

---

[1] الانبیاء: 21 /107

[2] البقرہ:2 / 129

چنانچہ نبی ﷺ نے مختلف حکمرانوں کو دعوت دینے کے لیے اپنے صحابہ کرامؓ کو ارسال فرمایا۔ حکمرانوں کو دعوت دیتے ہوئے حضور ﷺ ان کو توحید کی دعوت دیتے کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور وہ اس بات کا اقرار کر لیں چنانچہ حارث بن ابی شمر کو دعوت دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

"وَاِنِّی اَدْعُوْكَ اِلَی اَنْ تُؤْمِنَ بِا للهِ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَهُ"[1] ،

ترجمہ: میں تمہیں ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔

جب فارس کے باشاہ کو دعوت دی تو اس کو لکھا :

"وَآمَنَ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ وَشَهِدَ اَنْ لَااِلَهَ اِلَّااللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ"[2]

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

II. القابات کے ذریعے دلوں کو نرم کرنا

حضور ﷺ نے دعوت کے زریعے حکمرانوں کے دلوں کو نرم کیا اور اس کے لیے آپ نے اپنے خطوط میں ان کو اس انداز سے مخاطب کیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو جائیں حالانکہ وہ غیر مسلم تھے۔ چنانچہ ہرقل کے نام نبی ﷺ نے اپنے خط میں اس کو یوں مخاطب فرمایا:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَ رَسُوْلِهِ اِلَی هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّومِ"[3]

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (یہ خط) محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ہرقل عظیم الروم کی طرف ہے۔

اس طرح جب کسریٰ کے نام خط لکھا تو اس میں یوں لکھا:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّ حِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ اِلَی كِسْرَی عَظِيْمِ فَارِس"[1]

---

[1] ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، 3 / 609

[2] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 4 /269

[3] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب، دعاء النبی ﷺ الناس الی الاسلام والنبوۃ وان لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ، حدیث نمبر :2941

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (یہ خط) محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام۔

اس خط میں بھی کسری کو اچھے لقب ""عظیم فارس"" سے مخاطب فرمایا۔ اس کا مقصد بھی یہ تھا کہ اس کے دل کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔

III. مستقبل کے تحفظ کی ضمانت

آپ ﷺ جب حکمرانوں کو دعوت دیتے تو ان کو یہ بات باور کراتے کہ اسلام لاؤ گے تو محفوظ ہو جاؤ گے۔ یہ ایک طرح سے ان کو پیشکش کی کہ اسلام لانے کی صورت میں ان کے جان و مال کی ذمہ داری مسلمانوں کے ذمہ ہو جائے گی۔ اور یہ ایک مثبت انداز ہے۔ اس کی مثال قرآن سے بھی ملتی ہے کہ نماز میں انسان سب سے پہلے اللہ تعالی کی حمد بیان کرتا ہے جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لله رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَلرَّحْمَانِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾[2]

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا، قیامت کے دن کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس کے بعد اپنی حاجت بیان کرتا ہے

جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمُ﴾[3]

ترجمہ: ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے حکمرانوں کو دعوت اسلام کا یہ اسلوب اختیار فرمایا اور ساتھ ان کو یہ بھی باور کرادیا کہ اسلام نہ لانے کی صورت میں ان کو اپنی حکومت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ اسلام پوری دنیا پر غالب آنے والا دین ہے۔ چنانچہ بادشاہوں کو دعوت دیتے ہوئے نبی ﷺ نے لکھا:

---

[1] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 4/ 268

[2] الفاتحہ: 1/1- 4

[3] ایضاً: 1 /5

''سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ''[1]

ترجمہ: اس پر سلامتی ہو جو ہدایت قبول کرے۔ اما بعد، میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے۔

حضور ﷺ جب حکمرانوں کو دعوت دیتے تو ان کو اس بات کی دعوت دیتے کہ اسلام لے آئیں تو محفوظ ہو جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں سلامتی رکھی ہے اور اگر اس کی مخالفت کرو گے تو خود بھی گناہگار ہوں گے اور ساتھ رعایا کا گناہ بھی تم پر ہو گا۔ دعوت دینے سے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ ہے۔ اگر داعی کی اسلام کی دعوت سے کوئی شخص ہدایت پا جاتا ہے تو اس کا ثواب دعوت دینے والے کو بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو برائی کے راستے پر لگاتا ہے تو جتنا گناہ برائی کرنے والے کو ہو گا اتنا ہی اس برائی کے کام پر لگانے والے بھی ہو گا۔

IV. حکومت برقرار رکھنا

کئی لوگ حکومت کی لالچ کی وجہ سے دین سے دور ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جو شخص اسلام قبول کرتا اس کو اس عہدے پر بحال رکھا جاتا تاکہ کوئی شخص دنیاوی لالچ میں آکر اسلام سے منہ نہ موڑے۔ انسان کمزور طبیعت واقع ہوا ہے اور دنیا کی لالچ میں آکر دین سے منہ موڑ دیتا ہے۔ حضور ﷺ انسانوں کی اس نفسیات کو بخوبی جانتے تھے اور دعوت دیتے وقت انسانی کمزوریوں کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔

حضور ﷺ نے حارث بن اشمر کو دعوت دیتے ہوئے لکھا:

''يَبْقَى لَكَ مُلْكُكَ''[2].

ترجمہ: تیری حکومت برقرار رہے گی۔

عاجن میں جلندی کے بیٹوں جیفر اور عبد[3] کو مخاطب فرماتے ہوئے لکھا:

''فَاِنَّ كُمَا اِنْ اَقْرَرْتُمَا بِالْإِسْلَامِ وَلَّيْتُكُمَا''[1]

---

[1] سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، حدیث نمبر: 7269

[2] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 4 /268

[3] جیفر اور عباد جلندی کے بیٹے تھے اور عمان پر حکومت کرتے تھے۔ (، طبرانی، سلیمان بن احمد، (المتوفی ۳۶۰ھ) المعجم الکبیر (قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ،، طبع دوم، 1415 ھ)، 20 / 8)

ترجمہ: اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو میں تمہاری حکومت قائم رکھوں گا۔

اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ کوئی شخص حکومتکے لالچ کی وجہ سے اسلام سے انکار نہ کرے لہذا اسلام قبول کرنے کی صورت میں اس کو اس کے عہدہ پر بحال رکھا جاتا تھا۔

۷. غلبہ اسلام

حضور ﷺ جب حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو ان کو یہ بات باور کرایا کرتے تھے اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو اس میں ان کی بہتری ہے اور اس کا انکار کر کے وہ شدید ندامت کا سامنا کریں گے اور ان کو بہت نقصان ہو گا۔اس لیے اسلام قبول کر لیں۔یہ ایک طرح سے ان کے سامنے حقیقت کا اظہار ہوتا تھا اور نہ اس کا یہ مطلب نہیں ان کو اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کیا کرتے تھے۔ بلکہ ان کو اس بات کی پیشین گوئی فرمایا کرتے تھے کہ دین اسلام غالب آ کر رہے گا لہذا اسلام قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لو۔

عمان[2] میں جلندری کے دونوں بیٹوں کو دعوت دیتے ہوئے لکھا :

" وَ اِنْ اَبَيْتُمَا اَنْ تُقِرَّا بِالْاِسْلَامِ فَاِنَّ مُلْكَكُمَا زَائِلٌ عَنْكُمَا وَخَيْلِيْ تَحُلُّ بِسَاحَتِكُمَا وَ تَظْهَرُ نُبُوَّتِيْ عَلَى مُلْكِكُمَا "[3]

ترجمہ: اور اگر تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو میرے گھوڑے تمہارے ملک کو روند دیں گے اور تمہارے ملک پر میری نبوت کا سکہ بیٹھ جائے گا۔

ہوذہ بن علی، یمامہ کے بادشاہ کو لکھا:

"وَاعْلَمْ اَنَّ دِيْنِيْ سَيَظْهَرُ اِلَى مُنْتَهَى الْخُفِّ وَالْحَافِرِ"[1]

---

[1] ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، 3 / 605

[2] عمان شام کی طرف ایک شہر ہے (معجم البلدان، شھاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی (المتوفی: 626ھ)(،بیروت: ،دار صادر، طبع دوم،1995ء 151/4 (

[3] ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، 3 / 605

ترجمہ: اور جان لے میرا دین وہاں تک پہنچے گا جس جگہ تک انسان کے قدم اور جانور کے کھر پہنچتے ہیں۔

VI. حکمرانوں کو ان کی زبان میں دعوت

کسی قوم کی زبان اس کی نمائندہ ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اس قوم کی زبان میں بات کرتا ہے تو وہ اس کی بات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی زبان بولنے والا ان ہی میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی جب کوئی رسول بھیجا تو وہ اس قوم کی زبان جاننے اور بولنے والا تھا اور قوم کو ان کی زبان میں دعوت دی۔ اہل زبان کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ان کی بات سمجھ میں آجاتی ہے اور وہ ان کو بات اچھی طرح سمجھا سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے جب حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی تو ان کی طرف جو داعی روانہ فرمائے وہ ان کی زبان بولنے والے تھے۔

"وَ اَصْبَحَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ بَعَثَهُ اِلَيْهِمْ"[2]

ترجمہ: اور ان میں سے ہر شخص جس قوم کی طرف بھیجا گیا ان کی زبان میں بات کرتا۔

لہٰذا کسی قوم کو اس کی زبان میں دعوت دینی چاہیے۔ اس سے دعوت بہت مؤثر ہو گی ورنہ دوسری زبان میں بات کرنے سے مدعو دعوت دینے والے سے اجنبیت محسوس کریں گے اور دعوت اتنی مؤثر نہ ہو گی۔

VII. مشترک چیز کی طرف دعوت

حضور ﷺ نے حکمرانوں کو مشترکات کی طرف دعوت دی۔ مشترک چیز یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور صرف اللہ ہی کے احکامات پر چلیں اور مخلوق کی اطاعت نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حرام کردہ کو حرام اور حلال کردہ کو حلال خیال کیا جائے اور اس کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلَى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَاِلَّااللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بِعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾[1]

---

[1] ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، 3 / 607

[2] ابن عساکر، علی بن الحسن، (المتوفی: 571ھ) تاریخ دمشق، (بیروت: دار الفکر للطباعہ والنشر والتوزیع، 1415ھ) ،27 / 357

ترجمہ: اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب نہ بنائیں اور اگر تم انکار کروگے تو گواہ رہو کہ بیشک ہم مسلمان ہیں۔

کسی کو ایسی بات پر لانا جس میں کوئی قدر مشترک ہو اس سے آسان ہوتا ہے کہ اس سے وہ بات منوائی جائے جس میں ان دونوں کا موقف الگ الگ ہے۔ اس لیے حضور ﷺ اہل کتاب کے لیے دعوت دیتے وقت ان کو ایسی بات کی طرف دعوت دیتے جس میں دونوں متفق ہیں اور وہ اللہ کی وحدانیت ہے۔ نیز حضور ﷺ نے دعوت دیتے وقت کسی کی بادشاہت اور اس کے غرور و تکبر کی پرواہ نہ کی بلکہ بادشاہوں کو دعوت دی کہ سب اللہ کے بندے ہیں اور اس کے بندے بن جائیں اور مخلوقات کا ضعف اجاگر کیا کہ مخلوق کمزور ہے اور ہمارا رجوع اللہ کی طرف ہونا چاہیے۔

VIII. خط پر مہر ثبت کرنا

حضور ﷺ نے خطوط بھیجنے کے لیے ایک مہر بنوائی۔ کیونکہ اس دور میں حکمران جس خط پر پر مہر نہ اس کو نہیں پڑھتے تھے۔

"فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةً"[2]

ترجمہ: (نبی ﷺ) نے چاندی کی ایک مہر بنوائی۔

حضور ﷺ کی انگوٹھی کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کان خاتم النبي نقشه ثلاثة اسطر محمد رسول الله محمد فی سطر 'رسول فی سطر ' الله فی سطر"[3]

ترجمہ: حضور ﷺ کی مہر نبوت میں تین سطریں تھیں۔ ایک سطر میں اللہ، دوسری میں رسول اور تیسری میں محمد نقش تھا۔

---

[1] آل عمران: 3 /64

[2] العینی، محمود بن احمد، (المتوفی: 855ھ) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، 14 / 209

[3] ابن سعد، محمد بن سعد (المتوفی: 230ھ) الطبقات لکبریٰ، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، طبع اول، 1410ھ)، ذکر نقش خاتم رسول ﷺ، 1 /368

IX. ترغیب وترہیب

حضور ﷺ حکمرانوں کو دعوت دینے کے لیے ترغیب وترہیب کا اسلوب اختیار کیا کرتے۔ چنانچہ جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو مقوقس کے پاس یہ خط دیکر بھیجا اس میں لکھا:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمانِ الرَّحِيْمِ، مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ اِلَى الْمُقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ، سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى، اَمَّا بَعْدُ: فَاِنِّي اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْقِبْطِ "[1]

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (یہ خط) محمد ﷺ کی طرف سے ہے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، مقوقس قبط کے باشاہ کے نام، جو ہدایت قبول کرے اس پر سلامتی ہو۔ اما بعد، میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر دے گا اور اگر نافرمانی کرو گے تو قبطیوں کا گناہ بھی تم پر پڑے گا۔

اسلام امن کا دین ہے اور اس میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔ اس لیے اسلام لانے کا نتیجہ بتایا کہ اسلام کے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے اور اسلام لانے کی صورت میں تمہیں دوہرا اجر ملے گا۔ کیونکہ تمہاری وجہ سے قبطی بھی ایمان لائیں گے کیونکہ اگر باشاہ ایمان کے آتا ہے تو ظاہر ہے کہ باقی اس کے درباریوں پر بھی اس کا اثر ہوگا اور نیکی کرنے والے کو جتنا اجر ہوتا ہے اتنا ہی اس کی طرف دعوت دینے والے کے لیے ہے۔ نبی ﷺ نے دوسرا انداز ترہیب کا اختیار فرمایا کہ اسلام نہ لانے کی صورت میں تمہارا گناہ تو تم پر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قبطیوں کا بھی گناہ تمہیں ہوگا۔ پھر ان کو مشترک بات کی طرف دعوت دی کہ اے اہل کتاب، ایسے بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

حضرت حاطبؓ اس خط کو لے کر اسکندریہ گئے۔ جب مقوقس کے پاس گئے تو اس کو کہا کہ آپ سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جو خود کو خدا سمجھتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا اور آخرت کی پکڑ میں گرفتار کر لیا۔ پس آپ بھی دوسرے سے عبرت پکڑیں ایسا نہ ہو کہ آپ سے دوسرے عبرت حاصل کریں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام دیا ہے۔ حضور ﷺ نے جب اس دین کی دعوت دی تو قریش نے شدید مخالفت کی اور یہود بھی حضور ﷺ کے دشمن ہیں البتہ عیسائی اسلام کے قریب ہیں۔ لہذا جس طرح آپ

---

[1] احمد بن محمد (المتوفی: 923ھ)، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ (القاہرہ: المکتبۃ التوفیقیۃ) 545/1

اہل توراۃ کو انجیل کی طرف بلاتے ہیں اسی طرح ہم آپ کو قرآن کی طرف بلاتے ہیں۔ پس آپ نے اس نبی کا دور پایا ہے تو آپ ان کی اطاعت کریں اور فرمایا:

" و لسنا ننهاك عن دين المسيح ولكنا نامرك به" [1]

ترجمہ: ہم آپ کو عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے منع نہیں کرتے البتہ اس دین کی دعوت دیتے ہیں۔

X. عقائد کو مد نظر رکھنا

آپ ﷺ دعوت میں ان کے عقائد کو مد نظر رکھتے تھے اور عقیدہ کی اصلاح کی ضرورت ہوتی تو اس کی اصلاح فرمایا کرتے۔

جیسے حضور ﷺ نے جب عیسائی حکمرانوں ہرقل اور مقوقس کو دعوت دی تو یہ دونوں عیسائی تھے اور ان کا عقیدہ الوہیت، مسیح کلی اور جزوی کا عقیدہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کو اپنے خط مبارک میں " عبد الله ورسوله " لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جس طرح انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب مان لیا تھا یہ دعویٰ نہیں کرتے اور پھر یہ لکھا کہ آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ انہوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنالیا ہے اس کا سابقہ شریعتوں میں ثبوت نہیں۔ لہذا اپنی سابقہ اصل شریعت پر آجاؤ اور یہی بات ہم کہتے ہیں اس طرح تمہارا اور ہمارا کوئی اختلاف نہ رہے گا۔ اور اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں کرتا بلکہ ان کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ پھر اس طرح ایک اللہ کی وحدانیت کو ماننے سے تمہارا اور ہمارا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا اسلام قبول کر کے اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت مان لو۔ اسی میں تمہاری دنیاوی اور اخروی نجات ہے اور دونوں خطوط میں یہ بات موجود ہے نیز دونوں خطوط میں پھر ساتھ اپنا نام لکھا اور خط کی ابتداء اس طرح کی " من محمد عبد الله ورسو له الى هرقل عظيم الروم "، اور "من محمد عبد الله و رسو له الى مقوقس عظيم القبط " لیکن کسریٰ کی طرف اس طرح نہیں لکھا بلکہ اس کو یوں مخاطب کیا:

"من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس"[2]

---

[1] ابن سید الناس، محمد بن محمد، (المتوفی: 734ھ) عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر (بیروت: دار القلم، طبع اول، 1414ھ)، 2 / 332

[2] ندوی، علی بن عبد الحیٔ، (المتوفی: 1420ھ) السیرۃ النبویہ لابی الحسن ندوی (دمشق: دار ابن کثیر، طبع دوم، 1425ھ) ، ص:396

حضور ﷺ کا یہ انداز بڑا حکیمانہ تھا۔ عقیدہ کی درستگی سب سے اہم کام ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے محمد بن عبد اللہ لکھا کہ ان کے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا (نعوذ باللہ) کہنے کی تردید کی اور لکھا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تاکہ ان کے باطل عقیدے کا رد ہو جائے۔

XI. حسن خلق سے دعوت دینا

حضور ﷺ دعوت دیتے وقت مخاطب کو اس انداز سے دعوت دیتے کہ سخت دل والے بھی یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے کہ حضور ﷺ کی دعوت دنیاوی غرض و غایت کے لیے نہیں بلکہ اس کا مقصود انسانیت کی بھلائی ہے۔ نبی ﷺ انتہائی عمدہ اخلاق کے ذریعے دعوت دیتے تھے جس طرح حضرت ثمامہ بن اثال کا واقعہ ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مسلمانوں نے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ جب وہ نبی ﷺ کے پاس سے گزرا تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ ثمامہ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون قیمتی ہے۔ اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ کو مال و دولت درکار ہو تو وہ مل جائے گا۔ حضور ﷺ جب بھی اس کے پاس سے گزرتے تو حضور ﷺ اس سے وہی سوال کرتے اور وہ وہی جواب دیتا۔ ایک دن اللہ نے نبی ﷺ کے دل میں یہ بات ڈالی اور نبی ﷺ کی رائے یہ ہوئی کہ اسے چھوڑ دیا جائے چنانچہ حضور ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا۔

''فَذَهَبُوْا بِهِ اِلَي بِئْرِ الْاَنْصَارِ فَغَسَلُوْهُ فَاَسْلَمَ'' ''[1]

ترجمہ: لوگ اس کی درخواست پر اسے انصار کے ایک کنویں کے پاس لے گئے اور اسے غسل دلوایا اور پھر اس نے اسلام قبول کر لیا

یہ حضور ﷺ کے درگزر اور اچھے اخلاق کا نتیجہ تھا جس نے ثمامہ کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ حضور ﷺ اس سے جتنا مال لینا چاہتے لے سکتے تھے کیونکہ یہ یمامہ کا گورنر تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے مال کا مطالبہ کیے بغیر اس کو آزاد کر دیا۔ حضور ﷺ امراء کو دعوت دینے میں ان کو اچھے القابات سے یاد کیا کرتے تھے۔ حکمران خاص طور پر اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ ایسے لوگوں سے تعلقات قائم کیے جائیں جو طاقتور ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ ان کو اس بات کی دعوت دیا کرتے تھے کہ اسلام لانے کی صورت میں وہ محفوظ ہو جائیں گے اور ان کے سامنے اسلام کے غلبہ کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ جو اسلام سے منہ موڑے گا وہ دنیا میں بھی تباہ و برباد ہو جائے گا اور آخرت میں بھی ناکام ہو گا۔

---

[1] امام احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر: 7355

XII. مدافعانہ جنگیں

حضور ﷺ جب مدینہ میں آئے تو مکہ والے آپ ﷺ کے دشمن تھے۔ مدینہ میں حضور ﷺ کی آمد سے قبل اہل مدینہ نے عبداللہ بن ابی کو مدینہ کا سردار بنانے کا منصوبہ نایا تھا۔ جب حضور ﷺ کی آمد ہوئی اور اس منصوبہ کی تکمیل نہ ہو سکی تو وہ مسلمانوں کا دشمن بن گیا۔ یہودی بھی اسلام کے دشمن بن گئے۔ اس لیے دفاعی جنگ کے کوئی صورت نہ تھی۔ اب ضروری تھا کہ جو لوگ اسلام کے خلاف رکاوٹیں ڈال رہے ہیں ان کے خلاف جنگ کی جائے کیونکہ اگر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہتے تو قتل کر دیے جاتے اور دنیا میں دعوت دینے والا کوئی نہ رہتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ﴾ [1]

ترجمہ: ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے ان کو اجازت دی گئی کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔

حضور ﷺ کو انتہائی سنگین حالات میں جنگ کا حکم دیا گیا۔ اور اس مقصد یہ تھا کہ جو لوگ اسلام کے خلاف معاندانہ رویہ رکھتے ہیں ان کا قلع قمع کیا جائے اور اسلام کو غالب کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ آتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ﴾ [2]

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

---

[1] الحج: 22/ 39

[2] ایضاً: 22 / 41

اس لیے جنگ کی اجازت صرف اس صورت میں دی گئی کہ جب اسلام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جارہی ہوں۔ دعوت کے پھیلانے میں ان جنگوں کا بہت اہم کردار ہے۔

"ولما انتهي رسول الله ﷺ الى تبوك اتاه يحنة ابن رؤبة صاحب ايلة فصالح رسول الله ﷺ و اعطاه الجزية " [1]

جب حضور ﷺ تبوک پہنچے یحنہ بن رؤبہ ملک ایلیہ کا بادشاہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوااور حضور ﷺ نے اس سے صلح کرلی جزیہ دینااس نے قبول کیا۔۔

اس طرح دعوت کو پھیلانے میں بہت مدد ملی۔ کیونکہ جو لوگ اسلام کے خلاف کاروائیوں میں مصروف تھےان کے خلاف جنگیں کی گئیں۔ جب کفار مکہ ابتدائی جنگ میں ناکام ہوئے تومکہ والون کو یقین نہ آیااور جو شخص یہ خبر لایاتھااس کو مجذوب اور پاگل کہنے لگے یہاں تک کہ ان کو حقیقت کا پتہ چل گیااوران کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام ہی سچادین ہے اور پھر وہ وقت آیاجب فتح مکہ کے موقع پر وہ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2 / 525

باب سوم

رسول ﷺ کے دعوتی اسالیب کے اثرات

فصل اول: ریاست مدینہ میں اثرات

فصل دوم: ریاست مدینہ سے باہر اثرات

فصل اول: ریاست مدینہ میں اثرات

اسلام ایک نظریہ حیات ہے جس نے انسان کے کردار میں نمایاں تبدیلی پیدا کی اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا فرمائی۔ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت تمام دنیا میں ہر طرف جہالت تھی وہاں مدینہ بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کی دعوت کی بدولت نہ صرف اہل مدینہ کے تصورات میں تبدیلی پیدا ہوئی بلکہ ان کا پورا معاشرتی نظام بھی تبدیل ہو گیا۔

''یہودیوں کی رسم تھی کہ جب کوئی یہودی مذہب قبول کرتا تو وہ اس کو رنگ دار پانی کے ساتھ غسل دیا کرتے تھے۔ بعد میں عیسائیوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کر لیا اور جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کو زرد رنگ کے پانی سے غسل دیتے اور یہ سمجھتے کہ اب اس پر یہودیت یا عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر رنگ چڑھانا ہے تو اللہ کا رنگ چڑھاؤ۔ جو کسی موسم میں نہ اترے، نہ پانی سے دھلے، نہ دھوپ سے اس کو نقصان ہو اور نہ وقت گزرنے کے ساتھ پھیکا پڑے۔ بھلا یہ ناپائیدار رنگ بھی کوئی رنگ ہے جس پر تم اتراتے ہو؟ اللہ کا رنگ یہی توحید خالص کا رنگ ہے جس کو حضور ﷺ نے چڑھایا ہے۔''[1]

I. قانون الٰہی کی پیروی

دعوت کی بدولت مدینہ کے معاشرے میں ایسی تبدیلی آئی جس کا پہلے تصور بھی نہ تھا۔ مدینہ والے شراب پینے کے عادی تھے۔ لیکن جب شراب کے حرمت کا حکم آیا تو انہوں نے بغیر کسی حیل وحجت کے اس حکم کو تسلیم کیا۔

''حضور ﷺ کی دعوت کا یہ اثر ہوا کہ جونہی شراب کی حرمت نازل ہوئی، مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر بلا چوں وچرا ں لبیک کہا اور انصار مدینہ نے شراب سے بھرے ہوئے مٹکے گھروں سے باہر لا کر گلیوں میں انڈیل دیے۔ شراب نوشی سے مدینہ کے مسلمان کنارہ کش ہو گئے۔ یہ اس معاشرے کی ایسی پختہ عادت بن چکی تھی جس کی جڑیں ان زندگی میں پیوست ہو چکی تھیں اور ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کا اثر تھا اور جو شراب مدینہ کی گلیوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لیے بہا دی گئی ان کا مادی سرمایہ تھا۔ جس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربان کر دیا تھا۔''[2]

اسلام کا حکم آ جانے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کے لیے اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پھر اپنی مرضی کے مطابق کوئی عمل نہیں کیا جا سکتا۔ آج امت مسلمہ میں یہی کمزوری پیدا ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرامین کو

---

[1] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، طبع، 1995ء)، 98/1

[2] العمری، اکرم ضیاء، مدنی معاشرہ عہد رسالت میں، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، طبع اول، جولائی 2005)، ص: 75

جاننے کے باوجود اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ دین سے دوری کی بہت بڑی وجہ یہ بنتی ہے کہ نیکی کو کل کے لیے مؤخر کر دے اور اس امید میں بدی کرتا رہے کہ ایک دن توبہ کر لے گا۔ یہ شیطان کا دھوکہ ہے

II. مدینہ کے شہر کا محفوظ ہو جانا

آپ ﷺ اخوت و محبت کا درس دیتے تھے۔ اس میں ایک دوسرے کے جان و مال کے تحفظ کی بات ہوتی تھی۔ اسی لیے مدینہ کا شہر محفوظ بن گیا۔ مدینہ کی حفاظت ضروری تھی تاکہ دعوت کا کام مؤثر انداز سے ہو سکے۔

اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ:

((فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْمَدِیْنَةَ وَ قَدْ افْتَرَقَ مَلَؤُ هُمْ وَ قُتِلَتْ سَرَاتُهُمْ فِیْ دُخُوْلِهِمْ فِی الْاسْلَامِ))[1]

ترجمہ: چنانچہ حضور ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو انصار میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی اور ان کے سردار قتل ہو چکے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ انصار اسلام قبول کر لیں۔

''نبی ﷺ کو آغاز ہی سے کئی ایک قوتوں کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ قریش کسی صورت مسلمانوں کو دعوت کا کام کرتا نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ اس طرح ان کا مستقبل تاریک ہو جاتا۔ دوسری طرف یہود خود کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے قرار دیتے تھے اور ایک قوت منافقین کی تھی اور یہ ان دونوں سے زیادہ خطرناک تھے۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا جسے ہجرت رسول ﷺ سے قبل مدینہ کا سردار بنانے کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ایک اور مخالف قوت بازنطینی سلطنت تھی جو اپنے دور کی بہت بڑی سپر طاقت تھی اور یہ عیسائی سلطنت تھی۔ اس کا اور مدینہ کی اسلامی ریاست کا ٹکراؤ ایک ناگزیر حقیقت تھی کیونکہ اول الذکر تثلیث اور مؤخر الذکر کی اساس وحدانیت تھی''[2]

''آپ ﷺ نے مدینہ کے خطے میں آباد تمام قبائل کے نمائندوں کا ایک اجلاس بلایا جس میں مہاجرین مکہ، انصار مدینہ، غیر مسلم عرب، عیسائی اور یہودی شریک ہوئے اور مختلف وجوہ کی بناء پر غیر مسلموں کو بھی ماننا پڑا کہ حضور ﷺ اس نئی ریاست کے سربراہ ہونگے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے مدینہ کے قبائل کو ایک اتحاد بنا دیا اور ان پر حملہ کی صورت میں ان کی مدد کی یقین دہانی کرائی

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب، مناقب الانصار، باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، حدیث نمبر: 3930

[2] قریشی، محمد صدیق، رسول اکرم ﷺ کا نظام جاسوسی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز اشاعت اول، 1990ء) ص: 41

اور مسلمانوں پر حملہ کی صورت میں ان کو مسلمانوں کی مدد کا پابند بنا دیا۔ ان معاہدات میں مذہبی اختلافات کو ایک طرف رکھ دیا گیا ۔ یہ معاہدے مدینہ سے شمال، جنوب اور مغرب میں آباد قبائل سے کیے گئے۔"[1]

"عمر بن معبد از قبیلہ جہنی، بنی حرقہ از جہینہ، بنی جرمز۔ ان میں وہ فرقہ اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی امان میں ہے جو اسلام لانے کے ساتھ نماز کریں اور ادائے زکوۃ کے پابند ہوں۔۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمدؐ کے اطاعت گزار رہیں۔۔ غنیمت میں سے خمس ادا کریں۔ اپنے اموال میں سے رسول اللہؐ کی پسندیدہ شے ان کے حضور پیش کرنے میں تامل کا شکار نہ ہوں۔ مشرکوں سے ترک موالات کے پابند ہوں۔ مسلمانوں پر فرض میں راس المال لینا ہی روا ہے اور سود باطل قرار یا جاتا ہے۔ ان کے پھلوں میں ۱/۱۰ بیت المال کا حق ہے۔ ان شرائط میں ان تینوں کے حلیف بھی شامل ہیں"[2].

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ محفوظ شہر بن گیا۔ اس میں رہنے والے یہود اور عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا کہ سب مل کر مدینہ منورہ کی حفاظت کریں گے اور سب نے متفقہ طور پر حضور ﷺ کو مدینہ کا سربراہ منتخب کر لیا۔ مسلمانوں کو مشرکین مکہ کے حملہ کا خطرہ رہتا تھا۔ اس معاہدے سے مسلمانوں کو ان کے خلاف تقویت ملی کہ قریش کے حملہ کرنے کی صورت میں ان کے خلاف ایک متحد قوت قائم ہو گئی۔

III. علم کا فروغ

مدینہ میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی انتظام فرمایا اور مسجد نبویؐ کے ساتھ ایک جگہ کو مخصوص کیا جس میں تعلیم کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ اس درس گاہ کی صورت چبوترے کی طرح تھی لہذا اس کو "صفہ"[3] کہا گیا ہے۔

صفہ والے ایسے لوگ تھے کہ ان کا مطلوب صرف خدا کی رضا تھی اور ان کی حالت یہ تھی:

"لَمْ يَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَفْرَحُوْنَ اِلَّا بِمَا أُيِّدُوا بِهِ مِنَ الْعُقْبَى"[4]

ترجمہ: دنیا کا نقصان ہونے سے فکر مند نہ ہوتے اور صرف اس بات پر خوش ہوتے جس سے آخرت میں فائدہ ہوتا۔

---

[1] حیدر آبادی، محمد حمید اللہ، رسول اللہ کی حکمرانی و جانشینی (لاہور: بیکن بکس، 2006ء) ص: 152

[2] حیدر آبادی، محمد حمید اللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، (بیروت: دار النفائس، طبع ششم، 1407ھ) ص: 263

[3] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، (متوفی: ۷۱۱ھ) ، لسان العرب (بیروت: دار صادر، طبع سوم، 1414ھ)، لفظ "اَلْصِّفَّۃُ "

[4] احمد بن عبد اللہ، (المتوفی: ۴۳۰ھ) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (مصر: السعادۃ، طبع، ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴ء)، ۱ / ۳۳۸

انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد دنیا کو حاصل کرنا نہیں بنایا تھا بلکہ آخرت کی فکر کرتے تھے اور دنیا کے حصول کے لیے علم نہیں حاصل کر رہے تھے بلکہ اس کا مقصود آخرت تھا۔ آج دینی علم کے حصول کا مقصد بھی دنیا بن گئی ہے جبکہ دین کا علم اس لیے سیکھنا چاہیے کہ انسان اس کے مطابق نیک اعمال کر کے دنیا اور آخرت کو سنوار سکے۔

IV. دعوت دینے کے لیے مسجد کا قیام

حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو دعوت دینے کے لیے مسجد کا قیام عمل میں لایا۔ آپ ﷺ خود بھی مسجد کی تعمیر میں شریک ہوئے اور مسلمانوں کو بھی اس بات پر ترغیب دلائی کہ وہ مسجد کی تعمیر میں شریک ہوں۔ چنانچہ انصار کے ساتھ مکہ سے آئے ہوئے مہاجرین بھی مسجد کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ مسجد ایک بہت بڑا مرکز تھا جہاں دن میں مسلمان پانچ بار جمع ہوتے تھے۔ ۔اس میں امیروں سے زکوۃ لے کر غریبوں کے درمیان تقسیم کی جاتی تھی۔ باہمی تنازعات کا بھی اسی میں فیصلہ ہوتا تھا۔ مسجد آنے والوں کے لیے تعلیم کا ذریعہ ہوتی تھی۔ مسجد کی تعمیر اور اس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بھی تاکید فرمائی کہ نبی ﷺ اس مسجد کو لازم پکڑیں کیونکہ اس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ اس طرح اس مسجد کے قیام کے بہت گہرے اثرات پڑے اور مسلمانوں کی اجتماعیت میں مسجد نبوی کا بہت بڑا کردار تھا اور مسجد میں یہ اسلامی لشکر یہاں سے روانہ کیے جاتے اور تمام امور کا مرکز مسجد تھی۔

V. معاشی حالت میں استحکام

مدینہ میں دعوت کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ مہاجرین کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ مکہ میں اپنا مال ومتاع چھوڑ گئے تھے۔ مدینہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کی گئی۔ جس کی بدولت کاروباری سرگرمیوں کو فروغ ہونے لگا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کاروبار کیا جس پر تھوڑے عرصہ بعد ان کی شادی ہوگئی۔ اس پر حور ﷺ نے ان کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

((اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ))[1]

ترجمہ: اب ولیمہ کر خواہ ایک ہی بکری کا ہو۔

---

[1] احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، باب مسند انس بن مالک، 346/21

VI. مواخاۃ کا قیام:

مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اسلام کی دعوت سے یہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ حضور ﷺ نے مدینہ کے انصار اور مکہ سے آئے ہوئے مہاجرین میں مواخات قائم کر دی۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: اور (ان کے لیے ہے) جنہوں نے (مدینہ کو) گھر بنایا تھا اور ان (مہاجرین) سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ وہ (انصار) ان سے محبت کرتے ہیں۔ جو ان کی طرف ہجرت کرے اور وہ اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو ان مہاجرین کو دیا جائے اور اپنی ذات پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو اس کی سخت ضرورت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

"اہل مکہ یثرب والوں سے خوب گھل مل گئے حالانکہ ان کے درمیان کی کڑی صرف نیا مذہب تھا اور تاریخ نے دین کی طاقت کا انوکھا منظر پیش کیا۔ اوس اور خزرج نے جنگ بعاث سے ابھی دامن نہ جھاڑا تھا اور ان کی تلواروں سے ابھی خون ٹپک رہا تھا ایسے حالات میں اسلام نے ان میں الفت پیدا کر دی۔ اس مصالحت کے لیے اگر کوئی انسان پوری دنیا کا بھی خزانہ خرچ کرتا تو بھی اس کی طاقت سے باہر تھی۔ حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ ایسا بھائی چارہ جس کے سامنے سگے بھائیوں کی محبت اور دنیا کی ساری دوستیاں بے حقیقت تھیں۔ تاریخ میں ایسی محبت و خلوص کی مثال نہیں ملتی۔"[2]

VII. سود کی حرمت

سود کی وجہ سے معاشرہ عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے اور امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو جاتا ہے اور قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے غریب کی قوت استعداد ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام نے صدقات کی ترغیب دی ہے۔

---

[1] الحشر: 59/ 9

[2] ندوی، مولانا سید ابو الحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، طبع گیارہ)، ص: 98

ارشاد ربانی ہے:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَ يُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو ختم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

مدینہ میں یہودی سودی کاروبار کرتے تھے اور انہوں نے معیشت پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا تھا۔ حضور ﷺ نے سودی نظام کو ختم کیا اور صدقات کی ترغیب دی جس کی وجہ سے مسلمانوں کی معاشی حالت میں بہتری آئی۔

VIII. صدقات کا فروغ

دعوت سے صدقات کو فروغ حاصل ہوا۔ اس سے قبل غریب کی امداد کے لیے کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا۔ مدینہ میں زکوۃ کی فرضیت ہوئی جس سے امیر لوگ غریبوں کی مدد کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی صدقات دیے جاتے تھے۔

اس سلسلے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((اَنَّ النَّبِيَّ قَامَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ اللهِ ﷺ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَآءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَ بِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِيْنَ النِّسَآءُ صَدَقَةً))[2]

ترجمہ: نبی ﷺ عید کے دن کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی۔ نماز نبی ﷺ نے خطبہ سے پہلے ادا کی۔ پھر لوگوں کو خطبہ دیا جب حضور ﷺ (خطبہ) سے فارغ ہوئے تو نیچے اترے اور عورتوں کے پاس چلے گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو اس انداز سے نصیحت کی کہ نبی ﷺ نے حضرت بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنا کپڑا اچھیلایا ہوا تھا، عورتیں اس میں صدقہ ڈالتی جاتی تھیں۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((اَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ لِيْ اِنَّ اَوَّلَ صَدَقَةٍ بَيَّضَتْ وَجْهَ رَسُوْ لِ اللهِ ﷺ وَوُجُوْهَ اَصْحَابِهِ صَدَقَةُ طَيِّئٍ جِئْتُ بِهَا اِلَى رَسُوْلِ اللهِ))[1]

---

[1] البقرة: 2 / 276

[2] ابن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، حدیث: 1444

ترجمہ: میں حضرت عمر کے پاس آیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو پہلا صدقہ جس سے حضور ﷺ اور نبی ﷺ کے اصحاب کے چہرے کھلکھلا اٹھے وہ قبیلہ طے کا صدقہ تھا جو میں لیکر آیا تھا۔

IX. رحمدلی کا فروغ

حضور ﷺ کی دعوت کی وجہ سے ان کی آپس کی دشمنیاں ختم ہو گئیں، اور مختلف قبائل آپس میں شیر و شکر ہو گئے اور کفار کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾[2]

ترجمہ: محمد ﷺ اور ان کے ساتھی کفار پر سخت مزاج اور آپس میں نرم مزاج ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَاْتِى اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَ ذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْ مِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ﴾[3]

ترجمہ: اے اہل ایمان! تم سے جو اسلام سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر دے گا کہ جن کو وہ پسند سے کرے گا اور وہ اس سے پسند کریں گے۔ مومنوں کے لیے نرم دل ہوں گے کافروں پر سختی کرنے والے ہوں گے۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

قال ابن جريج فى قوله'' أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْ مِنِيْنَ'' قَالَ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ''أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ '' قَالَ أَشِدَّآءُ عَلَيْهِمْ[4]

---

[1] امام مسلم، صحیح مسلم،، حدیث نمبر: 2523

[2] الفتح: 48/ 29

[3] المائدہ: 5 /54

[4] الطبری، جریر بن یزید (المتوفی: 310ھ) ، جامع البیان فی تاویل القرآن، محقق، احمد محمد شاکر، (بیروت: موسستہ الرسالہ،، طبع اول، 1420ھ) ، حدیث نمبر 12205:

ترجمہ: امام ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "أذلة علی المؤ منین" کا مطلب ہے کہ آپس میں بڑے رحم دل ہیں اور "أعزة علی الکافرین" کا مطلب ہے کہ کافروں کے لیے بڑے سخت ہیں۔

X. حضور ﷺ سے محبت

حضور ﷺ کی مدینہ میں آمد کے وقت کوئی باقاعدہ مملکت نہ تھی۔ قبائل آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کرتے رہتے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت ہوتی۔ مختلف مواقع پر ایک دوسرے کے خلاف اشعار میں دوسروں پر اپنا فخر جتلایا کرتے تھے۔۔ اسلام کی دعوت سے ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور ان کو دنیا کے مال کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت پیدا ہو گئی۔ ان کے دلون سے مال کی محبت ختم ہو گئی۔ حضور ﷺ قبیلہ ہوازن سے ملنے والا مال غنیمت قریش میں تقسیم فرمارہے تھے تو انصار کے بعض نوجوانوں نے شکایت کی اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

((انّیْ اُعْطِی رِجَالًا حَدِیْثٌ عَهْدُهُمْ بِکُفْرٍ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْا اِلَي رِحَالِکُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ))[1]

ترجمہ: میں بعض ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے (اور ان کو دے کر ان کا دل اسلام کی طرف مائل کرتا ہوں) کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جب دوسرے لوگ مال و دولت لے کر واپس جارہے ہیں اور تم لوگ اپنے گھروں کو اللہ اور اس کے رسول کو لے کر واپس جارہے ہوں گے۔

XI. مدینہ میں برکات کا نزول

حضور ﷺ کی مدینہ میں آمد سے برکات کا نزول ہوا۔ حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ میں اسلام پھیلا اور مدینہ امن کا گہوارہ بن گیا۔ مدینہ میں پہلے بیماریاں پھیلی ہوئی تھیں اور لوگوں کو بخار ہوا کرتا تھا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ گئے تو ان کو بخار ہو گیا۔ اس طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی بخار ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات حضور ﷺ کو بتائی تو نبی ﷺ نے دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ کَحُبِّنَا مَکَّةَ اَوْ اَشَدَّ))[2]

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب، فرض الخمس، باب ماکان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبھم وغیرھم من الخمس ونحوہ، حدیث نمبر: 3147

[2] امام مالک، موطا، حدیث نمبر: 3318

ترجمہ: اے اللہ مدینہ کو ہمارے لیے مکہ جیسا یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بیماروں کو شفا عطا فرمائی۔

XII. ریاست مدینہ کے اندرونی دشمنوں سے نجات

مدینہ میں اسلام کی آمد کی وجہ سے امن قائم ہوا اور مسلمانوں کو یہود کی ریشہ دوانیوں سے نجات مل گئی۔

"ایک دن شاس بن قیس اوس اور خزرج کے ایک گروہ کے پاس سے گزرا اور ان میں آپس کی الفت کی باتیں جاری تھیں۔ تو وہ ان کی الفت کی باتوں کی وجہ سے جل گیا اور کہنے لگا "شہروں میں بنو قیلہ کافی رہتے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے ہمیں قرار کہاں" چنانچہ اس نے ایک یہودی نوجوان سے کہا کہ ان کے پاس بیٹھ جاؤ اور جنگ بعاث کا ذکر کرو۔ اور اس کے واقعات بیان کرو اور اس میں پڑھے گئے فخریہ اشعار پڑھو۔ اس نوجوان نے ایسا ہی کیا تو وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور دونوں قبیلوں کا ایک ایک آدمی اوس بن قیظی اور جبار بن صخر اچھل پڑے اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ بڑھ چڑھ کر باتیں ہوئیں۔ سب لوگ غصہ میں آگئے اور کہنے لگے کہ ہمارے درمیان حرہ میں مقابلہ ہوگا۔ جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی تو نبی ﷺ مہاجرین کو لے کر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"یا معشر المسلمین اللہ اللہ ابدعوی الجاهلية و انا بین اظهرکم بعد ان هداکم اللہ للاسلام و اکرمکم به و قطع به عنکم امر الجاهلية و استنقذکم به من الکفر و الف به بینکم "[1]

ترجمہ: اے گروہ مسلمین! اللہ سے خوف کرو میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کے کام کرنے لگے ہو؟ اللہ نے تمہیں راہ اسلام دکھائی ہے اور مسلمان بنادیا ہے۔ اس اسلام کی برکت نے جاہلیت کے کام تم سے دور کر دیے ہیں، کفر سے تمہیں بچالیا ہے اور تمہارے اندر الفت پیدا کر دی ہے۔

XIII. یہود کی اسلام دشمنی کا قلع قمع کرنا

دعوت کی بدولت اسلام دشمنوں کی دشمنی سے نجات حاصل ہوئی۔ مدینہ میں یہود مختلف قبائل کو آپس میں لڑایا کرتے تھے اور اس کا مقصد ان کا اپنی اجارہ داری قائم کرنا تھا تاکہ کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ مسلم معاشرے کو کمزور کر کے پارہ پارہ کر دیں لیکن

---

[1] السمہودی، علی بن عبداللہ، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ طبع اول، 1419ھ)، 208/1

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مسلمانوں کو اتنی قوت عطا فرمائی گئی کہ ان کی سازشوں سے مسلمانوں کو نجات ملی۔ یہود نے حضور ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور طرح طرح کی سازشیں کرتے تھے۔

"یہود کی اس غداری پر حضور ﷺ نے ان کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا اور بنی نضیر سے جنگ کرنے کی تیاری کی اور ربیع الاول کے مہینے میں ان کا محاصرہ کیا۔ اس پر منافقین نے ان کو کہا کہ جنگ کی صورت میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور تم کو جلاوطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ جلاوطن ہوں گے۔ چنانچہ اسی بھروسے پر وہ کئی دن محاصرے میں رہے لیکن منافقین ان کی مدد کو نہ آئے۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ سے اپنی جان بخشی کروائی اور کہا کہ جتنا مال اونٹوں پر لاد کر لے جایا جاسکے ہم لے جائیں تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کی اس بات کو منظور فرمایا اور وہ اپنا کل مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔"[1]

اس کے بعد یہود کے جو دو قبائل باقی بچے انہوں نے بھی وعدہ خلافی کی اور کفار کی مدد کی جس پر وہ بھی جلاوطن ہوئے۔

XIV. آخرت کی زندگی کی کامیابی کی تمنا

حضور ﷺ کی دعوت کی بدولت صحابہ کرامؓ میں اسلام کے ساتھ شدید محبت پیدا ہوگئی۔ وہ دنیا کی زندگی سے زیادہ آخرت کی زندگی کی کامیابی کی تمنا کرنے لگے۔ چنانچہ مسلمان جب مسجد کی تعمیر کر رہے تھے تو یہ رجز پڑھتے جا رہے تھے:

"لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَة   اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه"[2]

ترجمہ: بس زندگی تو صرف اخروی ہی ہے اے اللہ انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔

XV. یہود کے عقائد کی اصلاح

عبداللہ بن سلام یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضور ﷺ نے جب مدینہ میں اسلام کی دعوت دی تو اس کے نتیجے میں عبداللہ بن سلام بھی مسلمان ہو گئے اور کعب الاحبار جو یہودیوں کے عالم تھے انہوں نے اسلام قبول کیا۔

---

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2 / 191

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، (المتوفی 774ھ)، الفصول فی السیرۃ، (مؤسسۃ علوم القرآن، طبع ثالث، 1403ھ)، ص: 318

اس سلسلے میں حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"قُلْتُ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ كَيْفَ تَجِدُوْنَ صِفَةَ رَسُولِ اللهِ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ نَجِدُه مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ اسْمُهُ الْمُتَوَكِّلُ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا صَخَابٍ فِي الْاَسْوَاقِ"[1]

ترجمہ: میں نے کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور ﷺ کی تورات میں کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے وہاں پایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ان کا نام متوکل ہے، وہ بد خلق اور تند خو اور بازاروں میں شور مچانے والے نہیں۔

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے بہت سے یہودی عالم مسلمان ہوئے جیسے عبداللہ بن سلام اور مخریق وغیرہ۔ توراۃ میں حضور ﷺ کے بارے میں پیشینگوئی موجود تھی۔اسلام ایسا دین ہے کہ اس کی تعلیمات ان سے پہلے والی آسمانی کتابوں کے مخالف نہ تھیں بلکہ ان کے مطابق ہی اسلام کی تعلیمات ہیں۔ لیکن یہود اپنی کتاب کی تعلیمات کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت لائے گئے۔ انہوں نے بدکاری کی تھی۔

((فَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَرُجِمَا))[2]

پھر نبی ﷺ نے حکم صادر فرمایا دیا اور وہ دونوں رجم کیے گئے۔

جزیرہ عرب میں حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے یہود اسلام میں داخل ہوئے۔اسلام کا یہ خاصہ ہے جو لوگ اسلام کی اعلانیہ مخالفت نہ کریں اور لوگوں کو دین کے راستے سے نہ روکیں ان کے ساتھ لڑائی نہیں کی جاتی۔البتہ جو لوگ اسلام کی مخالفت کریں اور دین کے راستے سے روکیں ان کے خلاف قتال کیا جاتا ہے جیسے جنہوں نے اسلام کے خلاف بغاوت کی تو حضور ﷺ نے ان کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔

پھر مدینہ سے جو یہودی نکالے گئے تھے وہ خیبر میں جا بسے۔

---

[1] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 2/ 326

[2] امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیھود اھل الذمۃ فی الزنی، حدیث نمبر: 1699

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَاَخرُجَنَّ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَاریٰ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ حَتّٰی لَا اَدْعُ اِلَّا مُسْلِمًا))[1]

ترجمہ: میں جزیرہ عرب سے ہر یہودی اور عیسائی کو نکالوں گا اور اس میں صرف مسلمان کو رہنے دوں گا۔

مدینہ میں یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی قریظہ رہتا تھا وہ اسلام کے سخت دشمن تھے۔ لیکن حضور ﷺ یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ چنانچہ جب ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تو اس کے نتیجے میں ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوئے۔

"فنزلوا فاسلموا"[2]

ترجمہ: وہ(اپنے قلعوں سے)اتر آئے اسلام قبول کر لیا۔

نبی ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر غیر مسلم اسلام قبول کرتے تھے جیسے زید بن سعیہ حضور ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے کچھ رقم حضور ﷺ کو بطور قرض دی اور ابھی مدت پوری نہیں ہوئی تھی تو اس کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس میں ان کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کے حلم کو آزمایا جائے۔ انہوں نے نہایت سختی سے حضور ﷺ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا لیکن حضور ﷺ نے غصہ کا اظہار نہ فرمایا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ شدید غصے میں ہو گئے جس پر حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب کو ان کا قرض ادا کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ بیس صاع اضافی کھجور ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ اس سے یہ بہت متاثر ہوئے۔

"فاسلم زید ابن سعیة رضی اللہ عنه وشھد بقیة المشاھد مع رسول اللہ ﷺ و توفی عام تبوك"[3]

ترجمہ: پس زید بن سعیہ نے اسلام قبول کر لیا اور تمام عمر حضور ﷺ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ غزوہ تبوک والے سال وفات پائی۔

---

[1] امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب اجلاء الیہود من الحجاز، حدیث نمبر: 1767

[2] البانی، محمد ناصر الدین (المتوفی: 1420ھ) ، صحیح السیرۃ النبویہ، (عمان: المکتبہ الاسلامیہ) ، ص: 61

[3] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 2/ 310

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ امن کا گہوارہ بن گیا۔ حضور ﷺ کی آمد سے قبل مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبیلے آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ یہودی بھی ان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے کیونکہ یہودی سودی کاروبار کرتے تھے اس لیے ان کی خواہش تھی کہ اوس اور خزرج آپس میں لڑتے رہیں اس طرح ان کی معاشی حالت کمزور ہو گی اور ان کو مجبور ہو کر یہودیوں سے سود پر ادھار رقم لینی پڑے گی۔ یہودیوں نے مدینہ کی معیشت پر قبضہ جما لیا تھا۔ حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا اور مختلف قبائل کے درمیان خانہ جنگی ختم ہوئی۔ حضور ﷺ نے انصار اور مہاجرین میں آپس میں مواخات قائم کر دی جس کی بدولت انصار اور مہاجرین ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ اس سے ان کی مالی حالت بھی اچھی ہو گئی کیونکہ وہ فارغ بیٹھنے کے بجائے مختلف تجارتی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ مدینہ آمد کے وقت حضور ﷺ نے پہلا کام مسجد کی تعمیر کا کیا اس سے مساجد کی اہمیت اا اندازہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ میں اسلامی تعلیمات پر عمل ہونے لگا اور مدینہ کا شہر محفوظ ہو گیا۔ مدینہ کے مختلف قبائل نے اسلام قبول کر لیا اور اس طرح ان کے جان و مال کو تحفظ مل گیا۔ مدینہ میں علم کو فروغ حاصل ہوا نیز دعوت دینے کے لیے مسجد کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مسلمان جب مدینہ آئے تو تہی دست تھے لیکن یہاں آ کر ان کے مال و دولت میں اضافہ ہوا صدقات کو فروغ ملا اور سودی نظام کا کاتمہ ہوا جس سے معیشت پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ یہود کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو نجات ملی اور مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑی خواہش بن گئی۔

فصل دوم: ریاست مدینہ سے باہر اثرات

حضور ﷺ سے پہلے عرب میں بت پرستی عام تھی اور لوگ اللہ کو بھول چکے تھے۔ ہر سو شرک پھیلا ہوا تھا اور تمام معاشرہ کفر میں ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ اللہ کے بجائے بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

I. توحید

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مدینہ کے باہر سے شرک کا خاتمہ ہوا اور ہر طرف توحید کی صدا بلند ہونے لگی۔ نبی ﷺ نے ایک اللہ کی حکمرانی کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ان کو بتوں سے بیزار کیا۔

"حضور ﷺ کی بعثت کے وقت جزیرہ عرب میں بت پرستی عام تھی۔ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو نہیں پہچانتے تھے۔ شرک ہر سو پھیلا ہوا تھا۔ تمام معاشرہ کفر میں ڈوبا ہوا تھا۔ عقائد، رسوم و رواج، معاملات اور ریاستی نظاموں کی بنیاد عقیدہ توحید کے بجائے شرک پر تھی۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے بجائے پتھر، آگ اور لکڑی کو سجدہ کرتے تھے اور زمین میں ان چیزوں کی حکمرانی تسلیم کی جاتی تھی۔ توحید کے بجائے شرک اختیار کرنے کی وجہ سے انسانی احساسات وجذبات اور افکار و نظریات کی بنیاد بھی باطل تھی۔ اور ان کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس میں بگاڑ نہ ہو۔ ہر چیز فاسد ہو چکی تھی۔"[1]

"عرب میں بت پرستی کا بانی ایک شخص عمر بن لحیٔ ہے۔ اس کے ملک شام سے تعلقات تھے اور وہیں سے اس نے بت لا کر مکہ اور اطراف مکہ میں پھیلا دیے تھے۔ عدنانی قبائل کا سب سے بڑا بت ہبل تھا جو خاص خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ لات کا ہیکل شہر طائف میں تھا اور مقام نخلہ میں عزیٰ کا بت تھا۔ عدنانی قبائل کے یہ تین سب سے بڑے دیوتا تھے۔ بعض قبائل ستارہ پرست تھے۔ قیس جو عدنانی قبائل میں بہت بڑا قبیلہ تھا شعریٰ کو پوجتا تھا۔ قبیلہ کنانہ چاند کا پرستار تھا۔ اسد کا قبیلہ عطارد کی پرستش کرتا تھا۔ تمیم ستارہ دبران پوجتے تھے۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے اور ان میں ایک خاصی تعداد رنگین تصاویر کی تھی۔"[2]

لات: "یہ بت طائف میں تھا اور بنی ثقیف اس کے اس حد تک معتقد تھے کہ جب ابرہہ مکہ پر ہاتھیوں کی فوج لیکر آیا تو انہوں نے اس کو بچانے کے لیے اس کو بدرقے فراہم کیے تاکہ وہ لات کو تباہ نہ کردے۔ حالانکہ تمام عرب کی طرح ثقیف بھی یہ مانتے تھے کہ

---

[1] مولانا زاہد اقبال، عصر حاضر میں غلبہ دین کا طریقہ کار (لاہور: ادارہ نشریات محمود حسن، طبع اول، مئی 2008ء)، ص: 53

[2] ندوی، مولانا سید سلیمان، تاریخ ارض القرآن، (کراچی: دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ) جلد دوم، ص: 194،195

خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے۔ عزی، عزت سے ہے۔ اور اس کے معنی عزت والی کے ہیں۔ یہ قریش کی خاص دیوی تھی اور اس کا استھان مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر تھا۔"[1]

یغوث : "یہ بت قبیلہ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا بت تھا اور اس کو یمن اور حجاز کے درمیان جرش کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ پھر یمن کے ہمدان میں قبیلہ ہمدان کی شاخ خیوان کا معبود تھا جس کا نام یعوق تھا اور اس کی شکل گھوڑے کی طرح تھی۔"[2]

ارشاد ربانی ہے:

﴿اَفَرَأَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْأُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾[3]

ترجمہ: اب ذرا بتاؤ تم نے لات اور عزی اور تیسری ایک اور دیوی منات کی حقیقت پر کبھی غور کیا ہے؟ کیا تمہارے لیے بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں؟ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہوئی۔

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے جزیرہ عرب سے بت پرستی کا خاتمہ ہوا۔ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو نبی ﷺ یہ آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے:

﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾[4]

ترجمہ: اور (اے نبی ﷺ) کہ دیجیے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والا ہے۔

اس طرح حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے مسلمانون نے مکہ فتح کیا۔ کفار کے بڑے بڑے سردار مسلمان ہوگئے اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔

"بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ اِلَى الْعُزّٰى وَ كَانَتْ بِنَخْلَةَ"[5]

---

[1] مودودی، تفہیم القرآن، 5 / ،206،207

[2] مودودی، سیرت سرور عالم، ص:576

[3] النجم: 53 / 19،20،21،22

[4] بنی اسرائیل: 17/ 81

[5] سہیلی، الروض الانف، 272/7

ترجمہ: حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کے بت کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ بت نخلہ کی وادی میں تھا۔

ہند بنت عتبہ کو اسلام اور حضور ﷺ سے شدید نفرت تھی۔ ہند جب مسلمان ہوئی تو وہ ایک بت کی عبادت کیا کرتی تھی لیکن اسلام کی آمد سے اس پر گہرا اثر پڑا -

"لَمَّا أَسْلَمَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ جَعَلَتْ تَضْرِبُ صَنَمًا فِيْ بَيْتِهَا بِالْقُدُومِ فِلْذَةً فِلْذَةً ، وَ هِيَ تَقُولُ: كُنَّا مِنْكَ فِي غُرُورٍ"[1]

ترجمہ: ہند جب مسلمان ہوئی تو اس نے اپنے قدوم کے گھر والے بت کو توڑ دیا اور کہا بیشک ہم تیرے بارے میں دھوکے میں تھے۔

حضور ﷺ نے جب خانہ کعبہ کا طواف کیا تو اس وقت بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ نبی ﷺ نے بیت اللہ میں نماز ادا کی اور اس کی چابی اپنے پاس رکھی۔ اس سے پہلے چابی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی۔ پھر دوبارہ ان کو بلایا اور فرمایا:

"خذوها يا بني أبي طلحة تالدة خالدة لا ينزعها منكم أحد إلا ظالم"[2]

ترجمہ: اے ابی طلحہ کی اولاد، اسے ہمیشہ کے لیے لے لو۔ وہ تم سے سوائے ظالم کے کوئی نہیں چھینے گا۔

اور آج تک خانہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں موجود ہے۔ آپؐ نے جو پیشین گوئی اس وقت فرمائی تھی آج تک پوری ہو رہی ہے اور قیامت تک چابی ان کی اولاد کے پاس رہے گی۔

II. اوہام پرستی کا خاتمہ

کسی قوم میں اوہام پرستی اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب ان میں کام کرنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ اپنی کامیابی و ناکامی کا معیار صرف فال نکال کر معلوم کرنے پر اکتفا کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے وہ ایسی باتوں کی پیروی کرنے لگتے ہیں جن سے ان کی ترقی رک جاتی ہے اور ہر کام میں یہ چاہتے ہیں کہ محنت کیے بغیر ان کو صلہ مل جائے۔

جاہلیت کے لوگ جانوروں پر اعتقاد رکھتے تھے اور جب کسی کام کے لیے جاتے تو دیکھتے تھے کہ اگر پرندہ دائیں طرف اڑا تو اس کو

---

[1] الازرقی، محمد بن عبداللہ (المتوفی: 250ھ)، اخبار مکہ وماجاء فیھا من الاثار، محقق، رشدی الصالح ملحس (بیروت: دارالاندلس للنشر)، 123/1

[2] ابن سعد، طبقات ابن سعد، 104/2

بابرکت سمجھا جاتا تھا اور وہ شخص بدستور چلا جاتا تھا اور اگر اس کو دیکھتا کہ بائیں طرف اڑا ہے تو شگون بدلیتا اور واپس لوٹ آتا تھا

"وربما كان احدهم يهيِّج الطَّير ليطير فيعتمدها"[1]

ترجمہ: اور اکثر اوقات ایک شخص پرندے کو چھیڑتا تھا تاکہ اڑے اور وہ اس پر اعتماد کرے

ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک پرندہ گزرا اور چیخا۔ تو ایک مرد نے کہا خیر خیر، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس کے پاس کیا ہے؟ نہ خیر ہے اور نہ شر ہے اور فرمانے لگے

"الفرق بين الفال و الطيرة ان الفال من طريق حسن الظن با الله و الطيرة لا تكون الا في السوء فلذلك كرهت"[2]

ترجمہ: طیرہ اور فال کے درمیان فرق یہ ہے کہ فال میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن ہے اور طیرہ بدی میں ہوتا ہے اس لیے یہ مکروہ ہے۔

III. عیسائیوں کے عقائد کی اصلاح

حضور ﷺ کی دعوت سے عیسائی حکمرانوں اور عوام الناس کے عقائد کی اصلاح میں اہم پیش رفت ہوئی۔ عیسائی تثلیث کے قائل تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾[3]

ترجمہ: البتہ ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین ہیں اور معبود حقیقی تو ایک ہے اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئے جو یہ کہتے ہیں تو کافروں کو دردناک عذاب ہوگا۔

---

[1] العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، (بیروت: دار المعرفۃ طبع اول 1379ھ) 10 / 212

[2] ایضاً 10 / 215

[3] المائدہ: 4 /73

حضورﷺ نے حربت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو روم کے بادشاہ کو دعوت دینے کے لیے بھیجا۔روم میں اس وقت عیسائی تھے ۔چنانچہ روم کا بادشاہ اس بات کا اقرار کرنے لگا :

"وَلَئِنْ كَانَ مَاتَقُوْلُ حَقًّا لَيَمْلَكَنَّ مَوْضِعَ قَدَمِيَّ هَاتَيْنِ وَ كَذَالِكَ وَقَعَ"[1]

ترجمہ :اور اگر جو تونے کہا سچ ہے تو میرے قدموں تک اس کی سلطنت پہنچ جائے گی اور پر ایسا ہی ہوا۔

"عیسائیت شام کا شاہی مذہب تھا،اسی لیے شمالی عرب کے وہ قبائل جو حدود شام میں جا کر آباد ہو گئے تھے انہوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ لخم،جذام،عاملہ،مذحج،بہرا اور سلیح وغیرہ قبائل میں عیسائیت عام تھی۔حدود شام کے عرب رؤساء جن کو غسان کہتے ہیں عیسائی تھے۔حیرہ کے اندر عیسائیت تھی۔طے کا قبیلہ جو نجد کے قریب آباد تھا عیسائی تھا۔اوس اور خزرج میں بھی ایک دو آدمی عیسائی تھے۔جنوبی عرب میں نجران کے علاقہ کے تمام لوگ عیسائی تھے۔یمن میں عبد کلال نامی ایک بادشاہ عیسائی تھا۔"[2]

مقوقس مصر کے پاس حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ حضورﷺ کا خط لے کر گئے۔مقوقس مصر نے ان کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کیا۔

"اهداهما جميعا المقوقس من مصر الى رسول الله ﷺ ،فا تخذ مارية لنفسه"[3]

ترجمہ :مقوقس نے مصر سے (سیرین اور ماریہ قبطیہ) حضورﷺ کو تحفہ میں دیں ۔ حضورﷺ نے ماریہ سے خود نکاح کیا۔

"نو ہجری میں نجران[4] کی عیسائی جمہوریت کا وفد حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ تین سرداروں کے زیر حکم تھے۔ان میں ایک کو عاقب،دوسرے کو سید اور تیسرے کو اسقف کہا جاتا تھا۔ حضورﷺ نے ان کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور سلسلہ نبوت کی حقیقت واضح کی اور عیسائیوں کے عقیدہ،الوہیت عیسیٰ اور دوسرے غلط عقائد کا ابطال فرمایا۔اس دعوت سے وفد کے بعض لوگ متاثر ہوئے لیکن ان کے سرکردہ اسقفوں اور پادریوں کی ہٹ دھرمی درمیان میں حائل ہو گئی۔اس پر حضورﷺ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی کہ اگر آپ کو اپنے عقیدے کی صداقت کا پورا یقین ہے تو آؤ ہمارے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں جو جھوٹا

---

[1]ابن کثیر،البدایہ والنہایہ،319/2
[2]ندوی،سید سلیمان، تاریخ ارض القرآن،جلد،دوم،ص: 199،198
[3]المقریزی،امتاع الاسماع،343/6
[4]نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کے درمیان ہے(مودودی،سیرت سرور عالم،جلد اول،ص:708)

ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو توان میں سے کوئی بھی اس بات پر تیار نہ ہوا۔اس سے وفد کے صاف دل ارکان کے علاوہ دوسرے عیسائی اور غیر عیسائی عوام پر یہ حقیقت کھل گئی کہ نجرانی پیشوا ایسے عقائد پر ایمان رکھتے ہیں جن پر خود ان کو بھی پورا یقین نہیں ہے ۔"[1]

نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔نجاشی کے پاس جب اسلام کی دعوت پہنچی تو وہ بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

"اَشْهَدُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ"[2]

ترجمہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

تورات اور انجیل میں حضور ﷺ کی صفات بیان کی گئی تھیں جن کو عیسائیوں نے پڑھا اور پھر حضور ﷺ نے جب ان کو اسلام قبول کرنے اور ایک ایسی بات کی طرف آنے کی دعوت دی جو دونوں کے نزدیک مشترک ہے توان نشانیوں کو دیکھ کر دعوت کے نتیجے میں انہوں نے تثلیث کے عقیدے کو ترک کیا اور حضور ﷺ کی تصدیق کی۔

IV. یہودیوں کے عقائد کی اصلاح

حمیر یہودی تھے، بنی کنانہ، بنی الحارث بن کعب، اور کندہ میں بھی یہودیت تھی۔یثرب سے شام تک عرب کے اکثر سرسبز مقامات یہودیوں کے قبضہ میں تھے۔بنو قریظہ، بنو قینقاع، اہل خیبر سب یہودی تھے۔مدینہ منورہ میں یہودیوں کی آبادی تھی۔یہاں ان کا ایک بیت المدراس تھا جہاں علمائے یہود اپنی مذہبی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کر کے سامعین کو سنایا کرتے تھے[3]۔

یہود مسلمانوں کا مال غصب کرنا جائز سمجھتے تھے۔ان کی معیشت کا انحصار سود پر تھا۔وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتے تھے ۔اسلام کی بدولت ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ان کے کئی لوگ مسلمان ہو گئے اور توحید پھیلانے کا ذریعہ بنے۔

جب خیبر کے یہود کو حور ﷺ نے جلاوطن کرنے کا ارادہ فرمایا توانہوں نے حضور ﷺ سے اس بات پر صلح کر لی کہ ان کے خون معاف کیے جائیں، ان کے بچے قید نہ کیے جائیں، وہ زمین سے جلاوطن ہو جائیں گے اور زمین سونے چاندی اور مال واسباب

---

[1] مودودی، سیرت سرور عالم، ص: 709

[2] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 69/3

[3] ندوی، سید سلیمان، تاریخ ارض القرآن، جلد، دوم، ص: 198، 199

سمیت مسلمانوں کے لیے چھوڑدیں گے سوائے اس مال کے جوان کے جسموں پر ہے اور یہ کہ وہ مسلمانوں سے کوئی چیز نہیں چھپائیں گے اس کے عوض ان کی اولاد چھوڑی دی جائے، ان کے خون معاف کیے جائیں اور انہیں جلاوطن کر دیا جائے اور درخواست کی:

" ان لنا بالعمارة و القیام علی النخل علما فأقرنا فأقرهم رسول الله ﷺ و عاملهم علی الشطر من الثمر و الحب" [1]

ترجمہ: انہیں باغبانی اور آباد کاری کا خوب کام آتا ہے آپ ہمیں یہیں رہنے دیں آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور کرلی، ان سے پھلوں اور غلوں کی آدھی بٹائی پر معاملہ فرمالیا۔

V. کردار میں تبدیلی

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے اہل عرب کے کردار میں تبدیلی آئی اور ان کا کردار باقی دنیا کے لیے ایک نمونہ بن گیا۔ عرب پہلے جاہل تھے اب ان میں تہذیب آگئی تھی۔ انہوں نے اپنے معاملات کو بھی درست کرلیا اور عادات میں بہتری پیدا کی۔ اپنے رویوں کو اسلام کے مطابق بنالیا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول بنالیا اور نیک اعمال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے۔

"اسلام کا کارنامہ ہے کہ اس نے ایک فرسودہ ذہن کی رسائی کو ایک ہی جست میں تہذیب کے اعلیٰ مرتبے تک پہنچادیا کہ اس کو خدا کی توحید اور ربوبیت کا قائل بنادیا اور افراد کے رویوں میں بنیادی تبدیلیاں پیدا کیں۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ ایک عرب اب پہلے کی طرح اپنے معاشرتی اور زندگی کے معاملات میں اسلام کے مطیع بن گئے اور پہلے کی طرح شتر بے مہار نہ رہے اور ان کی زندگی زیادہ منظم اور بامقصد بن گئی اور ان کا سونا، جاگنا، کھانا، پینا، اور عمومی اخلاقی روئے اسلام کے مطابق بن گئے۔ عادات واطوار کو ترک کرنا ایک مشکل امر ہے لیکن اسلام نے ان کے اندر ایسا ایمانی جذبہ بیدار کیا کہ اس کی طاقت نے ان عربوں کے لیے اس امر کو سہل بنادیا کہ انہوں نے اپنے جاہلی تشخص کو ختم کردیا اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قائل ہوگئے اور رضائے الٰہی کے لیے انہوں نے اپنی معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ مخصوص کردیا۔ انہوں نے نماز کو حرز جان بنالیا۔ اس طرح روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے روزانہ کے کھانے کا معمول متاثر ہوتا ہے اور اس کے لیے قوت ارادی کی ضرورت ہے۔ زکوٰۃ ایسا رکن ہے جس میں مالی قربانی دینا پڑتی ہے۔ یہ ایسی مالی عبادت ہے جو انسان کو لالچ اور حرص سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ دولت سے

[1] بلاذری، احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، (بیروت: مکتبہ الھلال، طبع اول 1988ء) ص: 32

محبت ہی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں مرتدین نے اعلان کر دیا کہ وہ زکوٰۃ نہ دیں گے اور صرف اس صورت میں اسلام پر رہیں گے کہ ان کو زکوٰۃ نہ دینی پڑے۔"[1]

VI. اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت واطاعت

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے صحابہ کرامؓ کے اندر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوگئی اور ان کی نظر میں دنیا کے بجائے آخرت کی زندگی کو ترجیح حاصل ہوگئی۔

"حضرت کعب بن مالکؓ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اس وجہ سے حضور ﷺ ان سے ناراض ہوئے۔ اس کی خبر غسان کے بادشاہ کو ہوئی تو اس نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کیا ہے اس لیے مناسب ہے کہ تم ہمارے پاس آجاؤ اور ہم تمھارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ اس خط کو پڑھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بھی میرے واسطے ایک فتنہ ہے مجھے کیا اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ میں ایک مشرک کی پناہ حاصل کروں؟ فرماتے کہ:

"فَعَمَدْتُ بِهَا اِلَی تَنُّورٍ فَسَجَرْتُهُ" [2]

ترجمہ: پھر میں نے اس خط کو ایک بڑھکتے تندور میں ڈال دیا۔"

ہند بنت عتبہ اسلام اور حضور ﷺ سے شدید نفرت کرتی تھیں۔ جب مکہ فتح ہوا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں:

((يَا رَسُولَ اللهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ اَهْلِ خِبَاءٍ اَحَبُّ اِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَعِزُّوا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ)) [3]

---

[1] العمری، اکرم ضیاء، مدنی معاشرہ، ص، 73، 74

[2] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2 / 535

[3] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب، انصار کے مناقب، باب ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان، حدیث نمبر: 3825

ترجمہ: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے گھرانے کی ذلت روئے زمین پر ہر کسی گھرانے کی ذلت سے زیادہ مجھے پسندیدہ تھی۔ لیکن آج کسی گھرانے کی عزت روئے زمین پر آپ کے گھرانے کی عزت سے زیادہ میرے لیے خوشی کی وجہ نہیں ہے۔

عروہ بن مسعود نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے حضور ﷺ کا احترام دیکھا اور واپس جا کر مکہ والوں سے کہا:

((وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَتْ عَلَي الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَي قَيْصَرَ وَ كِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ اَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا))[1]

ترجمہ: میں بادشاہوں کے پاس گیا اور میں قیصر اور کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا اور اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کا وہ احترام نہیں دیکھا جو محمد کے ساتھی محمد کا کرتے ہیں۔

VII. نیکی کا فروغ

حضور ﷺ کی دعوت کے بدولت جزیرہ عرب میں اسلام کو تقویت ملی اور برائیوں کا خاتمہ ہوا۔ حضور ﷺ نے جب مکہ میں اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تو کفار مکہ نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور حد سے زیادہ ان پر مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو ہجرت کرنا پڑی۔ چنانچہ کچھ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے، کیونکہ حبشہ میں نجاشی بادشاہ تھا اور اس کا عدل مشہور تھا۔ لہذا مسلمانوں نے سوچا کہ وہاں امن سے رہیں گے۔ لیکن کفار مکہ کو یہ بات بھی نہیں برداشت ہوئی۔ اس لیے مکہ سے ایک وفد ان کو واپس لانے کے لیے گیا۔ اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور اس کے سامنے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت کے بارے میں بیان کیا۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اَيُّهَا الْمَلِكُ كُنَّا اَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ نَعْبُدُ الْاَصْنَامَ وَ نَاْكُلُ الْمَيْتَةَ وَنَاْتِي الْفَوَاحِشَ وَنُقَطِّعُ الْاَرْحَامَ وَنُسِيءُ الْجِوَارَ وَ يَاْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ حَتَّى بَعَثَ اللّٰہُ اِلَيْنَا رَسُوْلًا مِنَّا نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَ صِدْقَهُ وَاَمَانَتَهُ وَ عَفَافَهُ فَدَعَانَا لِتَوْحِيْدِ اللّٰہِ وَ اَنْ لَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَ نَخْلَعَ مَا كُنَّا نَعْبُدُ مِنَ الْاَصْنَامِ وَاَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيْثِ وَأَدَاءِ الْاَمَانَةِ وَ صِلَةِ الرَّحِمِ وَحُسْنِ الْجِوَارِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ وَقَوْلِ الزُّوْرِ وَاَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ وَاَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَعَدَّدَ عَلَيْهِ اُمُورَ الْاِسْلَامِ قَالَ فَامَنَّا بِهِ وَ صَدَّقْنَاهُ وَ حَرَّمْنَا مَا حَرَّمَ عَلَيْنَا وَ حَلَّلْنَا مَا اَحَلَّ لَنَا"[2]

---

[1] امام احمد، مسند احمد، حدیث نمبر: 18928

[2] ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 677/1

ترجمہ: اے باشاہ ہم جاہلیت کے لوگ تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردے جانور کھاتے اور بدکاریاں کیا کرتے تھے۔۔ رشتہ داروں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرتے اور پناہ کا حق ادا نہیں کرتے تھے۔ ہم میں طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ اس لیے اللہ نے ہماری طرف ایک رسول بھجاے۔ وہ ہم میں سے ہے، ہم اس کا نسب جانتے ہیں اور اس کی سچائی، امانت، اور عفت کے حال سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ کی وحدانیت کی طرف بلایا اور کہا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ جو بت پرستی ہم کرتے تھے اس نے کہا اس کو چھوڑ دو اور سچ بولو، امانت میں خیانت نہ کرو، صلہ رحمی اور جوار کا حق ادا کرو محرمات سے بچو اور خون نہ کرو، بدکاریوں سے باز آؤ، جھوٹ نہ بولو، یتیم کا مال نہ کھاؤ، نماز پڑھو، روزہ رکھو، اور اسی قسم کی اور اسلام کی باتیں بیان کیں۔

پھر (حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) نے کہا، یہ سب باتیں اس رسول نے ہم کو بتائیں تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور اس کی تصدیق کی۔

اس تقریر کا نجاشی پر بہت گہرا اثر پڑا اور اس نے قریش کے تحائف ان کو واپس کر دیے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اور کہا:

"اذهبوا فانتم امنون ما احب ان لي جبلا من ذهب واني اذيت رجلا منكم و رد هدية قريش و قال ما اخذ الله الرشوة مني حتى اخذها منكم"[1]

ترجمہ: جاؤ، تم امان میں ہو، اگر کوئی شخص مجھے سونے کے پہاڑ بھی لا کر دے اور تم کو ایذا دینے کا کہے پھر بھی میں تم میں سے کسی کو ایذا نہ دوں گا اور قریش کے تحفے واپس کر دیے اور کہا اللہ نے مجھ سے کوئی رشوت نہ لی، تو میں تم سے کس بات کی رشوت لوں۔

VIII. کفار کے سردار ابوسفیان کا اسلام قبول کرنا

ابوسفیان نے ہمیشہ اسلام کی مخالفت کی تھی۔ کفار کی سرپرستی کرتے ہوئے جنگوں میں شریک ہوتا تھا۔ اس نے ہر موقع پر حضور ﷺ کو اذیت دینے کو کوشش کی۔ جب مکہ فتح ہوا تو ابوسفیان سے بدلہ لینے کا موقع تھا۔ حضور ﷺ اگر چاہتے تو اس کا سر قلم کر دیتے۔ لیکن حضور ﷺ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی معافی کا اعلان کر دیا اور ساتھ اس کے گھر کو بھی امن کی جگہ قرار دیا اور فرمایا:

---

[1] ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 1/ 677

"من دخل دار أبي سفيان فهو أمن ومن دخل دار حكيم بن حزام فهو ا من ومن دخل المسجد فهو امن و من اغلق بابه فهو امن "[1]

ترجمہ: جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے اور جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے اور جو مسجد میں داخل ہوا وہ امان میں ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا وہ امان میں ہے۔

IX. اسلام کی اشاعت

حضورﷺ کی اسلام کی دعوت سے دنیا میں اسلام تیزی سے پھیلا اور نبیﷺ کی وفات کے وقت تقریباً دس لاکھ مربع میل پر اسلام کی حکوت قائم ہو چکی تھی۔ نبیﷺ کی وفات کے بعد بھی دعوت نہیں رکی بلکہ صحابہ کرامؓ نے اس کام کو آگے بڑھایا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ جس کی بدولت بیرون عرب بھی دعوت کا کام تیزی سے پھیلنے لگا۔ سن بارہ ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فوج ان لوگوں کو واپس لائی جنہوں نے اسلام ترک کر دیا تھا۔ اس طرح حق اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا اور انہوں نے جزیرہ عرب میں اسلام کا جھنڈا لگا دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق بھیجا تاکہ عراق میں اسلام کی نشر و اشاعت کا کام ہو سکے اور ان کو دعوت دینے کے لیے نصیحت فرمائی:

((وَ اَنْ یَّتَأَلَّفَ النَّاسَ وَ یَدْعُوْهُمْ اِلَی اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ))[2]

ترجمہ: اور لوگوں سے دوستی کرنا اور ان کو اللہ تعالی کی دعوت دینا۔

حضورﷺ کی اسلام کی دعوت سے بیرون عرب اسلام تیزی سے پھیلا اور بڑے بڑے حکمران مسلمان ہو گئے۔ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمان کے بادشاہ جلندی تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور اس کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کے بارے میں بتایا اور اس کو توحید کی دعوت دی تو اس نے ان الفاظ میں اقرار کیا:

"وَ اَشْهَدُ اَنَّهُ نَبِيٌّ "[3]

ترجمہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔

---

[1] ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 2 / 120

[2] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 6 /342

[3] سہیلی، الروض الانف، 7 / 516

X. خراج کی وصولی

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے اسلام تیزی کے ساتھ دنیا میں پھیلا اور علاقے فتح ہوتے گئے۔ چنانچہ جن غیر مسلموں نے اسلام قبول نہیں کیا انہوں نے اسلام کی مخالفت کے بجائے جزیہ دینا قبول کر لیا۔اس سے مسلمانوں کو وسائل ملے جس سے دعوت کا کام کرنے میں مزید آسانی ہو گئی۔

"فکان اول مال ورد المدینة خراج البحرین وھو سبعون الفاً" [1]

ترجمہ: پہلا مال جو مدینہ آیا وہ بحرین سے خراج آیا تھا جو ستر ہزار درہم تھے۔

XI. حکمرانوں میں پذیرائی

حضور ﷺ کی دعوت کے نتیجے میں اسلام دنیا پر تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا اور حکمرانوں میں پذیرائی حاصل کرنے لگا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس جب اسلام کی خبر پہنچی تو اس نے اسلام کی تصدیق کی۔ عمان کے بادشاہ جلندری نے بھی اسلام کی تصدیق کی۔ ثمامہ بن اثال یمامہ کا گورنر تھا۔ جب وہ حضور ﷺ کے پاس گرفتار ہو کر آیا تو اس کو حضور ﷺ ، شہر مدینہ اور اسلام سے شدید نفرت تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے دل کی کیفیت کا اظہار حضور ﷺ کا سامنے یوں کیا:

"قال یا محمد امسیت وان وجھك کان ابغض الوجوہ الي و دینك ابغض الدین الي و بلدك ابغض البلدان الي فاصبحت و ان دینك احب الادیان الي ووجھك احب الوجوہ الي لا یاتی قرشیا حبة من الیمامة" حتی قال عمر لقد کان واللہ فی عینی اصغر من الخنزیر و انه فی عینی اعظم من الجبل خلی عنه فاتی الیمامة حبس عنھم فضجوا و ضجروا فکتبوا تامر با لصلة قال و کتب الیه" [2]

ترجمہ: کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! کل شام تک میری نگاہوں میں آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ ناپسندیدہ آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسندیدہ اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا اور اب آپ ﷺ کا دین میری نگاہوں میں تمام ادیان سے زیادہ اور تمام چہروں سے زیادہ آپ کا مبارک چہرہ محبوب ہو گیا ہے۔ آج کے بعد یمامہ سے غلہ کا ایک دانہ بھی قریش کے پاس نہ پہنچے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا! یہ میری نگاہوں میں خنزیر سے بھی زیادہ حقیر تھا اور اب پہاڑ سے بھی زیادہ عظیم ہے اور اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ چنانچہ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یمامہ پہنچ کر قریش کا غلہ

---

[1] الہاشمی، محمد بن حبیب، (المتوفی: 245ھ)، کتاب المحبر (بیروت: دارالافاق جدیدہ)، ص: 77

[2] امام احمد، مسند امام احمد بن حنبل، 4 /66

روک لیا۔ جس سے قریش کی چیخیں نکل گئیں اور وہ سخت پریشان ہو گئے۔ مجبور ہو کر انہوں نے حضور ﷺ کو خط لکھا کہ ثمامہ کو مہربانی اور نرمی کرنے کا حکم دیں، چنانچہ حضور ﷺ نے ثمامہ کو اسی نوعیت کا ایک خط لکھ دیا۔

XII. ریاستوں پر رعب

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے بیرون عرب ریاستوں پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ نے شرحبیل بن عمر غسانی کی طرف حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا جن کو اس نے شہید کرادیا۔ اس لیے حضور ﷺ نے تقریباً تین ہزار کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا اظہار نہیں کیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقے میں ٹھہرا ہوا تھا ۔ عرب کے عیسائی قبائل لخم، جذام، بہرا، بلی، قیس وغیرہ کے بھی ایک لاکھ آدمی وہاں جمع تھے۔ حاکم غسان نے کچھ فوج بھی منگوالی اور قبائل کو بھی جمع کر لیا لیکن مسلمان پیچھے نہ ہٹے۔ یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی۔ اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس کوئی مال و دولت نہ تھی۔ سفر دور دراز کا تھا۔ اور حضور ﷺ تیس ہزار کی معیت سے تبوک کو روانہ ہوئے۔[1]

روم کی سلطنت دنیا کی عظیم سلطنت تھی اور اس کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا لیکن حضور ﷺ نے روم کی طرف لشکر کشی فرما کر عیسائی بادشاہ پر اپنی دھاک بٹھادی۔

سلمان بن صردؓ روایت کرتے ہیں کہ یوم الاحزاب کے دن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((نغزوهم ولا يغزونا ابدا))[2]

ترجمہ: اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔

XIII. دعوت کے لیے سازگار ماحول

دعوت کے لیے سازگار ماحول بہت اہمیت کا حامل ہے ۔ اگر ماحول سازگار ہو تو دعوت کے بڑے مؤثر نتائج برآمد ہوتے ہیں ۔ اسی لیے جو لوگ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسا ماحول بنا دیتے ہیں جس میں دعوت دینی مشکل ہو جائے۔ اس کے لیے وہ

---

[1] منصور پوری، قاضی سلیمان، رحمۃ للعالمین، ص، ۱۴۹،۱۵۰

[2] ابن ابی شیبہ، ابو بکر بن ابی شیبۃ (المتوفی: 235ھ) ، مسند ابن ابی شیبہ ’(ریاض: دار الوطن ’طبع اول 1997’) حدیث: 867

مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی دعوت سے ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ دعوت کا کام کرنا نہایت آسان ہو گیا
۔

''خدا پرستی کی راہ جاہلیت کی حکومت واقتدار میں دشوار اور خطرات سے بھری ہوئی تھی، اب بہت سہل اور محفوظ ہو گئی ، جاہلیت کے حلقہ اور ماحول میں خدا کی اطاعت مشکل تھی، اب اسلامی ماحول میں خدا کی نافرمانی مشکل ہو گئی، کل تک بر سر بازار اور ڈنکے کی چوٹ پر فسق و فجور اور جہنم کی دعوت دی جاتی تھی، اب ایسا کرنا بہت مشکل تھا، کل تک خدا کی ناراضگی اور اس کی نافرمانی کے اسباب و مواقع بکثرت اور بالا علان تھے، اب ان پر بڑی پابندیاں اور ان کے لیے بڑی رکاوٹیں تھیں، کل تک اللہ ہی کی زمین میں اللہ کی طرف دعوت دینا ایک جرم تھا، جس کے لیے بڑی احتیاط اور رازداری کی ضرورت تھی، اب وہ ایک ایسا کار خیر تھا جس کے لیے کسی رازداری اور پردہ کی ضرورت نہ تھی۔''[1]

XIV. حکمرانوں کا اسلام قبول کرنا

حکمرانوں کا اسلام کی طرف راغب ہونا اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ ان کی بدولت ملک میں دین پھیلتا ہے۔ حکمرانوں کے دین قبول کرنے کا براہ راست اثر عوام پر بھی پڑتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے مختلف حکمرانوں کو اسلام کی طرف دعوت دی ۔ منذر بن ساوی بحرین کا گورنر تھا۔ اس کی طرف حضرت علاء بن الحضرمی حضور ﷺ کا خط لے کر گئے، اس کا یہ اثر ہوا کہ :

''فکتب الی رسول اللہ باسلامه و تصدیقه''[2]

ترجمہ: پس اس نے حضور ﷺ کی طرف اپنے اسلام قبول کرنے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرنے کا خط لکھا۔

عمان میں دو بھائی تھے جن کا نام جیفر اور عبد تھا اور یہ الجلندی بن المستکبر کے بیٹے تھے۔ ان کے پاس جب اسلام کی دعوت پہنچی

" فأسلما و غلبا على عمان " [3]

ترجمہ: یہ دونوں بھائی اسلام لے آئے اور عمان پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔

---

[1] ندوی، سید ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر (کراچی: مجلس نشریات اسلام طبع گیارہ) ص: 151

[2] ابن سعد، طبقات ابن سعد، 202/1

[3] محمد بن حبیب، کتاب المحبر، ص: 77

XV. پر تعیش طرز زندگی کا خاتمہ

اسلام کے آنے سے پہلے دنیا کی دو بڑی طاقتیں روم اور فارس تھیں لیکن یہ بھی گمراہی کا شکار تھے۔

"رومی اور ایرانی اس وقت مغرب و مشرق کی قیادت کے اجارہ دار بنے ہوئے تھے۔ وہ دنیا کے لیے کوئی اچھا نمونہ ہونے کے بجائے ہر قسم کی خرابی اور فساد کے علم بردار تھے۔ مختلف اجتماعی اور انفرادی امراض کا یہ قومیں شکار تھیں اور ان کے افراد پر تعیش زندگی اور مصنوعی تمدن کے سمندر میں غرق تھے۔ بادشاہ اور حکام خواب غفلت میں مدہوش اور نشہ سلطنت میں سرشار تھے۔ کام و دہن کی لذت اور خواہشات نفس کی تسکین کے سوا ان کو دنیا میں کوئی فکر نہ تھی زندگی کی ہوس اور لذت کی حرص اتنی بڑھ گئی تھی کہ ان کو کسی طرح سیری نہیں ہوتی تھی۔"[1]

لیکن اسلام کے آنے اب ان کے دلوں سے دنیا کی خواہش ختم ہو گئی اور یہ اس کام پر راضی رہنے لگے جس سے اللہ کی رضا حاصل ہو۔

XVI. اسلام کا غلبہ

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے بیرونی سلطنتوں پر اسلام کے غلبہ کا اظہار ہوا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے مکالمہ کرتے ہوئے شہنشاہ نے کہا تھا کہ وہ نبی ہیں جس پر ابو سفیان بڑے حیران ہوئے تھے اور کہا:

((لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِیْ کَبْشَۃَ ھَذَا مَلِكُ بَنِی الْاَصْفَرِ یَخَافُهُ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ وَ اللهِ مَا زِلْتُ ذَلِیْلًا مُسْتَقِیْنًا بِاَنَّ اَمْرُهُ سَیَظْهَرُ حَتّٰی اَدْخَلَ اللهُ قَلْبِیْ اَلْاِسْلَامَ وَ اَنَا کَارِهٌ))[2]

ترجمہ: تحقیق ابن ابی کبشہ (یعنی حضور ﷺ) کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے کہ بنو الاصفر کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ اس دن سے مجھے اپنی ذلت کا یقین ہو گیا تھا اور اس کا بھی یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا جبکہ مجھے اس سے نفرت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت کے ذریعے سے اسلام کو غالب کیا اور کفر مغلوب ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی پہلے ہی پیشینگوئی فرما دی تھی کہ دین اسلام غالب آ کر رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ کیونکہ دین اسلام ایسا دین ہے کہ اس کا غلبہ

---

[1] ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص: 33

[2] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب، دعاء النبی ﷺ الناس الی الاسلام والنبوۃ وان لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ، حدیث نمبر: 2941

ہی دنیا کے لیے رحمت ہے اور اس کی بدولت دنیا اس ظلم سے نجات حاصل کر سکتی ہے کہ جس میں صدیوں سے جکڑی ہوئی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اگرچہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔

حضور ﷺ نے بابل کے سفید محلات فتح کرنے کی خوشخبری سنائی تھی:

"و ایم اللہ لیوشکن ان تسمع بالقصور البیض من ارض بابل قد فتحت علیھم"[2]

ترجمہ: اور اللہ کی قسم! عنقریب تو سن لے گا کہ مسلمانوں نے بابل کے سفید محل فتح کر لیے۔

XVII. فاسد نظام کا خاتمہ

انسان نے ایسا نظام لانے کی کوشش کی کہ انسانیت فلاح و بہبود حاصل کرے اور اس کے لیے اس نے سابقہ تجربات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ کبھی اس میں اس نے ان قوانین کے بارے میں افراط اور کبھی تفریط سے کام لیا جس سے وہ فطرت کے قوانین سے ٹکراتا رہا جس کی وجہ سے اس کے اپنے بنائے ہوئے قوانین اس کے لیے عذاب بن گئے۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"ایرانی معاشرے میں خصوصا مذہبی رجحانات نے خاص کردار ادا کیا اور مختلف اثرات کی وجہ سے اجتماعیت انتشار کا شکار ہو گئی۔ مثال کے طور پر مانی یہ چاہتا تھا کہ انسان کو ختم ہونا چاہیے تاکہ جہاں اس کے شر سے پاک ہو اور اس کے لیے اس نے نسل انسانی کو ختم کرنے کے لیے شادی کو حرام قرار دیا۔ اس کے بعد مزدک نے شر و فساد کا سبب مال و عورت کو قرار دیا کہ لوگ اس

---

[1] الصف: 61/ 9

[2] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2/ 581

کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ لہذا اس پر سب لوگوں کا حق ہونا چاہیے اور اس کے نتیجے میں اجتماعی حدود ختم ہو گئیں اور ہر طرف شہوات و ہوس پرستی کا دور دورہ اور بغض و عناد میں اضافہ ہوا۔"[1]

اسلام نے ہر انسان کو اس کی جائز حدود میں آزادی کا حق عطا کیا۔ شادی کو جائز قرار دیا۔ فحاشی کی مذمت کی جس سے خاندانی نظام میں استحکام پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسلام کو پھیلانے کے لیے عرب کا انتخاب کیا۔ اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ ان میں بہت سی خصوصیات تھیں جو دوسری اقوام میں نہیں تھیں۔

"چنانچہ دنیا کی قوموں میں عرب کا انتخاب ان کی ظاہری و معنوی خصوصیات کی وجہ سے ہوا۔ ظاہری تو اس طرح کہ وہ روم اور ایران کے درمیان واقع تھے۔ جو اس وقت کی فاسد ترین دنیاوی طاقت کے مظہر تھے اور جن کو توڑنا بہت ضروری تھا اور اس کے لیے ایسی ہی ہمسایہ قوم کی ضرورت تھی اور معنوی یہ کہ ایسی قوم کے انتخاب کے لیے جس کو اللہ وقت کے فاسد نظام کو ختم کرنے کے لیے کام میں لائے ایسی ہی قوم کی ضرورت تھی۔ جن میں ایسی فطری استعداد ہو۔ عرب کی شجاعت، عزم و استقلال ،اور مضبوط قوت ارادی کا بڑا مقصد یہ تھا کہ یہ اخلاقی عناصر حکومت اسلامیہ کی تعمیر میں کام آئیں۔"[2]

XVIII. ظالم حکمران سے نجات

کسریٰ ایران کا بادشاہ تھا اور بہت غرور کیا کرتا تھا۔ کسریٰ کے پاس جب حضور ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا تو اس نے خط پڑھ کر نہایت حقارت سے پھاڑ دیا۔ جب اس کی اطلاع حضور ﷺ کو دی گئی تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَزَّقَ مُلْكَه"[3]

ترجمہ: اس کا ملک پارہ پارہ ہو گیا۔

---

[1] علوی، خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، طبع، 2009ء)، ص: 49

[2] نعمانی، علامہ شبلی، سیرت النبی ﷺ، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، طبع، اکتوبر، 2012ء)، 855/7

[3] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 269/4

XIX. اسلام کی فتح

حضور ﷺ کی اسلام کی دعوت سے غیر مسلم اسلام کی زیر اثر آ گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کر لیا۔اس سے مسلمانوں کی مالی حالت بہت اچھی ہو گئی۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

"اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الجَرَّاحِ اِلَي الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَ اَمَّرَ عَلَيْهِمْ العَلَاءَ بْنَ الحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِى عُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلَاةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا صَلَّى بِهِمُ الْفَجْرَ اِنْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حِيْنَ رَآهُمْ وَ قَالَ اَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَ اَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَ اللهِ لَاالْفَقْرَ اَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ اَخْشَى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَاوَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ"[1]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے جزیہ لائیں۔
حضور ﷺ نے بحرین والوں سے جزیہ اور خراج پر صلح کی تھی۔ان پر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو سردار بنایا ۔وہاں کے لوگ مجوسی تھے۔جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لائے اور انصار نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے صبح کی نماز حضور کے ساتھ پڑھی۔جب حضور ﷺ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی تو انصار نے اشارے سے مال مانگا۔حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے سنا کہ ابو عبیدہ کچھ مال لایا ہے۔انہوں نے کہا"ہاں، یا رسول اللہ" تو حضور ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور امید رکھو اس چیز کی جو تم کو خوش کر دے یعنی اسلام کی فتح کی۔پس اللہ کی قسم! مجھے تمہاری محتاجی کا ڈر نہیں لیکن مجھے تمہارے بارے میں دنیا کی کشائش اور بہتات کا خوف ہے جیسے اگلی امتوں پر کشائش ہوئی تھی۔پھر تم دنیا میں حرص اور حسد کرو جیسا انہوں نے کیا تھا اور دنیا نے جس طرح ان کو ہلاک کیا اس طرح تمہیں ہلاک کر دے۔

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیہ، باب الجزیہ والموادعۃ مع اہل الحرب، حدیث نمبر: 3158

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کے پاس آئے تھے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ اے عدی! شاید تم اس وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے کہ مسلمان غریب لوگ ہیں۔ پس قسم ہے خدا کی یہ اس قدر مالدار ہوں گے کہ ان میں کوئی ایسا شخص ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے گا جو کسی کا صدقہ وغیرہ قبول کرے۔[1]

حضور ﷺ سرداروں کو یہ بات باور کراتے تھے کہ اسلام کمزوروں کا دین نہیں ہے اور جو لوگ اسلام سے اس وجہ سے دور ہیں کہ کمزور لوگ یہ اسلام قبول کرتے ہیں وہ جان لیں گے کہ اسلام پوری دنیا پر غالب آکر رہے گا۔ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ علم کی روشنی کی جگہ جہالت عام تھی اور قتل وغارت عام تھی۔ توحید کی دعوت تقریباً دنیا سے مٹ چکی تھی اور ہر سو شرک پھیلا ہوا تھا۔ لوگ ایک اللہ کی عبادت کے بجائے بتوں کی عبادت کرتے تھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ میں بھی بت رکھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کی مدینہ میں دعوت کی بدولت اسلام کو فروغ حاصل ہوا اور پھر اس کے اثرات مدینہ سے باہر بھی پڑے اور مدینہ سے باہر اسلام پھیلنے لگا۔ وہ عرب قبائل جو اسلام کے غلبہ کا انتظار رہے تھے، جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جب سن آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو کفار مکہ کی بہت بڑی تعداد مسلمان ہو گئی۔
حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت کو پھیلایا اور مختلف حکمرانوں کے پاس اپنے داعی روانہ فرمائے جن میں سے کچھ حمرعان مسلمان بھی ہو گئے جن میں ایک نمایاں حبشہ کا بادشاہ نجاشی ہے۔ کسریٰ نے حضور ﷺ کے خط مبارک کو پھاڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ روم کا حکمران مسلمانوں کی قوت کو تسلیم کرنے لگا۔ دنیا اسلام کے عادلانہ نظام سے مستفید ہونے لگی۔ اور فاسد نظاموں سے انسانوں کو نجات ملی۔ حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں تاکید کی کہ میری دعوت کو ان لوگوں تک پہچاردو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس طرح نبی ﷺ کی اسلام کی دعوت سے اسلام کی تعلیمات دنیا میں پھیل گئیں۔

[1] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2 / 581

باب چہارم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوتی اسالیب کی عصری معنویت

فصل اول: انفرادی اصلاح

فصل دوم: اجتماعیت کی تشکیل

فصل سوم: غیر مسلموں کو دعوت کے جدید اسالیب

فصل اول: انفرادی اصلاح

افراد سے ہی معاشرے وجود میں آتے ہیں۔اس لیے اگر ایک فرد کی اصلاح ہو گی تو اس کا پورے معاشرے پر اثر پڑے گا۔ حضور ﷺ فرد کی اصلاح پر خصوصی توجہ مبذول کیا کرتے تھے اور ہر فرد کو اس کی استطاعت کے مطابق تعلیم فرما کرتے تھے۔انفرادی اصلاح تب ممکن ہو گی جب اس کی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت لایا جائے اور اس کی فکر کو تبدیل کیا جائے۔اس کی فکر کی تطہیر کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور حضور ﷺ کی رسالت کا عقیدہ اس کے دل میں پختہ ہو جائے۔

I. ایمانیات کے ذریعے اصلاح

فرد کی انفرادی اصلاح کے لیے ایمانیات کا بہت اہم کردار ہے۔ایمانیات میں عقیدہ توحید، حضور ﷺ کو اللہ کا آخری رسول ماننا ،ملائکہ پر ایمان، آسمانی کتب کی تصدیق کرنا، تمام رسولوں پر ایمان لانا، تقدیر پر ایمان لانا اور آخرت کی تصدیق کرنا شامل ہیں۔ایمان دین کا ایک بنیادی ستون ہے۔ایمان وہ عقیدہ ہے جو انسان کے دل میں راسخ ہو جائے تو اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔۔اس کو اگر دنیاوی زندگی میں فائدہ ہو رہا ہو لیکن اس کو آخرت میں اس کا نقصان ہو تو وہ دنیا کے فائدے کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ عمل کرتا ہے جس سے اس کو آخرت میں فائدہ حاصل ہو۔وہ ہمیشہ خدا کی خوشنودی کے لیے نیک اعمال کرتا ہے۔اس لیے انفرادی اصلاح کے لیے ایمانیات کی دعوت کی ضرورت ہے۔

ایمانیات کی دعوت کو عام کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جائے۔۔

قرآن کی تلاوت سے انسان کا ایمان مزید پختہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾[1]

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ انفرادی اصلاح کے کیا قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔اس لیے انفرادی اصلاح کے لیے قرآن کی تعلیم دی جائے اور فرد کو ایمانیات کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے۔اس کے لیے فرد کو سب سے پہلے عقیدہ توحید کے بارے میں بتایا جائے کہ اللہ

---

[1] الانفال:2/8

وحدہ لاشریک ہے۔ حضور ﷺ کی رسالت کے بارے میں سمجھایا جائے کہ حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، روز آخرت پر یقین اور تقدیر کے بارے میں سمجھایا جائے۔

آج مادیت پرستی کا دور ہے اور صرف دنیاوی کامیابی کو سب سے بڑی کامیابی تصور کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے انسان دن بدن دین سے دوری اختیار کرتا جارہا ہے۔ اس لیے دعوت کے میدان میں بہت محنت کی ضرورت ہے اور فرد کی انفرادی اصلاح کے لیے ایمانیات کی تعلیم دینا ضروری ہے۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"ایمان کے بھی دو درجے بتائے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس چیز کی طرف دعوت دے اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔ پھر کمال ثانی کے بھی درجات ہیں جس طرح موم بتی، سورج اور چاند سب پر روشنی مہیا کرنے کا اطلاق ہوتا ہے مگر روشنی مہیا کرنے کے درجات مختلف ہیں۔ اس طرح مومن اگر ایک انسان کے دل میں ایمان کی شمع روشن کردے تو وہ کمال ثانی کے درجے میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن یہ اس کمال کا پہلا درجہ ہوگا پھر ایک جماعت، ایک قوم، اور ایک ملک میں دعوت الی الخیر کے مدارج ہیں اور آخری درجہ یہ ہے کہ اس کی دعوت تمام انسانوں کے لیے ہو، وہ پوری دنیا کو اللہ کی طرف بلائے۔"[1]

ہر آج امت مسلمہ کی نجات اسی میں ہے کہ وہ دعوت کا کام کرے۔ دعوت کا کام ترک کرنے کی وجہ سے پوری امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو جائے گی۔

اس سلسلے میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

((مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُوْدِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا عَلَى سَفِيْنَةٍ فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَ بَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِىْ فِىْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلَى مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِىْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مِنْ فَوْقِنَا فَاِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَاِنْ اَخَذُوْا عَلَى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَ نَجَوْا جَمِيْعًا))[2]

---

[1] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیمات، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ طبع انتالیس، ستمبر 2013،) ص: 139

[2] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب، الشرکۃ، باب، ھل یقرع فی القسمۃ والاستھام فیہ، حدیث نمبر: 2493

ترجمہ: اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے انہیں دریا سے پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں۔ تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کو منع کریں گے تو یہ خود بھی بچ جائیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔

اگر آج سب نے دعوت کا کام ترک کر دیا اور کہنے لگے کہ وہ جانیں اور ان کا کام جانے، ہم ان کو نہیں روکتے۔ وہ خود اپنے اعمال کا خود مزہ چکھ لیں گے۔ اس سے تمام امت اللہ کی گرفت میں آسکتی ہے اور اس بات کا ادراک کرنا انتہائی ضروری ہے کہ جب بھی دعوت کا کام کیا گیا کفار کی طرف سے اس کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے لیے وہ مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اسلام سے نہ روکا گیا تو ہمارے عقائد و مذہب ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اللہ کا دین غالب آکر رہے گا اور مسلمانوں کو صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے تاکہ کفار اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ کیونکہ ہمارے سامنے حضور ﷺ کا اسوہ حسنہ موجود ہے کہ کس طرح حضور ﷺ نے اسلام کو پھیلایا؟ اور کسی قسم کے لالچ یا خوف کا شکار نہ ہوئے۔ بلکہ اپنی جان کی پرواہ بھی نہ کی۔

عصر حاضر میں حق کی صحیح صورت کو چھپایا جا رہا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص تک اس دعوت کو پہنچایا جائے اور اس کو حق سے روشناس کیا جائے۔ مسلمانوں کی دین سے دوری کی وجہ اسلام دشمنی نہیں بلکہ لاعلمی ہے اور دوسری طرف کفار اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کی معاشی حالت دن بدن کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہے۔ جب تک مسلمان اپنی معاشی حالت کو استحکام نہ دیں گے یہ کفار کے چنگل سے نہیں نکل سکتے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان آپس میں متحد ہوں اور متحد ہو کر اسلام کی اشاعت کے لیے وسائل فراہم کریں۔ کفار اپنے نظریات کو پھیلانے کے لیے بے تحاشہ دولت خرچ کر رہے ہیں۔ آج سرمایہ داری نظام کی بدولت امت مسلمہ بھی زیادہ دولت کمانے کے چکر میں پڑی ہوئی ہے اور اکثریت کو دعوت کی فکر ہی نہیں ہے ۔انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد صرف دولت کمانا بنا لیا ہے اور اس بات کا احساس ہی نہیں کہ دوسروں کو بھی اسلام کی دعوت جائے ۔چنانچہ آج ہمارے نوجوان بیرونی ممالک میں دولت کمانے کی غرض سے جاتے ہیں۔ اس لیے چونکہ امت مسلمہ نے اپنے اس فرض سے دور ہو رہی ہے جس کی وجہ سے آج دعوت دینے کی اشد ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں انسان کی تمام توانائیاں مادی ترقی کے حصول کے لیے صرف ہو رہی ہیں اور اسی کو کامیابی اور ناکامی کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ انسان کی کامیابی زیادہ مال و دولت حاصل کرنے میں نہیں۔ کامیابی کا معیار دین کے مطابق زندگی بسر کرنے میں ہے۔

دعوت کی اہمیت کے بارے میں سید ابوالحسن ندویؒ فرماتے ہیں:

"مادی ترقی اور خوشحالی نہ مقصود بالذات ہے، اور نہ ناپسندیدہ شے، ہماری ساری کوششوں اور جدوجہد کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ایسی انفرادی اور اجتماعی حالات واسباب پیدا ہو جائیں، اور ایسا ماحول قائم ہو جائے اور اگر موجود ہے تو ہم اس کو باقی رکھیں جو انسان کی اخلاقی طاقت کی ترقی میں مددگار ہو۔ اس اصول کے مطابق اسلام مسلمان میں ہر چھوٹے بڑے کام کے موقع پر اخلاقی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا چاہتا ہے۔"[1]

آج کا معاشرہ بھی غیر اسلامی رسوم ورواج کا مرکز بن چکا ہے۔ اسلام کے طریقوں کو دن بدن ترک کیا جارہا ہے اور مغرب کی اندھی تقلید میں اسلامی روایات سے مسلمان منہ موڑ رہے ہیں۔ اس وقت دنیا میں باطل نظاموں کا سکہ چلتا ہے جو روز آخرت کو جھٹلاتے ہیں۔ ان کی محنت کا سارا دارومدار صرف دنیا کی زندگی ہے۔ اس لیے آج کے دور میں دعوت دین کی اشد ضرورت ہے تاکہ اس بھٹکی ہوئی قوم کو راہ راست پر لایا جاسکے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت وبندگی ہے۔ آج انسان اپنے اس مقصد کو ہی بھلائے بیٹھا ہے اور صرف دنیاوی ترقی کی خاطر حلال وحرام کی تمیز کے بغیر دنیا حاصل کرنے کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ انسان مادی ترقی کے لیے دین سے بہت دور جا چکا ہے۔ جبکہ اگر وہ اپنے مقصد حیات پر غور کرے اور دنیا کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اپنی اخروی زندگی کو سنوارنے کی کوشش کرے تو وہ دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرسکتا ہے۔ ایک صالح معاشرہ کا قیام اس وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کے احکامات کی کامل پیروی کی جائے اور جب تک اپنی مرضی سے جس حکم کو چاہا مان لیا اور جس کو چاہا اس پر عمل ترک کردیا تو اس وقت تک کامیابی ممکن نہیں۔ آج امت مسلمہ کا یہ مزاج بنانے کی ضرورت ہے کہ جب کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا ہے تو پھر اسلام کے احکامات پر عمل بھی کرنا ہوگا۔ پھر اپنی مرضی کے فیصلے نہیں کیے جاسکتے بلکہ احکام الٰہی کو تسلیم کرلینا ہے اور جب انسان اپنی مرضی کے مطابق قوانین بنائے تو پھر گمراہی اس کا مقدر بنتی ہے۔ آج کتنے افراد ایسے ہیں جو ان بنیادی تعلیمات سے عاری ہیں۔ اس کے لیے دعوت کو پھیلانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ پیغام ہر فرد تک پہنچ سکے۔ اس کے لیے ان باتوں کی بار بار تکرار کی جائے۔ عوامی اجتماعات پر دعوت کو عام کیا جائے تاکہ یہ دعوت ہر فرد تک پہنچ سکے۔

II. تزکیہ نفس

انفرادی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص کے تزکیہ نفس کا اہتمام کیا جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

---

[1] ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص: 147

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾[1]

ترجمہ: تحقیق وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ نفس کیا اور اپنے رب کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ قد افلح من تزکی سے مراد وہ شخص ہے:

"یَعْمَلُ وَرَعًا"[2]

ترجمہ: جو نیکی کے کام کرتا ہے۔

تزکیہ نفس کے لیے ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے منع کیا ہے انسان ان کو ترک کر دے۔

حضور ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا تھا وہاں ہر فرد نے مکمل طور پر اسلام پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس لیے آج ہر فرد کو اس بات کا شعور دیا جائے کہ جب اسلام قبول کیا ہے تو ضروری ہے کہ پوری طرح اسلام کے احکامات کے مطابق زندگی گزاری جائے۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد واپس گھر کو جا رہے تھے تو واقعہ بیان فرماتے ہیں:

"فرجعت الی اهلی فمررت بامرأة كنت اتحدث اليها فقالت هلم الی الحديث

فقلت لا ونبعث فضالة يقول

قالت هلم الی الحديث فقلت لا يابی عليك الله والاسلام"[3]

ترجمہ: میں اپنے اہل کی طرف جا رہا تھا کہ میں اس عورت کے پاس سے گزرا جس سے میں باتیں کیا کرتا تھا۔ تو اس (عورت) نے کہا آؤ باتیں کریں تو میں نے کہا نہیں اور فضالہ یہ کہتے ہوئے گزرے۔

اس عورت نے کہا آؤ باتیں کریں۔ میں نے کہا اللہ اور اسلام تجھ (سے باتیں کرنے) سے انکار کرتے ہیں۔

آج ایک فرد دین اسلام کی حقانیت پر ایمان بھی لاتا ہے لیکن کتنے افعال اپنی مرضی سے سرانجام دیتا ہے اور ان کی پابندی کرنا ضروری خیال نہیں کرتا۔ اس لیے ہر فرد کی اصلاح اسی صورت ممکن ہے جب اس کو اس بات کا ادراک کروایا جائے۔

---

[1] الاعلیٰ: 87/ 14

[2] الطبری، محمد بن جریر، تفسیر طبری، (بیروت: دار ہجر، طبع اول 1422ھ)، 24/ 319

[3] ابن قیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، 364/3

III. تالیف قلوب

دل انسان کے تمام جذبات کا منبع ہوتا ہے اور دل کے لگاؤ کی وجہ سے ہی انسان افعال سر انجام دیتا ہے۔ اگر انسان کا دل درست سمت میں چل پڑے تو دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے اور اگر دل میں ہ کجی ہو تو دین پر چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے انسان کے جسم میں دل کو سب سے بڑی مرکزیت حاصل ہے۔ انفرادی اصلاح کے لیے حضور ﷺ مال و دولت بھی عطا فرمایا کرتے تھے۔۔ اگر کوئی فرد مال و دولت ملنے سے ایمان کی دولت حاصل کر لیتا ہے تو اس سے بڑی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

آپ ﷺ نے حارث بن ابی شمر کی حکومت کو قائم رکھا اور اس کو دعوت دیتے ہوئے لکھا:

''يَبْقَى لَكَ مُلْكَكَ''[1]

ترجمہ: تیری حکومت کو قائم رکھا جائے گا۔

اس لیے آج دعوت دیتے ہوئے اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو اسلام کی دعوت کو بڑی تیزی کے ساتھ پھیلایا جا سکتا ہے کہ جو شخص کسی عہدہ پر فائز ہوں اس کو معزول نہ کیا جائے بلکہ ان کے عہدہ کو برقرار رکھا جائے۔

دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے ان کی مالی امداد کی جائے۔ آج مسلمان غربت کا شکار ہیں اس کے لیے اگر دس پندرہ افراد مل کر ایک شخص کی امداد کر دیں اور اس کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں پھر دوبارہ جب استطاعت ہو تو دوسرے فرد کی مدد کریں اور ہر فرد اپنی آمدنی کا ایک مخصوص حصہ دین کی اشاعت کے لیے صرف کر دے تو دین کی سربلندی کا کام ہو سکتا ہے۔ آج مسلمان اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے معاملے میں بہت کمزور ہیں۔ آج ہر فرد اپنا محاسبہ کرے کہ دین کی اشاعت کے لیے وہ کیا کردار ادا کر رہا ہے؟ اس لیے آج اسی جذبے کی ضرورت ہے جیسا صحابہ کرامؓ کا جذبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جان و مال اللہ کے راستے میں وقف کر دیا تھا۔

''عیسائی اپنی جانوں اور مالوں کو بے حساب اپنی قوم اور وطن کی خاطر خرچ کر رہے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان غریب ہیں لیکن اس کے لیے مسلمان اپنے درجہ اور حیثیت کے مطابق خرچ کریں، کیا مسلمانوں میں کوئی قوم ایسی بھی مل سکتی ہے جو عیسائیوں کے برابر خرچ کرتی ہو؟ عیسائیوں میں بعض قومیں ایسی ہیں جنہوں نے اپنی تمام قومی دولت کا نصف جنگ عظیم میں خرچ کیا مگر

---

[1] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 4/ 268

مسلمانوں میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس نے قومی یا شخصی حیثیت کا دسواں حصہ بھی قربان کر دیا ہو مسماخنوں میں ایسا کرنے والا نظر نہیں آتا"[1]

آج انفرادی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ امت محمدیہ صدقات کو فروغ دے اور ایک دوسرے کی مدد کریں تاکہ ہم ہر میدان میں ترقی کر سکیں۔ حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لہذا دعوت کا کام اب امت محمدیہ نے کرنا ہے۔ لہذا امت محمدیہ کے لیے ضروری ہے کہ اس طریقہ دعوت کو اختیار کرے جو حضور ﷺ نے اختیار فرمایا تھا۔ غزوہ حنین میں آپ ﷺ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے تاکہ اس کا دل اسلام کی جانب مائل ہو جائے اور آج ہم صدقات و خیرات میں بہت پیچھے ہیں جبکہ غیر مسلم اقوام اپنے مذاہب کو پھیلانے کے لیے بہت بڑی رقمیں خرچ کر رہی ہیں۔ اس امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ انفرادی اصلاح کے لیے دل کھول کر صدقات و خیرات خرچ کریں اور اس سے لوگوں کو دین کی دعوت دی جائے۔

IV. دعوت کو عام کرنا

امت مسلمہ کی انفرادی اصلاح کے لیے ضروری ہے دعوت کو عام کیا جائے۔ دعوت کی اشاعت کے لیے ضروری ہے کہ ہر محلے میں کچھ لوگ ہوں جو لوگوں تک دعوت پہنچائیں۔ نیز نیکی کرنے والے فرد کی حوصلہ افزائی کی جائے اور برائی کام کرنے والے کے راستہ میں رکاوٹیں ہوں تاکہ وہ برائی سے محفوظ رہے اور بدی کرنا مشکل ہو جائے۔ بدی کے مقابلے میں نیکی کرنا آسان ہو۔ دعوت کو عام کرنے کے لیے علماء کرام اپنا کردار ادا کریں اور عوام الناس کو دین کی طرف راغب کریں۔ دعوت کو عام کرنے کے لیے عام لوگوں کو قرآن کی تعلیم کے لیے ہر مسجد میں اس کے دروس ہوں۔ نیز عوام الناس کے مختلف طبقات میں دعوت کو عام کیا جائے ۔ جیسے مزدوروں کو فیکٹری میں جا کر دعوت دی جائے اور ان کو اسلامی شعائر کا پابند بنایا جائے۔ دعوت کا کام نہایت نرمی سے کیا جائے اور غصے اور ناراضگی کا اظہار نہ کیا جائے۔

"یہاں ایک بہت بڑی آفت ہے جس سے بچنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ جب عالم آدمی گناہ کی برائی بتاتا ہے تو علم کی وجہ سے اپنے آپ کو معزز اور دوسرے کو جہالت کی وجہ سے ذلیل سمجھتا ہے۔ اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو دوسرے کو آگ سے بچاتے ہوئے اپنے آپ کو جلا ڈالے۔ شیطانی دھوکہ اور اس کے فریب و شر سے بچنے کا ایک معیار اور کسوٹی ہے۔ چاہیے کہ محاسبہ کرنے والا اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ دوسروں کو برائی سے روکنے سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ انسان خود برائی سے رکے۔ دوسروں کی برائیاں

---

[1] امیر شکیب ارسلان، اسباب زوال امت، (اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اشاعت چہارم، 2012ء)، ص: 13

تلاش نہ کرے اور یہ خواہش ہو کہ احتساب کا فرض اس کے بجائے کوئی اور انجام دے تو اچھا ہے اور اگر معاملہ اس کے بر عکس ہو تو یہ اپنے نفس کی خواہشات کا متبع ہے اور وہ اصلاح کے بجائے اپنے مرتبے کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے اور پہلے اسے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے"[1]

اس لیے امت مسلمہ کے ہر فرد کی انفرادی اصلاح ضروری ہے۔اور اگر کچھ افراد بھی برائیوں کا ارتکاب کرنے والے ہونگے تو پورا معاشرہ تباہ ہوگا اور انفرادی اصلاح، دعوت کو ہر فرد تک پہنچانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

کسی قوم کی تباہی ان سب کی نافرمانی کرنے سے کی وجہ سے نہ ہوئی بلکہ جب چند افراد نے برائیوں کا ارتکاب کیا اور دوسروں نے ان کو منع نہیں کیا اور وہ برائیوں میں آگے بڑھتے ہی گئے۔تو ایک موقع ایسا آیا کہ ان کی مہلت کی مدت ختم ہوگئی اور ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا گیا۔حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔اس لیے امت محمدیہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ دعوت کے کام کو پوری دنیا تک وسیع کیا جائے۔اس کے لیے تبلیغی جماعت سے افراد کی تشکیل کی جاتی ہے جو دنیا کے مختلف ممالک میں دعوت کا کام کرتے ہیں ۔لیکن اس کام کو مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ دین کی دعوت سے مستفید ہو سکیں۔اب اس امت کا یہ فرض ہے کہ کہ دعوت ہر غیر مسلم تک پہنچائے اور اگر اس میں کوتاہی ہو گی تو امت مسلمہ سے اس کی بازپرس کی جائے گی کہ اس نے دعوت کی ذمہ داری کو صحیح طریقہ سے ادا کیوں نہیں کیا کیا ہے۔

اس لیے امت محمدیہ کے ہر فرد کو کوشش کرنی ہے۔لہذا دعوت ہر فرد تک پہنچانا لازم ہے۔اس لیے دعوتی تحریکات اپنے کام کو مزید وسعت دیں۔حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور آپ کی نبوت قیامت تک باقی رہنے والی ہے اور آپ سے قبل کی تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور صرف دین اسلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا۔اس لیے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرے۔

آج دعوتی میدان میں کس قدر کام کرنے کی ضرورت ہے اور ہم کس قدر بے توجہی کا شکار ہیں اس کا اندازہ اس انٹرویو کے اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے جو علامہ قاری عبدالخالق رحمانیؒ نے دورہ امریکہ سے واپسی پر دیا:

"وہاں باشعور اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔وہ لوگ از خود ریسرچ کر کے مسلمان ہو رہے ہیں۔عرب لوگ دعوت و تبلیغ کے کام میں سب سے زیادہ سرگرم ہیں۔عربی تو ان کی اپنی زبان ہے انگلش بھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ہوسٹن کے کچھ فاصلے پر ایک مقام

---

[1] ابن قدامہ، احمد بن عبدالرحمان(المتوفی: 689ھ) ، مختصر منہاج القاصدین،(دمشق: مکتبہ دارالبیان، طبع 1398ھ) ص: 128

ہے وہاں جانا ہوا تو ایک بہت عالی شان مسجد تھی وہ عربوں کی قائم کردہ تھی اور اس کے آس پاس سارے عرب لوگ آباد تھے ۔وہاں پاکستانی اور ہندوستانی مسلمان اگرچہ اچھی خاصی تعداد میں ہیں لیکن وہ سب اپنے کام دھندوں میں لگے ہوئے ہیں۔دینی امور سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔اگر کوئی کام بھی رہا ہے تو وہ نہایت محدود پیمانے پر ہے۔حالانکہ وہاں دعوت کے نہایت سازگار حالات ہیں۔کالے اور گورے از خود تحقیق کر کے مسلمان ہو رہے ہیں۔اگر وہاں منظم انداز میں دعوت کا کام ہو تو اسلام امریکہ کا سب سے بڑا مذہب بن سکتا ہے"[1]

دعوت کو عام کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔اس لیے ہر مسلمان کو اس میں کردار ادا کرنا چاہیے۔

V. علمائے کرام کا کردار

دعوت کا کام علماء نے کرنا ہے۔اگر وہ صحیح طریقے سے اپنا کردار ادا کریں گے تو دعوت کا کام مزید بہتر ہوگا۔انفرادی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ علماء اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور ایک ایک فرد کے پاس جا کر اس کو دعوت دیں۔اس کام کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے لیکن آج ہر فرد دن بدن دین سے دور ہو رہا ہے۔اس لیے اس کی اصلاح کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہے۔

علماء کے کردار کے بارے میں سید ابوالحسن ندویؒ فرماتے ہیں:

"علماء کفر کا ایک ایک نشان مٹاتے ہیں اور جاہلیت کا ایک ایک داغ دھوتے ہیں، کفر کا ادراک کرنے میں ان کی حس عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، کفر جس لباس میں اور جس صورت میں ظاہر ہو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔"[2]

خطبہ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الا فلیبلغ الشاھد الغائب "[3]

ترجمہ: جو موجود ہیں وہ ان تک بات پہنچادیں جو حاضر نہیں۔

---

[1] سہ ماہی مجلہ بحر العلوم،(سندھ، میرپور خاص: سلسلہ اشاعت نمبر 12، سال 2015ء)، ص: 188

[2] ندوی، سید ابوالحسن علی، علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں،(بریلی: سید شہید احمد اکیڈمی،، طبع اول، اگست 2012ء)، ص: 24

[3] امام احمد، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر: 2036

اب دعوت کا کام علماء کرام نے کرنا ہے۔اس لیے امت مسلمہ کی انفرادی اصلاح کے لیے علماء کرام کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔علماء امت کے افراد کو دین کی دعوت دیں اور ان تک صحیح طریقے سے اسلام کا پیغام پہنچائیں۔علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ ایک ایک فرد پر توجہ مرکوز کریں اور دعوت کے میدان میں پڑنے والی مصائب کا جوان مردی سے مقابلہ کریں۔اس کے لیے ہر فرد کو مناسب وقت دیا جائے اور اس کو نیک اعمال کی طرف مائل کیا جائے۔

VI. تعلیم کے ذریعے اصلاح

امت کی انفرادی اصلاح میں تعلیم کا بہت بڑا کردار ہے۔علم کی بدولت انسان اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آتا ہے۔تعلیم ایک فرد کے کردار کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے جبکہ جہالت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔تعلیم کے ذریعے ایک فرد کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔اسلام میں علم حاصل کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔اس لیے علماء کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾[1]

ترجمہ: بیشک اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اللہ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

علم حاصل کرنے کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علم کا حصول ہر مرد و عورت کے لیے لازم ہے۔

علم کے بغیر فرد اپنی اصلاح نہیں کر سکتا اور نہ ہی دوسرے کی اصلاح کرنا اس کے لیے ممکن ہے۔اس لیے دعوت دینے سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اہل علم ہیں۔مال و دولت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل نہیں ہیں بلکہ اگر کسی فرد کو دین کا علم عطا ہوا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے۔

اگر انفرادی طور پر امت مسلمہ کا ہر فرد علم کے حصول پر توجہ دے تو پوری امت مسلمہ کی اصلاح ہو جائے گی۔کیونکہ افراد کی اصلاح ہی گویا پوری امت کی اصلاح ہے۔علم فرد اصلاح کے لیے ضروری ہے اور جہالت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

---

[1] الفاطر:35/ 28

عصر حاضر میں افراد کی انفرادی اصلاح کے لیے ان کو اچھی تعلیم دینا ضروری ہے۔اس کے لیے لوگوں کو تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔ تعلیم کو عام کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ حضور ﷺ جب مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے سب سے پہلا کام ہی مسجد کی تعمیر کا کیا اور ساتھ مسلمانوں کی تعلیم کے لیے ایک ادارہ قائم کیا۔ مسجد میں آنے والے مسلمانوں کی تعلیم کا مسجد میں انتظام کیا جاتا تھا اور یہ افراد مسجد سے تربیت پا کر دوسروں کو دعوت دیتے تھے۔

عصری دعوتی تحریکات میں اکثر افراد دین کے علم سے ناواقف ہیں لیکن اس کے باوجود دعوت کا کام کر رہے ہیں۔ دعوت دینے والا صاحب علم ہو۔ اگر اس کے پاس دین کا علم نہیں ہے تو اسلام کے مخالفین اس کو ہر مقام پر پریشان کریں گے اور اس کے پاس ان کو جواب دینے کی طاقت نہ ہو گی۔اس لیے دعوت کے لیے انسان کے پاس علم ہونا بھی ضروری ہے۔ لہذا وہ اسے لوگوں سے علم حاصل کرے جن کے پاس قرآن اور حدیث کا علم موجود ہو اور اس کے لیے وہ علماء کے دروس میں شرکت کرے اور علمی مجالس میں شریک ہو۔

VII. عقائد کی اصلاح

انفرادی اصلاح کے لیے عقائد کی اصلاح ضروری ہے۔ کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں تمام امور ہیں۔ حضور ﷺ نے جب دعوت کا آغاز کیا تو اس وقت گمراہی پھیلی ہوئی تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات تقریباً ختم ہو چکی تھیں۔ ۔اسلام نے عقیدہ توحید پر بہت زور دیا ہے۔ آج ہر فرد کو اپنے عقیدے کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ جب اسلام کے احکامات کو ترک کر کے غیر اسلامی عادات کو اپنایا تو ساتھ ہی عقیدہ کے اندر خرابی پیدا ہو گئی اور رقص و سرور کی محفلوں کا نتیجہ ہے کہ بے شمار غیر اسلامی باتیں مسلمانوں میں آگئیں ہیں۔

مسلمانوں میں خرابیاں پیدا ہونے کی اہم وجوہات میں ایک غیر اسلامی عقائد کو اختیار کرنا ہے۔ لہذا دعوت کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔

عقائد کی اصلاح سب سے پہلے ضروری ہے کیونکہ اگر عقیدہ صحیح نہیں ہو گا تو عبادات کا کوئی فائدہ نہیں۔ عبادات کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص عبادت کی جائے اور اس میں کوئی دنیاوی نفع یا شہرت مقصود نہ ہو۔اس کے رسولوں اور روز قیامت پر ایمان لایا جائے۔ عبادت سے مقصود صرف رب کی رضا ہونی چاہیے۔۔

VIII. مخاطب کی طرف توجہ کرنا

دعوت دیتے وقت مخاطب کی طرف توجہ دینا ضروری ہے اور دعوت دینے والا اس سے بے رخی نہ برتے۔

لہذا ہر فرد کی انفرادی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ داعی اس کو مناسب توجہ دے اور اس کی بات کو غور سے سنے۔اس کے حالات کے مطابق اس کی مناسب رہنمائی کرے۔داعی کو دعوت دیتے وقت مدعو کی مناسب رہنمائی کرنی چاہیے اور اس سے بے رخی نہیں کرنی چاہیے۔مدعو جو سوال کرے داعی کو اس کا مناسب جواب دینا چاہیے۔

IX. مخاطب کا مرتبہ ملحوظ رکھنا

دعوت کے لیے ضروری ہے کہ مخاطب کی ذہنی استعداد کا خیال رکھا جائے اور جو شخص جس استعداد کا مالک ہو اس کے مطابق اس کو دعوت دی جائے۔انسان کی ذہنی استعداد کو بڑھانے میں ماحول بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔حضور ﷺ دعوت دیتے وقت مخاطب کے مرتبہ کو ملحوظ رکھتے تھے جیسے جب حضور ﷺ نے بادشاہوں کو دعوت دی تو ان کو اچھے القابات سے مخاطب کیا۔نبی ﷺ کا طریق دعوت انسان کی نفسیات کے مطابق تھا۔حضور ﷺ دعوت دیتے وقت فرد کی صلاحیت کو ملحوظ رکھتے تھے اور کسی کی صلاحیت سے بڑھ کر اس پر بوجھ نہیں ڈالتے تھے۔اس لیے ہر ایک کو اس کی سمجھ کے مطابق دعوت دینی چاہیے تا کہ وہ ہر بات کو اچھی طرح سمجھ سکے۔اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو وہ باتیں بتائی جائیں جن کو وہ اچھی طرح سمجھ سکیں تا کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں۔داعی اگر مقام اور مرتبہ ملحوظ نہیں رکھے گا تو دعوت کے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔اس لیے دعوت اس طریقے سے دی جائے جو حضور ﷺ اسلوب تھا تا کہ اس سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو سکیں۔صاحب اقتدار، آفیسرز، اساتذہ، تاجر، سیاستدان اور مزدور ہر ایک کو دعوت دینے کا طریقہ جدا جدا ہے۔اس لیے دعوت دیتے وقت مخاطب کا خیال رکھا جائے تا کہ دعوت زیادہ مؤثر ہو سکے۔اگر ایک صاحب اقتدار دین کی طرف آتا ہے تو اس کے اثرات پوری ریاست پر پڑیں گے۔

X. حسن خلق سے دعوت دینا

اگر دعوت دینے میں ہر فرد کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے تو دعوت بہت مؤثر ہو گی اور بڑی کامیابی مل سکتی ہے۔اس لیے دعوت دیتے وقت غصہ کا مظاہرہ نہ کیا جائے بلکہ نرمی سے دعوت دی جائے۔حضور ﷺ دعوت دیتے وقت مخاطب کو اس انداز سے دعوت دیتے کہ وہ دین کی طرف مائل ہو جاتے اور سخت دل والے بھی یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے کہ حضور ﷺ کی دعوت دنیاوی غرض و غایت کے لیے نہیں بلکہ اس کا مقصود انسانیت کی بھلائی ہے۔نبی ﷺ انتہائی عمدہ اخلاق کے ذریعے دعوت دیتے تھے جس طرح حضرت ثمامہ بن اثال کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ اس سے روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ تیرا کیا ارادہ ہے؟ تو ثمامہ بن اثال نے بار بار آگے سے سخت جواب دیا لیکن حضور ﷺ اس کی خدمت کرتے رہے۔یہ حضور ﷺ کے درگذر اور اچھے اخلاق کا نتیجہ تھا جس نے ثمامہ کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔حضور ﷺ اس سے جتنا مال لینا چاہتے لے سکتے تھے کیونکہ یہ یمامہ کا گورنر تھا۔اور اس کے پاس مال کی کمی نہ تھی اور اس نے کہا تھا کہ اگر مال چاہیے تو مال دیا جائے گا۔لیکن آپؐ نے مال

کا مطالبہ کیے بغیر اس کو آزاد کر دیا اور اس اچھے اخلاق کی بدولت اسلام پھیلا ہے۔اس لیے عصر حاضر میں اس چیز کی ضرورت ہے کہ حسن خلق کا مظاہرہ کیا جائے اور افراد کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔

XI. بچے کو تعلیم دینا

دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کو دین کی باتیں سیکھائی جائیں اور ان کو دین کی طرف راغب کیا جائے۔اگر ان کو بچپن سے دین کی باتیں سیکھائی جائیں اور ان کا نماز کا عادی بنایا جائے تو بڑے ہو کر یہ اچھے مسلمان بنیں گے۔بچے کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اس کو نماز کا عادی بنایا جائے اور اس کو دین کی بنیادی باتیں سیکھائی جائیں تاکہ ان کے مطابق وہ عمل کر سکے۔سب سے پہلے اس کے دل کو دین کی طرف راغب کیا جائے۔اس کے لیے اس کو باجماعت نماز ادا کرنے کی ترغیب دی جائے اور اس کو بتایا جائے کہ نماز کے کیا فوائد ہیں؟اور نماز ترک کرنے کا کیا گناہ ہے؟بچے کی اصلاح کے لیے اس کو قرآن سیکھایا جائے۔بچے کو قرآن کی سورتیں حفظ کروائی جائیں اور ان کو کھانا کھانے کے آداب سیکھائے جائیں۔معاشرہ میں طرح طرح کے لوگ ہوتے ہیں لیکن بچے کو نیک لوگوں کی صحبت کا عادی بنانا چاہیے تاکہ اس پر اچھے اثرات پڑیں اور برے لوگوں کی صحبت سے اس کو دور رکھا جائے اور جہاں وہ غلطی کرے اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

XII. ہر فرد کو اس کی نفسیات کے مطابق تعلیم دینا

انفرادی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ہر فرد کو اس کی نفسیات کے مطابق دعوت دی جائے۔کیونکہ سب کو ایک جیسی تعلیم نہیں دی جاسکتی کیونکہ ہر شخص کا حال دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسا کام بتائیں جس کو میں لازم پکڑوں تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((قُلْ رَبِّيَ اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ))[1]

ترجمہ: کہو کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟تو نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] الترمذی، سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، حدیث نمبر:2410

((اَلصَّلاَ ةُ عَلَی مِیْقَاتِہَا))[1]

ترجمہ: وقت پر نماز ادا کرنا۔

اس طرح جب دوسرے افراد سوال کرتے ہیں کہ سب سے بڑی خوبی کون سی ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((خُلْقٌ حَسَنٌ))[2]

ترجمہ: عمدہ اخلاق۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہر فرد کو اس کی نفسیات کے مطابق دعوت دی جائے۔ایک عام آدمی کو دعوت دینے کا اور انداز ہے اور ایک تعلیم یافتہ فرد کو دعوت دینے کا اور انداز ہو گا۔اس لیے دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہر فرد کو اس کی نفسیات کے مطابق دعوت دی جائے۔

XIII. نرمی اختیار کرنا

انفرادی اصلاح کے لیے حضور ﷺ ہمیشہ محبت و نرمی اختیار فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ آسانی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔اس لیے آج دعوت دینے میں ہمیں نرمی کا اسلوب اختیار کرنا چاہیے اور غصہ کرنے کے بجائے لوگوں کو نرمی سے دین کی طرف دعوت دی جائے اور اگر کوئی ایسی بات کہہ دے جو ہمیں بری لگے تو اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

اس لیے دعوت دینے والے کو غصہ سے اجتناب کرنا چاہیے اور کسی فرد سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کو اپنی تحقیر نہ سمجھے بلکہ یہ سوچے کہ اللہ کے راستے میں مجھے یہ تکلیف پہنچی ہے اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ مجھے اجر عطا فرمائے گا۔غصہ مذموم فعل ہے اور غصہ پی جانا بہت اچھی خصلت ہے اس لیے ایسا انداز اختیا کیا جائے تاکہ دوسرے افراد اس سے متاثر ہوں اور جو فرد کسی مسئلے کے بارے میں نہ جانتا ہو اور اس سے کوئی ناگوار کام ہو جائے تو اس کو نرمی سے سمجھانا چاہیے۔کیونکہ اس کی غلطی کرنے کا سبب اس کا اس مسئلے کے بارے میں علم کا نہ ہونا ہے اور اس پر اس کو غصہ نہ کیا جائے بلکہ اس کی اچھے انداز سے اصلاح کی جائے۔عصر حاضر میں فرد کی اصلاح کے لیے لازم ہے کہ اس کو قرآن کی تعلیم سے آگاہ کیا جائے اس کو برائی سے بچنے اور نیکی کے کام کرنے کی تلقین کی جائے۔نیکی کے کاموں کی طرف رغبت پیدا کی جائے۔جو شخص نیکی کے کاموں کی طرف راغب ہو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل الجہاد والسیر، حدیث نمبر: 2782

[2] قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، حدیث نمبر: 3436 (صحیح الاسناد) امام ترمذی نے حسن صحیح کہا۔

مسلمانوں کی بے راہ روی کی ایک وجہ غربت ہے اس کے خاتمہ کے لیے افراد آپس میں تعاون کریں۔ توحید کی دعوت کو عام کیا جائے اور انفرادی اصلاح کے لیے علماء کرام اپنا کردار ادا کریں اور ہر فرد کی انفرادی اصلاح کے لیے کوشش کریں۔ انفرادی اصلاح کے لیے تعلیم کو عام کیا جائے اور جو سیکھا ہے اس کے ذریعے دوسرے افرد کی رہنمائی کی جائے۔ اچھے کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور ان سے بے رخی نہ برتی جائے۔ ہر فرد کو اس کی نفسیات کے مطابق تعلیم دی جائے۔

فصل دوم: اجتماعیت کی تشکیل

امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسروں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ دعوت کے کام کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذمہ لگائی تھی اب یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اجتماعی طور پر دعوت کا کام کریں اور اجتماعی اصلاح کی کوشش کریں۔

I. اصول تدریج

امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے داعی حضرات کو بڑے صبر و تحمل اور محنت کی ضرورت ہے۔ جب انسان دین کے اعمال میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو دین سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ تدریج کا اصول اپنایا جائے اور افراد کو نیکی کی طرف راغب کرنے کے لیے ان کو آہستہ آہستہ نیکی کی راہ پر لایا جائے۔ پہلے فرائض کی ادئیگی کا اہتمام کیا جائے پھر نوافل کی ادائیگی کی طرف توجہ دی جائے۔ قرآن کے تھوڑا تھوڑا نزول کا یہ مقصد تھا کہ تاکہ قرآن لوگوں کے دل و دماغ پر نقش ہو جائے۔

دعوت دینے والے کے لیے ضروری ہے سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو نیکی کی دعوت دے اور برائیوں سے منع کرے۔

مدینہ میں جب حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو اس وقت ان میں برائیاں بہت عام تھیں۔ وہ شراب پیتے تھے۔ بدکاری عام تھی اور جب شراب حرام قرار دی گئی تو ایک ہی بار حرام نہ ہوئی بلکہ تدریج کے ساتھ اس کو حرام کیا گیا۔

اس لیے دعوت دیتے وقت داعی مدعو کی طبیعت کے مطابق اس کو دعوت دے اور ایک ہی دفعہ اس کو تمام احکامات نہ سیکھانے لگ جائے بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے سیکھائے۔ جب وہ اگلے احکامات کو خوب سیکھ لے تو اس کو مزید سیکھانا چاہیے۔

II. مادیت پرستی کا خاتمہ

آج امت مسلمہ مادیت پرستی کا شکار ہے، ایک دوسرے کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے اور صرف اپنا مفاد عزیز ہے۔ مادہ پرستی کی بدولت دولت اور حکومت کے لیے انسان سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی مادہ پرستانہ نظریے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس نظریہ کی عین فطرت ہے کہ اس کی بنیاد پر ایک خالص مادہ پرستانہ نظام اخلاق بنتا ہے، خواہ وہ کتابوں میں مدون ہو یا صرف ذہنیت تک محدود ہو۔ پھر اسی ذہنیت سے علوم و فنون اور افکار کی آبیاری ہوتی ہے اور پورے نظام تعلیم و تربیت میں الحاد و مادیت کی

روح سرایت کر جاتی ہے۔ پھر انفرادی سیرتیں اسی سانچے میں ڈھلتی ہیں اور انسان کے درمیان تعلقات و معاملات کی تمام صورتیں اسی نقشہ پر بنتی ہیں۔"[1]

جب دنیا کی محبت دلوں میں راسخ ہو جائے تو انسان اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ دولت کی بے جا طلب کی بدولت آج معاشرہ امن و سکون سے عاری ہو چکا ہے اور مادی ترقی کے لیے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی دوڑ دھوپ میں مصروف ہے۔ اس کے لیے انسان اخلاقی ضوابط کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے جس معاشرے کی بنیاد ڈالی تھی اس میں ایک ایسا نظام اخوت قائم کیا تھا کہ ہر ایک دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتا تھا۔ اس لیے مادہ پرستی کا شکار ہونے بجائے دوسروں کی اصلاح کی فکر کی جائے۔ دعوت کے میدان مین اگر مدعو کی طرف سے تکالیف دی جائیں تو ان کی پرواہ نہ کرے۔ دین کو دنیاوی غرض کے لیے نہ حاصل کرے۔ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دی جائے۔ اس سے اسلام کی طرف دعوت میں آسانی پیدا ہو گی۔

III. رسوم کی اصلاح کرنا

اسلام نے انسان کی حاجات اور میلانات کا خصوصی خیال رکھا ہے اور اس سلسلے میں معاشرتی اقدار کو بڑی اہمیت دی ہے۔

"اسلام ان ہی رسوم کو پسند کرتا ہے جن میں معاشرے کی فلاح و بہبود کا پہلو ہو اور جو رسوم معاشرے میں ظلم و فساد کا باعث بنتی ہو اسلام ان کو ناپسند کرتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ کوئی رسم اسلامی اقدار کے منافی نہ ہو، دین کے مقاصد کے خلاف نہ ہو اور اس کی وجہ سے معاشرے میں ظلم اور بگاڑ پیدا نہ ہوتا ہو اور اس کو قانون کا درجہ نہ دیا جائے نیز اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو۔ اگر ایک رسم کو ختم کیا جائے گا تو دوسری اس کی جگہ لے لے گی اس لیے اسلام میں رسوم کا خاتمہ نہیں بلکہ ان کی اصلاح مقصود ہے ۔شادی بیاہ میں بعض ایسی رسوم ہیں جو مسلمان معاشروں میں ہندوانہ تہذیب کی بدولت پیدا ہو گئی ہیں اور یہ رسوم شریعت اسلامیہ کے صریح مخالف ہیں اور معاشرے میں ظلم اور بگاڑ کا باعث ہیں اس لیے ممنوع ہیں۔ مثال کے طور پر دلہن کا عروسی جوڑا چار چار لاکھ میں تیار ہوتا ہے جو کہ اس نے صرف ایک دن پہننا ہے۔ بارات اور مہندی کے کھانے کا ولیمہ کی طرح اہتمام کیا جاتا ہے حالانکہ ولیمہ میں بھی سادگی کا حکم ہے۔"[2]

ولیمہ میں اسراف اور فضول خرچی سے پرہیز کیا جائے ولیمہ سادہ اور مختصر ہونا چاہیے اور اس میں محدود تعداد میں افراد کو دعوت دی جائے اور اسراف کے بجائے دولت کو دین کی اشاعت کے لیے صرف کیا جائے۔

---

[1] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تجدید واحیائے دین، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز)، ص:14

[2] محمد زبیر، صالح اور مصلح، (لاہور، دارالفکر الاسلامی، طبع اول، جنوری، 2017)، ص،313، 315

IV. اعمال صالحہ

اجتماعی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اعمال صالحہ کیے جائیں۔ چنانچہ اعمال صالحہ کی بدولت بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے ۔اعمال صالحہ سے آپس میں بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔انسان کی اخروی نجات کے لیے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں اہل ایمان کا اعمال صالحہ سے محروم ہونا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔اعمال صالحہ کے بغیر انسان بے کار اور بے صلاحیت ہو جاتا ہے اور اعمال صالحہ سے انسان خدا کا قرب حاصل کرتا ہے۔ جن لوگوں کے اعمال صالح نہیں ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ ضروری ہیں۔

''حقیقت یہ ہے جہاں عمل کی کمی ہے اس کی وجہ سے ایمان میں بھی اتنی کمی واقع ہو جاتی ہے۔جب کسی چیز کے بارے میں پورا پورا یقین آجائے تو اس کے بر خلاف عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ جیسے آگ کو جلانے والی آگ یقین کر لینے کے بعد کون شخص اس میں ہاتھ ڈال سکتا ہے ؟لیکن نادان بچہ جو آگ کو جلانے والی آگ نہیں جانتا اس میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔اس لیے عمل کا قصور یقین کی کمزوری کا راز فاش کرتا ہے''[1]

آج امت مسلمہ بڑے نازک حالات سے گزر رہی ہے اور ہر طرف سے اغیار ان کو دین اسلام سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے اعمال صالحہ سے لوگ دور ہو رہے ہیں۔ دعوت کے کام میں دن بدن کمی واقع ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کے لیے جذبہ ہمدردی ختم ہو رہا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دوبارہ دعوت کے عمل کو مؤثر بنایا جائے اور جس طرح حضور ﷺ نے دعوت کے فریضہ کو مؤثر انداز میں ادا کیا اس کے مطابق انفرادی اور اجتماعی سطح پر امت مسلمہ کی اصلاح کی فکر جائے اور اس کے لیے اعمال صالحہ کی ترغیب ضروری ہے۔اعمال صالحہ سے انسان کی تربیت ہوتی ہے۔

V. دین کی دعوت کا ذوق

امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے ان کے اندر دعوت کا ذوق پیدا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ کام چند افراد تک محدود نہیں بلکہ پوری امت کی ذمہ داری ہے اور جب تک کسی چیز کے بارے میں آمادگی نہیں ہوتی اس کو حاصل کرنے کی طلب نہیں پیدا ہوتی اور جس کے بارے میں جتنی زیادہ طلب ہوگی اتنی زیادہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی جیسے قرآن حکیم میں جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ہے اور اچھے اعمال کرنے والوں کے لیے بشارت اور برے اعمال کرنے والوں کے لیے وعید سنائی گئی ہے۔اس لیے دعوت کو عام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ امت مسلمہ میں دعوت کا ذوق پیدا کیا جائے اور ان کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ

---

[1] نعمانی، سیرت النبی ﷺ، 5/ 21

جس طرح حضور ﷺ نے سخت محنت سے دعوت کی ذمہ داری ادا کی اسی طرح اس کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔اس لیے ہر مسلمان دعوت کی ذمہ داری کو جاننے اور اس کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ وہ دوسروں کو نیکی کی طرف راغب کر کے راحت محسوس کرے اور جب برائی دیکھے تو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔ خدا نے امت محمدیہ کی یہ خصوصیت رکھی ہے کہ یہ تمام انسانوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ لوگوں کو برائی سے منع کرتے ہیں۔اس امت کی دعوت عام ہے جو کسی علاقہ، قوم اور ملک تک محدود نہیں کی گئی۔

اسلام دین فطرت ہے۔اس کی بدولت انسان کی زندگی میں تبدیلی آتی ہے۔ آج امت مسلمہ دن بدن دین سے دوری کا شکار ہوتی جا رہی ہے اور ان میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ امت مسلمہ کی اس بے راہ روی کی وجہ اس کے اندر دعوت دینے کے دینی جذبہ کی کمی ہے۔ اسلام نے نظام زندگی دیا ہے۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ انسان کی زندگی کے ہر معاملے میں رہنمائی کرتا ہے ۔خواہ وہ مسائل سیاسی، معاشرتی یا معاشی ہوں۔اس لیے امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح اس صورت میں ممکن ہے جب وہ اپنے تمام نظام ہائے حیات کو اسلام کے تابع بنائے اور اس کے لیے دینی جذبہ درکار ہے کہ کتنی بھی مصائب آجائیں لیکن اسلام کے نظام حیات کو زندگی کا دستور العمل بنایا جائے گا۔اس کے لیے امت مسلمہ میں دینی جذبہ بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔اور اس کے لیے حضور ﷺ کے اسالیب دعوت کو اختیار کیا جائے۔ حضور ﷺ نے عرب کی جاہل قوم میں اسلام کا جذبہ بیدار کیا کہ وہ سب کچھ اسلام کے لیے قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔

بعض لوگ اس وجہ سے دعوت نہیں دیتے کہ ان کی دعوت پر کوئی عمل نہیں کرتا۔اس وجہ سے برائیاں بڑھ رہی ہیں جبکہ دعوت دینے والے کو چاہیے کہ وہ نتائج کی پروہ کیے بغیر لوگوں کو دعوت دے۔ چاہے کوئی عمل کرے یہ نہ کرے یہ اس کی ذمہ داری نہیں۔ دعوت اس وقت پھیلتی تھی جب مسلمانوں نے اس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا ہوا تھا۔

اس سلسلے میں مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:

''جب تک مسلمانوں میں قرآن اور حضور ﷺ کی تعلیمات کا اثر باقی رہا اس وقت ہر مسلمان ایک داعی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ مسلمانوں نے حکومت بھی کی اور تجارت کو بھی اختیار کیا۔انہوں نے زراعت بھی کی اور دنیا کا ہر کام کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دل میں ہمیشہ یہ لگن رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی جو نعمت عطا کی ہے اس سے پوری انسانیت کو بہرہ مند کرنے کی کوشش کریں۔ وہ اسلام کو دنیا کے لیے ایک عظیم نعمت جانتے تھے اس لیے ان کا ایمان تھا کہ ہر انسان اس نعمت کو حاصل کر کے کامیابی حاصل کرے اس لیے ہر انسان تک اس نعمت کا پہنچانا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ہر شخص جس حال میں بھی ہوتا تھا اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی جدوجہد کرتا تھا۔ تاجروں نے تجارت کے کام میں اور مسافروں نے اپنے سفر میں، مزارعوں نے اپنے کھیتوں

میں، ملازموں نے اپنے دفتروں میں اور قیدیوں نے اپنے قید خانے میں اس ذمہ داری کو ادا کرنے خدمت سرانجام دی۔ یہ ذوق اس حد تک ترقی کر گیا کہ عورتوں نے بھی نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی"[1]

امت محمدیہ کے ذمہ صرف اللہ کا پیغام کو گوں تک پہنچانا ہے کوئی قبول کرے یہ نہ کرے ان کی ذمہ داری نہیں۔ لہذا دعوت کا کام اس وجہ سے ترک نہیں کرنا چاہئے کہ اس کے مطابق کوئی عمل نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ امت اجتماعی طور پر دعوت کا کام شروع کرے تاکہ معاشرے میں نیکی کا فروغ ہو جائے۔ لوگ جب دعوت کے میدان میں مصائب کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کی دعوت کو ٹھکرایا جارہا ہے اور اس دعوت کے نتیجہ میں ان کی ذات پر بھی طعن و تشنیع کی جارہی ہے تو وہ دعوت کا کام ترک کر دیتے ہیں اور اس وجہ سے پھر معاشرے میں برائیاں پھیلنا شروع کر دیتی ہیں۔ امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کی لیے مسلمان دینی ذوق کو بیدار کریں اور یہ کام چند افراد کا نہیں بلکہ اس کے لیے پوری امت مسلمہ کو کوشش کرنی ہو گی۔ کیونکہ فتح و کامرانی اسی صورت ممکن ہے جب اجتماعی طور پر کوشش کی جائے گی۔ نیز آج ہمارے کالجز اور یونیورسٹیوں میں جو طلباء پڑھ رہے ہیں تو ان کو بھی اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اہل و عیال میں بھی دین کی دعوت کو عام کریں گے اور معاشرے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ ان سے وقتاً فوقتاً اس بارے میں پوچھا جائے کہ جو انہوں دعوت کا کام کیا ہے اس کا کیا نتیجہ نکلا؟

VI. خوشخبری سنانا

عصر حاضر میں یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ ہمارے خطباء حضرات خوش خبری سنانے کے اسلوب کو بھلا بیٹھے ہیں اور لوگوں کے عیوب بیان کرنے پر اپنی قوت صرف کرتے ہیں۔ حوصلہ افزائی کرنے سے کسی کام کے کرنے کا بہتر جذبہ بیدار ہوتا ہے اور کام کرنے میں دلی لگن شامل ہو جاتی ہے جبکہ حوصلہ شکنی کی بدولت انسان ہمت ہار جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ لوگ پریشان ہو گئے تھے تو انہیں راغب کیا اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ عمل کرو اور خوش ہو جاؤ۔

VII. باطل عقائد کا رد

امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کی لیے ان کے عقائد کی اصلاح مطلوب ہے۔ کیونکہ عقائد کی درستگی کے بغیر امت کی اصلاح ممکن نہیں۔ حضور ﷺ نے عربوں کے عقائد کی اصلاح کے لیے ان کو خالص اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ آج امت مسلمہ کو توحید کی دعوت دینے کی ضرورت ہے کیونکہ امت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی قائل ہونے کے باوجود غیروں سے لو لگائے بیٹھی ہے جبکہ اللہ کی

[1] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، دعوت دین کی ذمہ داری، ص: 5

مدد کے ذریعے ہر طرح کی مصائب پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ تعداد قلیل ہونے کے باوجود دعوت کا کام جاری رکھا اور کسی قسم کی دنیاوی لالچ میں نہیں آئے اور کسی کے رعب و دبدبہ سے متاثر نہ ہوئے۔

VIII. قرآن کی تعلیم کو عام کرنا

قرآن تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے عمل سے قرآن کی وضاحت فرمائی اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھایا۔۔ قرآن قیامت تک کے انسانوں کے لیے رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے ان میں قرآن کی تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج امت مسلمہ کی اصلاح اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ قرآن کو اللہ نے قیامت تک کے لیے آنے والے تمام انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔اس سے پہلی کتابیں اپنی اصلی حالت سے تبدیل کی گئیں لیکن یہ اس سے محفوظ ہے۔ قرآن کا اپنا اثر ہوتا ہے اور انسان کی طبیعت کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف مائل کرتا ہے۔ قرآن سے قوموں کو عروج ملا اور اس کے ترک کرنے کی وجہ سے بہت سے تباہ و برباد ہوئے۔اس کی بدولت دنیا میں کامیابی ملتی ہے اور رزق کی فراوانی ہوتی ہے

لہذا قرآن کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے علماء کرام اپنا کردار ادا کریں۔ مساجد میں قرآن کا ترجمہ لوگوں کو پڑھایا جائے۔ جب تک کوئی انسان قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھے گا وہ اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں حاصل کر سکے گا۔ نیز قرآن پر دروس کا انتظام کیا جائے تاکہ امت مسلمہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے آگاہی پیدا ہو۔ قرآن کے ترجمہ کے لیے سیکھنے والوں کی استعداد کا خیال رکھا جائے اور تدریج کے اصول کو اپنایا جائے اور جو لوگ قرآن کا ترجمہ سیکھ لیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کو انعامات سے نوازا جائے ۔ حفاظ کرام کو بھی قرآن کا ترجمہ سیکھایا جائے تاکہ وہ اس کی دعوت دے سکیں۔

IX. نماز باجماعت کا انتظام

امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ نماز باجماعت کا انتظام کیا جائے۔اس کے لیے لوگوں کو نماز باجماعت کی اہمیت سے آگاہی دلائی جائے۔ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ نماز باجماعت میں شریک ہوتے تھے اور غیر مسلموں سے جو لوگ مسلمان ہوتے ان کو نماز کی تاکید کی جاتی۔اسلام میں نماز ترک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔اس لیے نماز باجماعت کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔اس کے لیے جماعت میں شریک ہونے کی دعوت کو عام کرنا ضروری ہے۔ نماز باجماعت میں شریک ہونے کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے اور اس کے بغیر کوئی انسان فوز و فلاح سے ہمکنار نہیں ہوسکتا اور نہ ہی آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے کیونکہ دخول جنت کے لیے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں۔ جماعت میں شریک ہونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔ آج

لوگوں کو نماز باجماعت میں شریک ہونے کی اہمیت سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ نماز باجماعت کی بدولت امت مسلمہ میں آپس میں ایک دوسرے کے حالات کا پتہ چلتا ہے اور دینی شعور اجاگر ہوتا ہے۔

X. اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنا

دعوت کی کامیابی کے لیے غیر مسلموں دلوں سے اسلام کے خلاف نفرت کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔آج مغربی معاشرے میں اسلام کو بھیانک رنگ میں پیش کیا جارہا ہے جس کی بدولت لوگ اسلام قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔آج دعوتی تحریکات دین کا کام احسن انداز سے کر رہی ہیں اور اس کے لیے وہ لوگوں کو بڑی عمدگی سے اسلام کی طرف مائل کرتے ہیں اور بڑی محنت کے ساتھ جماعتیں تشکیل دی جاتی ہیں جو بستی بستی اللہ کا دین پہنچاتی ہیں اور لوگوں کو نماز کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جماعت کے افراد بہت عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اگر کسی جگہ ان کو تکلیف بھی دی جاتی ہے تو یہ صبر کے ذریعے اس کو برداشت کرتے ہیں اور لڑائی جھگڑا بالکل نہیں کرتے۔ نیز دعوتی تحریکات غیر مسلم ممالک میں بھی دعوت کا کام کر رہی ہے اور کئی افراد کی اصلاح کا زریعہ بنی ہے ۔لیکن اس میں بھی دعوت کے کام میں مزید بہتری کی گنجائش ہے۔ تبلیغی جماعت کے ساتھی جو دعوت کے لیے لٹریچر استعمال کرتے ہیں وہ محدود ہے۔ جماعت کے افراد دعوت دینے کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوریؒ کی فضائل اعمال سے دعوت کا کام کرتے ہیں اور دوسری حدیث کی کتابوں سے وعظ و نصیحت نہیں کرتے۔ لہذا ضروری ہے کہ دوسری کتابو ں سے بھی دعوت دینے کے لیے استعمال کیا جائے اور ان کی تعلیمات سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔

XI. منہیات شرعیہ سے اجتناب کی دعوت

امت محمدیہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ان کو اللہ تعالی کی منع کردہ باتوں کے بارے میں بتایا جائے۔ منہیات شرعیہ سے اجتناب نہ کی صورت میں اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔اس لیے امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ برائی کی حوصلہ شکنی کی جائے اور نیکی کو فروغ دیا جائے ۔ برائی کرنے والے کو برائی کرنی مشکل ہو اور نیکی کرنی آسان ہو اور برائی سے نفرت دلائی جائے اور نیکی کرنے والے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس کے لیے معاشرہ اپنا کردار ادا کرے۔جب معاشرہ میں اجتماعی طور پر نیکی پھیلانے کی سوچ پیدا ہو گی تو اس سے دعوت کا کام بہتر ہو گا۔

XII. مدارس کا قیام

دور نبوی ﷺ میں تعلیم دینے کے لیے ایک ادارہ قائم فرمایا تھا جس میں مسلمانوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ابتدا میں مسجد ہی مدرسہ کا کام کرتی تھی۔ لیکن اس کے بعد مسجد کو اور مدرسہ کی الگ الگ عمارتیں قائم ہونے لگیں۔۔ مدارس اسلام کی اشاعت میں اہم

کردار ادا کرتے ہیں اس لیے زیادہ سے زیادہ مدارس کا قیام عمل میں لایا جائے۔ مدارس کے قیام کے لیے حکومت کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈ مخصوص کیا جائیں۔

XIII. انفاق فی سبیل اللہ

امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے انفاق کو فروغ دیا جائے۔ آج غیر مسلم بہت بڑی بڑی رقمیں مسلمانوں کو دین سے روکنے کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔ لہذا امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے ان کو انفاق پر خصوصی توجہ دینا چاہیے تاکہ امت مالی طور پر مستحکم ہو اور دعوت کے فروغ کے ذرائع میسر آسکیں۔ دعوت کے میدان میں انسانیت کی بھلائی کا جذبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر انسانوں کی خدمت کی جائے گی تو ان کے دل اسلام کی جانب مائل ہونگے۔ انسانوں کی مصیبت کے وقت ان کی خدمت کرنا بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ انسانیت کی خدمت کے بغیر دعوت کا کام نہیں کیا جاسکتا۔ انسانوں کی خدمت سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دولت اپنے خصوصی کرم کے ذریعے عنایت فرمائی ہے لہذا اس کو دین کی اشاعت کے لیے خرچ کرنا چاہیے۔

آج غیر مسلم لوگوں کو دین سے دور کرنے کے لیے بہت بڑی مقدار میں اپنی دولت خرچ کر رہے ہیں جبکہ مسلمان اس میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ اسی لیے آج اسلام دنیا میں اس انداز سے نہیں پھیل رہا ہے جتنا پھیلنا چاہیے۔ خدا کی راہ میں جب اسلام کی اشاعت کے لیے خرچ کیا جائے تو اس کا ثواب ہمیشہ انسان کو ملتا رہتا ہے۔ وہ کام صدقہ جاریہ میں شمار ہوتے ہیں جن سے اجتماعی طور استفادہ کیا جائے جیسے کنواں کھدوانا، پانی کا نل لگوانا، مدرسہ بنوانا، مسجد بنوانا وغیرہ۔

اس لیے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو دین کی اشاعت کا کام کریں اور مسلمان ان کی دل کھول کر امداد کریں تاکہ دین کی نشر واشاعت کا کام بہتر انداز میں ہو سکے۔

XIV. اسلام کا معاشی نظام

رزق حلال اصلاح کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ نیز عبادت بھی اس وقت قبول ہو گی جب انسان کا رزق حلال ہو۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا يُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتٍ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾[1]

---

[1] المؤمنون: 23/ 51

ترجمہ: اے رسولو! حلال کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔

امت مسلمہ کی اصلاح کا راز اسلامی نظام معیشت میں ہے۔آج مسلمان ممالک غیر مسلم ممالک کے مقروض ہیں اور اس کی بنیادی وجہ اسلامی نظام معیشت کو لاگو نہ کرنا ہے۔ سود کی بدولت اشیاء صرف مہنگی ہو جاتی ہیں اور روپے کی قدر میں کمی واقع ہو جاتی ہے ۔جس کی بدولت غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ سود کی ادئیگی کی وجہ سے اسلامی ممالک کی معیشت دن بہ دن کمزور ہو رہی ہے اور وسائل کی کمی کی وجہ سے غیر مسلم ممالک کا دست نگر بن جاتے ہیں۔اگر مسلمان سادگی کو اپنائیں تو ان قرضوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے وسائل کی بدولت بہتر انداز میں دعوت کا کام کر سکتے ہیں۔اسلامی نظام معیشت کی ایک اہم اکائی زکٰوۃ ہے۔زکٰوۃ امیروں سے لیکر غریبوں کو دی جاتی ہے جس سے غریبوں کی مدد ہوتی ہے اور ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع ملتا ہے۔اس لیے جس قدر صدقات کو فروغ دیا جائے گا دعوت کے لیے وسائل فراہم ہوں گے۔آج امت مسلمہ اس صورت میں کفار کے معاشی نظام سے نجات حاصل کر سکتی ہے جب اسلام کے نظام معیشت کو اختیار کیا جائے۔سودی نظام کا خاتمہ کیا جائے۔لوگوں کو بلا سود قرض حسنہ دیا جائے۔اس سے مسلمانوں کی معاشی حالت میں استحکام پیدا ہو گا۔جب مسلمانوں کے پاس وسائل دستیاب ہوں گے تو دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچانے میں آسانی ہو گی۔

XV. نیکی میں تعاون

امت کی اجتماعی اصلاح کے لیے ضروری ہے افراد ایک دوسرے کے ساتھ نیکی میں تعاون کریں اور نیکی کرنا آسان ہو جائے اور بدی کے کام کرنا مشکل ہو جائے۔نیکی میں تعاون کی بدولت نیکی اور بڑھے گی اور نیکی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو گی۔نیکی کے کام میں دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ تعاون کیا جائے۔اگر کوئی شخص بدی کے کام میں تعاون مانگے تو اس کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔معاشرے میں جب لوگ صرف نیکی کے کام میں دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے تو نیکی کو فروغ ملے گا۔اس طرح معاشرے میں نیکی کے فروغ کے لیے سازگار ماحول ملے گا اور اجتماعی طور پر نیکی کو فروغ حاصل ہو گا جس سے امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح ہو گی۔

XVI. تقویٰ میں غلو

معاصر دعوتی، اصلاحی اور انقلابی تحریکوں نے مذہبی اور فلاحی میدانوں میں جو کارنامے سرانجام دیے ہیں وہ ایک بہت بڑی دینی خدمت ہے۔

''اس لیے دینی تحریکات کے تصور دین، اور اس کے مطابق ذہن سازی اور تربیت سے تشکیل پانے والے مسلم فرد میں ایک ایسی سختی اور خشکی در آئی ہے جو اصل میں دین کا حصہ نہیں ہے۔یہ اس دوا کی سی ہے جس نے اصل بیماری کا علاج تو کیا لیکن اپنے ضمنی

اثرات بھی چھوڑ گئی۔ اسلامی تحریک سے وابستہ داعیان دین نے ہمارے معاشرے میں تقویٰ کی ایک ایسی نفسیات پیدا کر دی ہے کہ جس میں اپنی ذات سے بڑھ کر اپنے مخاطب سے تقویٰ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔"[1]

اس لیے دوسرے سے تقویٰ کا مطالبہ کرنے کے بجائے اپنی اصلاح کی جائے۔ اگر ہر فرد اپنی اصلاح پر توجہ مرکوز کرے تو پورے معاشرہ میں نیکی پھیل جائے گی۔ اس لیے دوسروں پر الزامات لگانے کے بجائے ہر فرد اپنی اصلاح پر خصوصی توجہ دے۔

XVII. خیر خواہی کرنا

دعوت دینے والا دوسروں کی خیر خواہی کرتا ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے ذاتی مفادات کے لیے ان سے جھگڑا نہیں کرتا۔ عصر حاضر میں کئی داعی ارکان چھوٹی چھوٹی باتوں پر دوسری تنظیموں پر حملہ کر دیتے ہیں اور اگر ان کا کوئی رکن اسلام کے خلاف کوئی کام کرے تو اس کی ان کو پرواہ نہیں ہوتی لیکن اگر ان کی جماعت کے کسی فرد کا کسی نے احترام نہ کیا تو اس کے خلاف سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسلام کے تمام احکامات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس سے ذاتی انتقام لیا جاتا ہے۔ اس سے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ لہذا دعوتی ارکان دوسرے کے لیے خیر خواہی کا جذبہ پیدا کریں اور کسی سے انتقام نہ لیں تاکہ ان کی دعوت زیادہ سے زیادہ پھیلے

مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"ہمارے ہاں دین کے مختلف شعبوں میں کام ہو رہا ہے۔ اس میں مقصود سب کا ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ انسان جب کوئی ایک راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کو مقصود بنالیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ بس یہی دین ہے اور دوسرا جو ہے سب فضول بات ہے یہاں سے خرابی پیدا ہوتی ہے اب مثلاً دین کی تعلیم ہے یہ بھی دین ایک شعبہ ہے بڑا اہم کام ہے۔ دین کی تبلیغ ہے، یہ بھی بڑا اہم کام ہے۔ یہ بھی بڑی ضرورت کا کام ہے اگر ضرورت پیش آئے تو جہاد ہے۔ اس کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ یہ بھی دین کا ایک کام ہے۔ یہ سب دین کے شعبے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھے کہ جو کام وہ کر رہا ہے وہ دین ہے اور باقی فضول ہیں اور ان کا کوئی مقام نہیں یا یہ کہ اصل کام وہ ہے جو میں کر رہا ہوں۔ مثلاً کوئی سمجھے کہ مدرسے میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ دین کا کام ہے اور تبلیغ بے کار ہے۔ جو جہاد ہو رہا ہے وہ فضول کام ہے۔ اسی طرح کوئی سمجھے کہ جو تبلیغ کا کام ہے وہ دین ہے اور مدرسے والے فضول باتیں کر رہے ہیں اور جب تک وہ نکلیں گے نہیں اور چلہ نہیں لگائیں گے تو وہ دین پر عمل کرنے والے نہیں ہوں گے۔ اب ہر کام اپنی جگہ مطلوب ہے۔"[2]

---

[1] صالح اور مصلح، محمد زبیر، ص، 398، 399

[2] https://www.youtube.com/watch?v=SOVfwfjHGAw

XVIII. مساجد کا کردار

امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح میں مساجد کا بڑا کردار ہے۔امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح میں مساجد بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مساجد علماء اور طلباء کے لیے علم سیکھنے کا ذریعہ ہیں۔ آج امت مسلمہ مساجد سے دور ہو چکی ہے۔ اگر علماء اس بات کو جان لیں کہ لوگوں کو کیسے مخاطب کیا جائے تو حالات میں تبدیلی آجائے اور لوگ مساجد کی طرف رخ کر لیں۔ مساجد میں جب پانچ وقت نماز ادا کی جاتی ہے۔ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اور ان میں آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے اور آپس کا اتحاد دعوت کی کامیابی کی دلیل ہے۔ مساجد بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ جو لوگ ان میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آپس میں قرآن سیکھنے کے لیے علمی مجالس کا اہتمام کرتے ہیں ان کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے۔ مساجد کا امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح میں کردار واضح ہوتا ہے۔۔ مساجد میں امیر و غریب سب برابر ہوتے ہیں اس لیے سب کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے عام آدمی کو بھی مساجد میں سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ حضور ﷺ کے دور میں مساجد ہی جملہ شرعی معاملات، معاشرتی مسائل کا حل اور امت کی اصلاح کا ذریعہ تھیں ۔ مسجد نسلی اور لسانی تعصب کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور جب سے مساجد کا کردار محدود کر دیا گیا ہے امت باہمی انتشار کا شکار ہو گئی ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے مسجد کے کردار کو دوبارہ بحال کرنا ہو گا جیسا حضور ﷺ دور میں تھا۔

مساجد کو دین کی دعوت کے لیے استعمال کیا جائے اور مساجد میں دین کے حلقے قائم کر کے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے ۔ مساجد میں ایسے انداز سے دعوت کا کام کیا جائے کہ ہر ایک اس کی طرف راغب ہو۔ اس کے لیے ایسے پروگراموں کا اہتمام کیا جانا چاہیے جن سے لوگوں کی اجتماعی اصلاح میں مدد ملے۔ مسجد میں دین سیکھنے کے لیے آنا کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آنے والوں کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مسجد کی طرف آنا بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ اور دنیا کی زندگی فانی ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی ابدی ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے اور اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ سے بخشوا سکتا ہے۔ لہذا یہ جذبہ سامنے رکھ کر دوسروں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور ان کو مسجد میں آنے کے لیے راغب کیا جائے۔ لوگوں کی اجتماعی تربیت کے لیے مساجد میں دینی کلاسز کا اہتمام کیا جائے جس میں قرآن کا ترجمہ سکھایا جائے۔ علم اصلاح کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور گمراہی کا اصل سبب ہی جہالت ہے۔ جب مساجد میں قرآن ترجمہ کے ساتھ پڑھایا جائے تو اس سے اجتماعی اصلاح میں بہت مدد ملے گی کیونکہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے سے انسان کے دل کی

کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے اور اگر دل صحیح ہو جائے تو تمام افعال درست ہو جاتے ہیں۔اجتماعی اصلاح کے لیے مساجد بہت مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

XIX. خطبہ کا کردار

خطبہ اجتماعی اصلاح کا مؤثر ذریعہ ہے جس میں افراد کی خاطر خواہ تعداد موجود ہوتی ہے۔خطبہ کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا جاتا ہے تاکہ وہ خطبہ میں بیان کردہ جو نکات کو غور سے سن کر ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔خطبہ کی کامیابی کے لیے خطیب کا ماہر ہونا بہت اہمیت کا حامل ہے اور خطیب جتنی فصاحت و بلاغت سے خطبہ دے گا اتنا ہی مؤثر ہو گا۔اس لیے خطبہ کو اجتماعی اصلاح میں اہم مقام حاصل ہے۔لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ خطبہ اخلاص سے دیا جائے۔ایک دوسرے کے عیوب بیان کرنے کا ذریعہ نہ بن جائے بلکہ مقصدیت کو پورا کرتا ہو اور وہ اجتماعی اصلاح ہے۔اس لیے خطیب کو اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔خطبہ ایسا ہو کہ سننے والوں کو اس کے نکات اچھی طرح سمجھ آجائیں تاکہ وہ ان کے مطابق عمل کر سکیں۔

XX. دین سیکھ کر دوسروں کو سیکھانا

اجتماعی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ دین کی تعلیم حاصل کر کے اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔

جیسے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

((ارْجِعُوْا اِلَى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ))[1]

ترجمہ: اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو دین سیکھاؤ اور اس کا حکم دو اور جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح نماز ادا کرو۔

اجتماعی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ جن لوگوں نے دین سیکھا ہے وہ دوسروں تک اس کی دعوت پہنچائیں اور دوسروں کو بھی دین سیکھائیں۔آج ہمارے کالجز اور یونیورسٹیوں میں جو طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کو اس بات کی طرف راغب کیا جائے کہ وہ اپنے گھر اور عزیز اقارب میں اس دعوت کو عام کریں اور پھر ان سے اس کے بارے سوال کیا جائے کہ انہوں نے دعوت کا کام کس طرح کیا اور ان کو کیا کامیابی ملی؟۔اس طرح ہم دعوت کا کام مزید پھیلے گا اور معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث نمبر: 6008

XXI. تربیت یافتہ افراد کا تقرر

دعوت دینے کے لیے ایسے افراد کا تعین کرنا چاہیے جو دعوت کا کام بخوبی سرانجام دے سکیں۔ جو کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے ہوں۔ یہ سب اس وقت ممکن ہے جب دعوت دینے کا جذبہ بیدار کیا جائے اور دل میں خدا کی محبت پیدا کی جائے۔ رب ذوالجلال نے حضور ﷺ کو یہی صفت عطا فرمائی تھی جس کی وجہ سے نبی ﷺ دعوت کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہوئے۔ ایک داعی کے اندر ایسی صفات ہونی چاہیے تاکہ وہ دعوت کا کام بخوبی سرانجام دے سکے۔

دعوت کے لیے تربیت یافتہ افراد کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ انسانوں کو ان کے معمولات سے ہٹانا نہایت مشکل امر ہے اور اس کے لیے ہر فرد تیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا دعوت کے لیے ایسے افراد کی ضرورت پڑتی ہے جو یہ ملکہ رکھتے ہوں اور اس ذمہ داری کو باحسن طریقے سے ادا کر سکیں۔ داعی اگر تربیت یافتہ ہو تو دعوت کو عام کرنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ تربیت یافتہ داعی نفسیات کے اصولوں سے آگاہ ہوتا ہے اور ایسے مؤثر پیرائے میں دعوت دیتا ہے کہ سننے والے جلد اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ جب بات کرتے تو سننے والوں کو زبانی یاد ہو جایا کرتی تھی۔

عصر حاضر میں داعی کے لیے ضروری ہے کہ جس بات کی وہ دعوت دے رہے ہیں خود اس پر عمل کریں تاکہ دوسرے ان کے کردار سے متاثر ہو کر اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ دعوت کے لیے ضروری ہے افراد کی مناسب تربیت کی جائے اور پھر ان کو دعوت کی ذمہ داری سونپی جائے -

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:

''جس نوعیت کا بھی نظام حکومت پیدا کرنا مقصود ہو اسی کے مزاج کے مناسب اسباب فراہم کرنا اور اسی کے مناسب طرز عمل اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ویسی ہی تحریک اٹھے، اسی قسم کے انفرادی کریکٹر تیار ہوں، اسی طرح کا اجتماعی اخلاق بنے، اسی طرز کے کارکن تربیت کیے جائیں، اسی ڈھنگ کی لیڈر شپ ہو، اور اسی کیفیت کا اجتماعی ہو جس کا اقتضاء اس خاص نظام حکومت کی نوعیت فطرۃ کرتی ہے۔ جسے ہم بنانا چاہتے ہیں۔''[1]

افراد کی ایسی تربیت کرنی کی ضرورت ہے جو دیگر اقوام کے لیے کشش کا باعث بنتے ہوں اور ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ ان سے متاثر ہوں اور ان سے تربیت حاصل کریں۔ عصر حاضر میں دنیا کو دعوت دینے کی سخت ضرورت ہے۔ آج اسلامی دنیا غیر لوگوں کی تہذیب کے پھیلاؤ کا گلہ کرتی ہے۔ اگر افراد کی مناسب تربیت کی جائے تو ان سے متاثر ہو کر غیر مسلم اسلام قبول کریں۔ آج

---

[1] مودودی، اسلامی ریاست، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، شاہ عالم مارکیٹ، طبع، جنوری، 1967ء)، ص: 707

ہمارے مدارس اور سکولوں میں طلباء کو دینی تعلیم دی جاتی ہے اس کے ساتھ طلباء کو عملی میدان میں دعوت کی ترغیب دی جائے اور ان اس کی کار گزاری معلوم کی جائے۔امت مسلمہ کی اجتماعی اصلاح کے لیے امت میں دعوت دینے کا ذوق پیدا کیا جائے۔تا کہ ہر فرد دوسرے کو نیکی کی طرف راغب کرے۔دعوت تدریج سے دی جائے اور ایک ہی بار تمام بوجھ مدعو پر نہ ڈالا جائے۔عصر حاضر میں امت مسلمہ کا اعمال صالحہ سے محروم ہونا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔جب اسلام قبول کیا ہے تو پھر ساتھ اعمال صالحہ کی ضرورت ہے ۔امت مسلمہ میں دعوت کا ذوق پیدا کیا جائے۔مسلمانوں میں جب تک دعوت کا ذوق رہا وہ ہر میدان میں کامیاب رہے۔انہوں اپنے ہر کام کے ساتھ دعوت کے فریضہ کو ادا کیا۔اس وجہ سے دنیا میں اسلام تیزی کے ساتھ پھیلا۔۔مساجد میں قرآن مجید کے درس کا اہتمام کیا جائے۔

فصل سوم

غیر مسلموں کو دعوت کے جدید اسالیب

آج دنیامیں غیر مسلم اکثریت میں ہیں۔ حضور ﷺ جب مکہ سے مدینہ منورہ گئے تو نبی ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیااور غیر مسلموں کے جان ومال کا تحفظ کیا جس سے متاثر ہو کر غیر مسلم اسلام کی جانب مائل ہوئے۔اس لیے عصر حاضر میں بھی غیر مسلموں کو حضور ﷺ کے اسالیب کے ذریعے دعوت دینے کی ضرورت ہے تاکہ ان کو اسلام کی جانب مائل کیا جاسکے۔

I. جذبہ ہمدردی

غیر مسلموں کو دعوت دین کے لیے ان کے ساتھ جذبہ ہمدردی ضروری ہے۔ان کے لیے یہ جذبہ ہمدردی دل میں ہوناچاہیے کہ اگر وہ اسلام نہیں اختیار کریں گے تو ہمیشہ دوزخ کا ایندھن بن جائیں گے۔اس لیے دعوت ان کو اس جذبے سے دی جائے کہ وہ اسلام قبول کر کے اللہ کی رضا حاصل کرلیں اور ہمیشہ کے عذاب سے بچ جائیں۔ حضور ﷺ غیر مسلوں کو ایسے جذبے کے ساتھ دعوت دیتے تھے۔

اسلام دوسروں کے لیے خیر خواہی کا نام ہے اور حضور ﷺ میں یہ خیر خواہی بدرجہ اتم موجود تھی۔اس لیے نبی ﷺ اس بات کی کوشش فرماتے رہتے تھے کہ غیر مسلم اسلام قبول کرلیں اور جہنم کی آگ سے آزادی حاصل کرلیں۔اس لیے عصر حاضر میں دعوت دینے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ رکھے اور ان کو اسلام کی طرف مائل کرے۔

II. ماحول کا تعین

انسان کی تربیت میں ماحول نہایت اہمیت کا حامل ہے۔اگر ماحول اچھا ہو گا تو انسان کی تربیت اچھی ہو گی اور اگر ماحول خراب ہو گا تو اس سے انسان کے کردار پر منفی اثرات پڑیں گے۔انسان جس ماحول میں رہتا ہے غیر شعوری طور پر اس کے اثرات انسان پر پڑتے ہیں۔ نیک معاشرے میں انسان کی کردار سازی ہوتی ہے ۔دعوت کے کام کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ماحول کا تعین کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ جاہلیت کی کون سی قسم اثر انداز ہو رہی ہے اوور اس کا مناسب تدارک کیا جائے۔ خدا نے تمام انسانیت کو اسی فطرت پر تخلیق کیا ہے پھر ماحول کے اثرات سے انسان کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی صحابہ کرامؓ کی تربیت کے لیے ایسا ماحول فراہم کیا جس سے ان کی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں ۔چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دی تھی کیونکہ مکہ کی سرزمین میں اب دعوت کا کام کرنا مشکل ہوتا

جارہاتھا۔ ہر فرد اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن ماحول کے اثرات سے متاثر ہو کر فطرت سے ہٹ جاتا ہے۔ اس لیے دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے ماحول کو اسلام کے مطابق بنایا جائے تاکہ لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔ برے ماحول سے انسان کی شخصیت پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور وہ نفس پرستی کا شکار ہو کر دین سے دور ہو جاتا ہے۔

علامہ قاری عبدالخالق رحمانیؒ یورپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہاں انتہائی درجے کی بے حیائی ہے اگر اس ماحول کو الفاظ میں بیان کیا جائے تو بے ہودہ گوئی ہی کہلائے گی۔ ان کی زندگی میں روحانیت ختم ہو چکی ہے، کام اور تفریح ان کی زندگی ان ہی دو چیزوں سے عبارت ہے، تفریح کے لیے وہ کسی قسم کی مذہبی تعلیمات کا خیال نہیں رکھتے اور جائز و ناجائز کی بحث میں نہیں الجھتے۔ برطانیہ اور امریکہ میں عیسائیت بھی دم توڑ رہی ہے۔ اکثر گرجے بند پڑے ہیں کچھ کھنڈر بن چکے ہیں اور آئے دن فروخت ہو رہے ہیں۔ لوگ مذہبی اعتبار سے مادر پدر زندگی بسر کر رہے ہیں البتہ وہاں جو یہودی ہیں وہ بڑی سختی سے اپنے مذہب پر کاربند نظر آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں جو دین و مذہب سے دور لوگ ہیں انہیں ہر طرح کی تفریح کے باوجود سکون و اطمینان حاصل نہیں ہو رہا۔ وہ سکون و اطمینان کے متلاشی ہیں۔ ایسے میں اگر ہم اسلام کو امن کے راستے اور ایک امن پسند دین کی حیثیت سے پیش کریں تو بے شمار لوگ اسلام کی طرف رجوع کریں گے۔ ان کے شعور کی سطح بلند ہے اور عیسائیت ان کے تمام سوالات کے اطمینان بخش جوابات دینے سے قاصر ہے۔ عیسائیت کی اس کمزوری نے ہی ان کو دین و مذہب سے بدظن کر دیا ہے۔''[1]

لہذا ایسے ماحول میں جہاں لوگ یہودیت اور عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں وہاں اسلام کی تعلیمات کی دعوت دی جائے۔ اس لیے اسلام کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے تاکہ زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

III. مسلسل دعوت

دعوت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ مسلسل دعوت دی جائے اور اس کے لیے لمبے عرصے تک وقفہ نہ کیا جائے۔ داعی کو حالات سے گھبرا کر دعوت کا کام ترک نہیں کرنا چاہیے۔ نتائج کی ذمہ داری کی پرواہ کیے بغیر عمدہ تدابیر اختیار کرتے ہوئے غیر مسلموں کو دعوت دینی چاہیے۔

---

[1] سہ ماہی مجلہ بحر العلوم، ص: 190

عصر حاضر میں غیر مسلم نے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے ہیں۔ فلسطین اور عراق میں غیر مسلم قابض ہیں۔ کشمیر میں ہندو مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا رہا ہے اور ان غیر مسلموں کو دعوت دے کر اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے ۔ فلسطین میں یہودیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا ہوا ہے اور مسلمانوں کو بیت المقدس میں داخل ہو کر عبادت نہیں ادا کرنے دیتے ہیں۔ دعوت کی بدولت کفار کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور اتنی بڑی تعداد میں لوگ کفر کی حالت میں مر رہے ہیں اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ اس لیے دعوت کو وسعت دینے کی ضرورت ہے۔

IV. ترغیب دلانا

عصر حاضر میں دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے اور دعوت کا کام کرنے کے انداز تبدیل ہو چکے ہیں۔ اگر آج غیر مسلموں کو یہ بات باور کرائی جائے کہ زندگی کا سکون اللہ تعالی نے اسلام میں رکھا ہے اور مال و دولت سے سکون نہیں ملتا تو غیر مسلم اسلام کی جانب مائل ہوں گے۔ آج غیر مسلم معاشروں میں خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے اور ان کی زندگی سے آرام و سکون ختم ہو گیا ہے۔ لہذا دنیا آج ایسے نظام کی متلاشی ہے جس میں ان کی زندگی کا دستور العمل موجود ہو اور یہ خصوصیت صرف اسلام میں موجود ہے۔ اب اسلام کے سوا کسی دین پر چلنے میں کامیابی نہیں۔ اس لیے غیر مسلموں تک اس دعوت کو پہنچانے کی ضرورت ہے۔

V. میڈیا کا کردار

دعوت کے میدان میں میڈیا بھی نہایت مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ میڈیا کے ذریعے ایسے پروگرام کیا جا سکتے ہیں جن کی مدد سے عوام الناس کو دین کی طرف راغب کیا جائے۔ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی ایک اہم ذریعہ معلومات ہے۔ ٹی وی پر اسلامی سکالرز کے مختلف لیکچرز نشر کیے جا سکتے ہیں۔ یہ پروگرام اردو اور انگریزی زبانوں میں نشر کیے جائیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کر سکیں۔

کچھ ٹی وی چینلز جو دعوت کا کام کر رہے ہین ان میں نور ٹی وی اور پیس ٹی وی زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ نور ٹی وی کا قیام 2006 میں ہوا۔ اس چینل کے زیادہ پروگرام اردو میں نشر کیے جاتے ہیں۔ پیس ٹی وی کی بنیاد ستمبر 2007 میں رکھی گئی۔ اس کے بانی ڈاکٹر ذاکر نائیک ہیں۔ سوشل میڈیا بھی اسلام کی دعوت کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے ذریعے لوگ گھر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے نوجوان اسلامی لیکچرز سن سکتے ہیں۔ یوٹیوب کے دیکھنے والوں کی دنیا میں بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ اس لیے اس کے ذریعے دعوت کے نشرو اشاعت کا کام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جہاں میڈیا ہدایت کا ذریعہ ہے وہاں گمراہی پھیلانے کا ذریعہ بھی بن رہا ہے۔ میڈیا میں ایسے ڈرامے نشر کیے جا رہے ہیں جو ہمارے اخلاق کو تباہ کر رہے ہیں جس کی وجہ معاشرے میں دن بدن بے چینی پیدا ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت بڑھ رہی ہے۔ آج میڈیا اصلاح کے بجائے خرابی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بن چکا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا جلتی پر تیل کا کام کرتا نظر آتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ دعوت کے کام بھی میڈیا کے ذریعے آسانی ہو گئی ہے۔

''موجودہ دور میں خدا نے دعوت کے کام میں کو آسانی پیدا کر دی ہے۔ دعوت الی اللہ کے امور آج مختلف جدید طریقے ایجاد ہونے سے نہایت آسان ہو چکے ہیں۔ آج ٹیلی وژن، ریڈیو اور اخبارات ور سائل کی بدولت دعوت کا کام سہل ہو گیا ہے۔ لہذا اہل علم ،اصحاب ایمان، خلفاء اور وارثان مسند رسول ﷺ پر واجب ہے کہ شانہ بہ شانہ اس فریضہ کو ادا کریں۔ اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں، اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کریں اور اس سلسلے میں کسی بڑے چھوٹے اور امیر غریب کی پرواہ نہ کریں بلکہ اللہ کے بندوں کو اسی طرح اللہ کا پیغام پہنچائیں جس طرح اللہ نے نازل و مشروع کیا ہے۔''[1]

VI. مشترک چیز کی طرف دعوت

حضور ﷺ کفار کو دعوت دینے میں اس بات کا خیال فرماتے کہ ان کو ایسی بات کی طرف دعوت دی جائے جو مسلمانوں اور کفار کے نزدیک مشترک ہو۔

حضور ﷺ جب غیر مسلموں کو دعوت دیتے تو ان کو مشترک چیز کی طرف دعوت دیتے۔ مشترک کی طرف دعوت دینے میں یہ حکمت ہے کہ سننے والا اس بات کو جلدی مان جاتا ہے اور اختلاف کی صورت میں مدعو اس بات کو اہمیت نہیں دیتا۔ لہذا اس مشترک کلمہ کی طرف آجاؤ اور ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں، اس کا مطلب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے حلال کر دیا ہے وہ حلال ہے اور جو اس نے حرام قرار دیا ہے وہ اشیاء حرام ہیں۔ ہم سب اس بات پر آجائیں۔ دراصل سابقہ شریعتوں میں بھی حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی خبر دی ہے اور تمام انبیاء کرام نے توحید کی دعوت دی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ سابقہ پیغمبروں کی تعلمات پر چلو اور نئی نئی اختراعات سے بچو۔ چنانچہ ان تعلیمات کے مطابق حضور ﷺ غیر مسلموں کو دعوت دیتے تھے۔ جیسے حضور ﷺ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تو انہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں اپنے طریقے کے مطابق نماز پڑھی تو ان کو حضور ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔

---

[1] عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، الدعوۃ الی اللہ واخلاق الدعاۃ، (ریاض: ادارہ البحوث العلمیہ والافتاء، طبع چہارم، 1423ھ) ص: 16

VII. رواداری

رواداری سے مراد ہے کہ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے اور اس میں مذہب، رنگ و نسل کے بغیر بھلائی کا معاملہ کیا جائے۔ اسلام مظلوموں کی مدد کرنے کی تاکید کرتا ہے اور اس میں مسلمان اور غیر مسلم کا فرق نہیں۔ اس طرح غریبوں کی امداد میں سب کے ساتھ بھلائی کا سلوک کیا جائے۔ اس کے لیے مسلمان اور غیر مسلم کا فرق نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَ جِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾[1]

ترجمہ: اور اگر کوئی کافر تم سے پناہ طلب کرے تو تم اس کو پناہ دے دینا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے لگے پھر اس کو امن کی جگہ میں پہنچا دو۔

اسلام رواداداری کا درس دیتا ہے اور غیر مسلموں کو بزور اسلام قبول کرانے کی مخالفت کرتا ہے۔ رواداری کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا جا سکتا ہے۔

اس لیے اسلام کی حقانیت کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا چاہیے اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ لیکن ان پر جبر نہ کیا جائے۔ غیر مسلموں کو پورے حقوق دیے جائیں اور مذہبی رواداری کو فروغ دیا جائے تاکہ وہ اہل اسلام کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[2]

ترجمہ: اسلام میں کسی پر جبر جائز نہیں، ہدایت اور گمراہی اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔

ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ نبی ﷺ لوگوں تک حق بات پہنچا دیں۔

ارشاد ربانی ہے:

---

[1] التوبہ: 9 / 6

[2] البقرہ: 2 /256

﴿فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرْ﴾[1]

ترجمہ: نبی ﷺ نصیحت کر دیا کریں (کیونکہ) آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔

VIII. تحائف کا تبادلہ

تحائف کا تبادلہ کرنے سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت بڑھتی ہے اور دلوں سے نفرت ختم ہوتی ہے۔ اسلام جہاں عبادات پر زور دیتا ہے وہاں انفاق فی سبیل اللہ پر بھی زور دیتا ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے اسلام کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور غیر مسلموں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ قرآن میں اکثر مقامات پر اقامت صلوٰۃ کے ساتھ زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا اور زکوۃ کے مصارف میں سے ایک اہم مصرف تالیف قلوب ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جائے اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے لیے ان کو تحائف دینے چاہیے۔ تحائف کی بدولت تالیف قلوب ہوتی ہے۔ اس لیے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے تحائف کا تبادلہ کیا جائے۔ تحائف کی بدولت آپس میں تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور دلوں سے رنجش دور ہوتی ہے۔

ہدیہ دینے سے دعوت کا کام آسان ہو جاتا ہے اور ہدیہ لینے والے کے دل میں ہدیہ دینے والے کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کو تحفے دینے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے ان کو تحفے دینا چاہیے۔

IX. عقلی دلیل پیش کرنا

دعوت کے لیے جہاں نقلی دلیلوں کی ضرورت ہوتی ہے وہاں عقلی دلیل بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ عقلی دلیل دینے سے کسی بات کی حقیقت واضح کرنا مقصود ہوتا ہے۔ عقلی دلیل کا استعمال قرآن میں بھی کیا گیا ہے۔ جیسے جب یہود کے علماء کہنے لگے کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے جبکہ عیسائی کہنے لگے کہ ابراہیمؑ عیسائی تھے ۔

لہذا جب ابراہیمؑ یہود اور عیسائیوں سے پہلے مبعوث کیے گئے تو آپؑ یہودی یا عیسائی کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ نجات یہودیت یا عیسائیت میں نہیں ہے بلکہ اس دین کو اختیار کرنے میں نجات ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا دین تھا۔

---

[1] الغاشیہ:88 / 21 ، 22

اس لیے دعوت دیتے وقت عقلی دلیل کا سہارا لینے کی بھی ضرورت ہے تاکہ اسلام کی حقانیت کا واضح کیا جائے اور غیر مسلموں کو صحیح معنوں میں اسلام کی دعوت پیش کی جائے۔

X. در گزر کرنا

دعوت کی کامیابی کے لیے در گزر کرنا ضروری ہے اور کسی سے انتقام نہ لیا جائے کیونکہ انتقام لینے سے مدعو کے دل میں داعی کے لیے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دعوت کا عمل مؤثر نہیں رہتا۔ عصر حاضر میں اسلام کی دعوت کا ایک مؤثر ذریعہ کفار کے ساتھ در گزر کا معاملہ کرنا ہے۔ دعوت کے میدان میں طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے دعوت دیتے وقت ان باتوں کو اثر انداز نہ ہونے دے اور دوسروں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرے اور ان سے ہمدردی سے پیش آئے۔ اسلام میں کسی پر جبر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے پاس جب ثمامہ بن اثال گرفتار ہو کر آئے تھے تو حضور ﷺ نے ان کے لیے اپنے گھر سے کھانا منگواتے تھے۔ ثمامہ بن اثال نے بار بار اسلام کا انکار کیا لیکن حضور ﷺ نے اس کو تین دن کے بعد رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ اس سے متاثر ہو کر ثمامہ نے اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ غیر مسلموں کے ساتھ در گزر کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔

اس لیے ضروری ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے تاکہ ان کے دل سلام کی جانب مائل ہو جائیں۔ آج مغربی میڈیا اسلام کی حقیقی تصویر لوگوں کے سامنے نہیں پیش کرتا بلکہ مسلمانوں سے لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے جس کی وجہ غیر مسلم مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اور اسلام کی حقانیت جاننے کے باوجود اسلام قبول نہیں کرتے۔ اگر مسلمان اپنے کردار سے اس پروپیگنڈہ کا مقابلہ کریں تو غیر مسلم مسلمانوں کے کردار سے متاثر ہو کر اسلام قبول کریں گے۔

XI. موقف کا تعین

غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت اسلام کی تمام تعلیمات ایک بار ان کے سامنے نہیں پیش کی جائیں گی کیونکہ ایک بار تمام تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا مشکل امر ہے۔ اس لیے آسانی کی خاطر غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت سب سے پہلے اسلام کی بنیادی تعلیمات کی دعوت دی جائے گی۔ جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کو فروعات کے بارے میں بتایا جائے گا۔

یہ بات کسی طرح جائز نہیں قرار دی جا سکتی کہ جو شخص اصول پر یقین نہ رکھتا ہو تو اس سے فروع پر بحث کی جائے اور جو شخص اسلامی عقیدہ پر ایمان نہ رکھتا ہو اس کو شریعت کا قائل کیا جائے۔ ایسا مادہ پرست شخص جو امور غیب کا منکر ہو اور مادہ اور محسوسات کے سوا کسی چیز پر ایمان نہ لاتا ہو۔ جس کا وحی، رسالت اور خدا کی طرف سے نازل شدہ کتاب پر ایمان نہ ہو۔ جو یہ نہ مانتا ہو کہ اس حیات فانی کے بعد ایک دائمی اور ابدی زندگی ہے جس میں انسان کے تمام اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اگر اعمال نیک ہوں گے تو اچھا بدلہ ملے گا اور

اگر اعمال برے ہونگے تو برا بدلہ ملے گا۔ اگر کوئی شخص ان تمام امور پر ایمان نہیں لاتا تو اس سے زکوٰۃ کی فرضیت پر کیسے بحث کی جا سکتی ہے؟ اور اس کو کیسے قائل کیا جا سکتا ہے کہ جوا اور شراب حرام ہیں؟ اس کو اس بات پر کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے کہ حدود کا قائم کرنا ضروری ہے۔ عورتوں کو حیاء و حجاب کے ساتھ رہنا چاہیے۔ ان کو زیب و زینت کی نمائش سے گریز کیا جائے۔ ایسے شخص سے تو سب سے پہلے حضور ﷺ کی نبوت اور قرآن کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے ہونے پر مباحثہ ہو سکتا ہے۔ ان دونوں بنیادی امور کے طے ہونے کے بعد شریعت اور نفاذ شریعت کی بات ہو گی کیونکہ یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کوئی عمارت بنیاد کے کھڑی نہیں ہو سکتی ہے۔[1]

جب دعوت ان اصولوں کے مطابق دعوت دی جائے گی تو مؤثر ہو گی ورنہ دعوت دینے سے فائدہ کے بجائے نقصان ہو گا۔ عصر حاضر میں غیر مسلم بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ ان کو دین کی طرف مائل کرنے کے لیے ان کو دین کی دعوت دی جائے۔ اس وقت دنیا میں دعوت کے کام میں کمزوری پائی جاتی ہے اس لیے دعوت کو پوری دنیا میں پھیلانے کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ دعوت کے کام کو بھلا بیٹھی ہے اور صرف دنیا کے حصول کو اپنا مشن بنا لیا ہے جس کی وجہ سے دعوت کا کام متاثر ہو رہا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ جہاں پر دعوت کا کام کرنا ہے اس ماحول کا اچھے انداز سے مشاہدہ کیا جائے کہ کس طرح دعوت کا کام بہتر انداز سے کیا جا سکتا ہے؟ دعوت کے کام کو ترک نہ کیا جائے بلکہ مسلسل جاری رہنا چاہیے۔ دعوت کو عام کرنے میں میڈیا نہایت اہم کردار کا حامل ہے۔ اس لیے میڈیا کے ذریعے دعوت کو عام کیا جائے۔ غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت بنیادی عقائد کی تعلیم دی جائے۔

[1] قرضاوی، یوسف، اسلام اور سیکولرازم ایک موازنہ، (اسلام آباد: عالمی اور سیکولر ادارہ فکر اسلامی، طبع اول 1997)، ص: 16، 17

خلاصہ بحث :

حضور ﷺ نے مکہ سے دعوت کا آغاز کیا لیکن کفار مکہ نے نبی ﷺ کی مخالفت کی تو خدا نے حضور ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا تاکہ دعوت کا کام احسن انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچ سکے۔ پہلے مدینہ میں کوئی حکومت نہ تھی اور مختلف قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ مدینہ منورہ کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی ان میں ایک بت پرست تھے اور دوسرے یہودی تھے۔ ان میں خون ریزی ہوتی رہتی تھی۔ حضور ﷺ نے یہود کو اسلام کی دعوت دی جس سے کئی یہودی عالم مسلمان ہو گئے۔ مدینہ میں دعوت دینے کا مقصد لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف راغب کرنا تھا تاکہ ان میں نیکی کا جذبہ بیدار کیا جائے اور برائی سے نفرت دلائی جائے۔ اس کے لیے مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کا قیام ضروری تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو عملی طور پر نافذ کیا جائے اور اسلام کے دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ کیا جائے۔ اس کے لیے حضور ﷺ نے عوام الناس کو اسلام کی طرف بلایا۔ نبی ﷺ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے، ان کی تالیف قلوب کا اہتمام فرماتے۔ مناسب اوقات میں ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ نبی ﷺ کسی کو دھتکارتے نہ تھے بلکہ ان کو اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے۔ عوام الناس کے ساتھ نبی ﷺ نے سرداروں کو بھی دعوت دی۔ نبی ﷺ ان کو دین سکھاتے اور اپنی قوم کی طرف روانہ فرمایا کرتے تھے۔ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور ان کو یہ باور کراتے کہ مسلمان محکوم نہیں ہوں گے بلکہ حکمران ہوں گے اور اسلام تمام ادیان پر غالب آکر رہے گا۔ کفار کو اس بات کی دعوت دیتے کہ مشترک بات کی طرف آؤ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ ایک محفوظ شہر بن گیا۔ مسلمانوں میں آپس میں اخوت قائم ہو گئی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے عقائد کی اصلاح ہوئی اور افراد کے رویوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ کئی عیسائی حکمران مسلمان ہو گئے۔ قبائل عرب اسلام قبول کرنے لگے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لیے ان میں دعوت کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمان دعوت کے پھیلانے کے لیے زیادہ سے زیادہ مال خرچ کریں۔ اس کے لیے علماء کرام اپنا کردار ادا کریں۔ داعی دین کے علم کی مکمل واقفیت رکھتے ہوں۔ کفار کے عوت دینے کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جن کے پاس علم ہو اور جن کا کردار بھی گفتار کے مطابق ہو۔ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ ان کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کیا جائے اور ان کے دلوں کو اسلام کی جانب موڑنے کی ضرورت ہے۔ غیر مسلموں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ جہاں دعوت دینے کے سازگار حالات ہیں اس طرف توجہ دی جائے۔ دعوت کے لیے جدید ذرائع کا استعمال کیا جائے۔

نتائج

1۔ عوام الناس کو دعوت اسلام دینے میں آپ ﷺ نرمی اختیار فرماتے اور ان کے دلوں کو اسلام کی جانب مائل کرنے کے لیے ان کی مالی امداد فرمایا کرتے تھے جیسے غزوہ حنین میں اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیے۔

2۔ حضور ﷺ کی دعوت میں مختلف طریقوں سے ترغیبات دی جاتی تھیں جیسے اسلام لے آؤ گے تو محفوظ ہو جاؤ گے اور اسلام لانے کی صورت میں حکومت برقرار رکھنا جیسے جلندری کے بیٹوں کی حکومت کو باقی رکھا اور ان کو جان و مال کا تحفظ فراہم کیا۔

3۔ آپ ﷺ نے جہاں عوام الناس کو دعوت اسلام دی وہاں اپنے دور کے بڑے بڑے بادشاہوں اور امراء جن میں کسریٰ اور قیصر جیسے بادشاہ شامل ہیں ان کو اسلام کی دعوت دی تاکہ ان کے اسلام لانے کی صورت میں پوری رعایا اسلام لے آئے گی

4۔ آپ ﷺ انسانی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے مختلف سرداروں کو دعوت دیتے اور دعوت دیتے وقت نہایت عمدہ انداز اختیار کرتے تھے۔ ان کو اچھے القابات سے یاد کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے پاس جب قبیلہ بنو طے کے سردار زید الخیل آئے تو حضور ﷺ نے ان کا نام زید الخیل سے تبدیل کر کے زید الخیر رکھ دیا اور ان کی تعریف کی کہ ہر شخص کی جو میں نے تعریف سنی تو میں نے اس کو اس سے کم پایا لیکن آپ میں تمام صفات موجود ہیں۔ اس طرح حضرت اشجع رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ میں حلم اور حیا کی صفات موجود ہیں۔

5۔ حضور ﷺ کی دعوت کی بدولت معاشرے میں اخوت و محبت اور اتحاد و اتفاق پیدا ہو گیا اور ریاست مدینہ میں امن قائم ہو گیا۔

6۔ حضور ﷺ کی دعوت کی بدولت مسلمانوں کی معاشی حالت میں بہتری آئی۔

7۔ غیر مسلم آپس میں لڑتے رہتے تھے اور یہ لڑائیاں کئی سالوں تک جاری رہتیں جیسے اوس اور خزرج کی لڑائی ہوئی۔ حضور ﷺ کی دعوت سے ان کی لڑائیاں ختم ہوئیں اور عرب تہذیب یافتہ بن گئے۔

8۔ جزیرہ عرب میں بت پرستی خاتمہ ہوا۔ جب قریش اسلام لے آئے تو ہر طرف سے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔ دعوت کے کام میں رکاوٹ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا اور اہل کتاب کے عقائد کی اصلاح ممکن ہوئی اور دنیا تک اسلام کی تعلیمات پہنچیں ۔

9۔ نبی ﷺ کی دعوت میں مشترکات کی طرف دعوت کو بنیادی اہمیت حاصل تھی جیسے اہل کتاب کو دعوت دیتے ہوئے ان کے سامنے عقیدہ توحید کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں۔

10۔ حضور ﷺ تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔افراد کی تعلیم کے لیے مسجد نبوی کے ساتھ ایک جگہ مخصوص کی گئی تھی جس کو صفہ کہتے تھے۔

11۔ غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت رواداری کا خیال رکھا جاتا۔ جب ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی جس سے اس نے اسلام قبول کر لیا۔

12۔ حضور ﷺ تعلیم دے کر دوسروں کو دعوت دینے کے لیے افراد کو روانہ فرمایا کرتے تھے جیسے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ دعوت دینے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔

13۔ دعوت کے لیے داعی کی شخصیت کا بھی بہت بڑا کردار ہے لہذا داعی کو دوسروں کے لیے علم و عمل میں نمونہ ہونا چاہیے۔

14۔ عصر حاضر کی دعوتی تحریکات کا اسلوب امر بالمعروف پر ارتکاز ہے جبکہ نہی عن المنکر سے کسی حد تک اعراض برتا گیا ہے۔

15۔ بعض عصری تحریکات میں دعوت کا دائرہ کار محدود ہے۔ جس کی وجہ سے مطلوبہ اثرات نہیں آ رہے۔

سفارشات

داعی حضرات کے لیے

1۔ ہر فرد اپنے گھر کی اصلاح کی کوشش کرے۔

2۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مدعو کی نفسیات کے مطابق اس کو دعوت دے۔

3۔ داعی کو دعوت دیتے وقت سرداروں اور امراء کو ان کی عزت نفس کا خیال رکھنا چاہیے۔

4۔ غیر مسلموں کو اس انداز سے دعوت دی جائے کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو جائیں

5۔ دعوت دینے کے لیے تربیت یافتہ افراد کا تعین کیا جائے۔

6۔ دعوت کے لیے ایسے افراد کا تقرر کیا جائے جو خوش اخلاق ہوں۔

7۔ خطباء حضرات دعوت کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کریں اور دعوت کے فضائل سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

8۔ علماء کرام صرف مدارس اور مساجد تک محدود نہ رہیں بلکہ جدید علوم حاصل کر کے دعوت کے کام میں وسعت پیدا کریں۔

9۔ علماء کرام دعوت کے فضائل سے عوام الناس کو آگاہ کریں تاکہ ہر فرد نیکی کو پھیلانے کی کوشش کرے۔

10۔ غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت رواداری کا معاملہ کیا جائے۔

11۔ دور حاضر میں عقیدہ توحید کے پرچار کی اشد ضرورت ہے۔

12۔ امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ نہی عن المنکر پر بھی خصوصی زور دیا جائے۔

13۔ دعوت کے دائرہ کار کو بڑھانے کی ضرورت ہے

محققین کے لیے

14۔ حضور ﷺ کے انذار و تبشیر کے اسلوب دعوت پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

15۔ سیرت کانفرنسوں کے زریعے دعوت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔

حکومت کے لیے

16۔ ملک میں دعوت کے لیے حکومتی سرپرستی میں ایسا ادارہ بنایا جائے جو دعوت کا کام کرے۔

17۔ حکومت داعی حضرات کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی ضروریات کے مطابق مالی مدد کرے۔

18۔ حکومت کی سرپرستی میں غیر مسلموں کو دعوت دینے کے لیے داعی حضرات روانہ کیا جائیں

19۔ حکومت علماء کرام کی تربیت کا انتظام کرے تاکہ وہ جدید علوم سیکھ کر پوری دنیا تک دعوت پہنچا سکیں۔

20۔ سرکاری اداروں میں قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت کی تعلیم دی جائے۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1.	﴿اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾	الفاتحہ	01	67
2.	﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمُ﴾	الفاتحہ	05	67
3.	﴿فَلَمَّاجَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾	البقرۃ	89	16
4.	﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا------﴾	البقرۃ	129	65
5.	﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ -----﴾	البقرۃ	193	32
6.	﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ----الْغَيِّ﴾	البقرۃ	256	155
7.	﴿يَمْحَقُ اللهُ ------الصَّدَقَاتِ﴾	البقرۃ	276	84
8.	﴿يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا ----- مُسْلِمُوْنَ﴾	آل عمران	64	71
9.	﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ ----- حَوْلِكَ﴾	آل عمران	159	39
10.	﴿وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا﴾	النساء	79	36
11.	﴿يَاَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا ------ وَ كَلِمَتُهُ﴾	النساء	171	48
12.	﴿وَتَعَاوَنُوْا ------ وَ الْعُدْوَانِ﴾	المائدہ	02	25
13.	﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ------ الْكَافِرِيْنَ﴾	المائدہ	54	86
14.	﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُو-------- عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾	المائدہ	73	97
15.	﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ --------- وَالْاِنْجِيْلِ﴾	الاعراف	157	15

16.	﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾	الانفال	02	116
17.	﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ -------- مِّنْ دُوْنِ اللهِ﴾	التوبہ	31	58
18.	﴿وَاِنْ اَحَدٌ ---------- مَاْمَنَهُ﴾	التوبہ	06	154
19.	﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ----------- زَهُوْقًا﴾	بنی اسرائیل	81	95
20.	﴿فَقُوْلاَ لَه' قَوْلاً لَيِّناً لَعَلَّه' يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾	طٰہٰ	44	38
21.	﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾	الانبیاء	107	65
22.	﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوْا﴾	الحج	39	29
23.	﴿يٰاَيُّهَاالرُّسُلُ كُلُوْامِنْ طَيِّبَاتٍ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾	المؤمنون	51	141
24.	﴿وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا-------- مِنْ قَبْلِهِمْ﴾	النور	55	26
25.	﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ ---------- الْمُهَاجِرِيْنَ﴾	الاحزاب	06	23
26.	﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾	الفاطر	28	126
27.	﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ -----------عُجَابٌ﴾	ص	05	04
28.	﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَى اللهِ﴾	فصلت	33	37
29.	﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ ------------ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾	الشوریٰ	42	32
30.	﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ----------- رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾	الفتح	29	86
31.	﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا------------ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾	الحشر	09	83

15	14	الحشر	﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا --------------جُدُرٍ﴾	32.
33	09	الممتحنہ	﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ------------- مِنْ دِيَارِ كُمْ﴾	33.
109	09	الصف	﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ---------- كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾	34.
07	08	المنافقون	﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةَ﴾	35.
120	14	الاعلیٰ	﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾	36.
155	21	الغاشیہ	﴿فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرْ﴾	37.
61	1،2	النصر	﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ--------- -اَفْوَاجًا﴾	38.

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
1.	((اُتْرُکُوْهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِیٌّ صَادِقٌ))	بخاری	21
2.	اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ	بخاری	45
3.	‘‘اِذْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ ------	مسلم	39
4.	اِرْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِيْكُمْ ----------------	بخاری	51
5.	**الا فليبلغ الشاهد ----**	ابن ماجہ	125
6.	((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ))	موطا	06
7.	‘‘اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَاَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَرَائِي مِن---------------	بخاری	61
8.	اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ	بخاری	44
9.	**اَنَّ رَسولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَسْاَلُ شَيْئًا ------------**	صحیح ابن خزیمہ	41
10.	اِنّی اُعْطِی رِجَالًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ --------	بخاری	87
11.	ايهاالناس اياكم و الغلو فی ال--------	ابن ماجہ	48
12.	بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ --------	بخاری	66
13.	**ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ اُخْرٰی فَمَلَأَهُ ------**	المعجم الكبير	12

12	بخاری	رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّی اُهَاجِرُ مِنْ مَکَّةَ--------	14.
68	المعجم الکبیر	سَلَامٌ عَلَی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَی اَمَّا بَعْدُ --------	15.
43	دار قطنی	فَاِنْ هُمْ اَطَا عُوْكَ لِذَلِكَ فـ--------	16.
105	مسند امام احمد بن حنبل	قال یا محمد امسیت وان وجهك كان -------	17.
61	مسند امام احمد بن حنبل	کَانَ اَحْسَنُ النَّاسَ ------	18.
22	مسند دارمی	''کُنْتُ سَاقِی القومِ فِی مَنْزِلِ اب--------	19.
24	بخاری	((لما قدموا المدينة اخى رسول الله ﷺ بين ---	20.
40	بخاری	لَمَّا کَانَ یَوْمَ حُنَیْنٌ آثَرَ النَّبِیُّ ﷺ ا-------	21.
45	سنن ترمذی	مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَدَنَا-------	22.
59	البیهقی	مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَهُوَ آمِنٌ --------	23.
47	ابن ماجه	مَنْ عَلِمَ عِلْمًا فَلَهُ اَجْرٌ مَنْ عَمِلَ بِهِ ---------	24.
106	مسند ابن ابی شیبه	نغزوهم ولا یغزونا ابدا---------	25.
102	مسند احمد	وَاللهِ لَقَدْ وَفدتَ عَلَي الْمُلُوكِ و-------	26.
11	المعجم الکبیر	"هَادٍ يُهْدِيْنِيْ، يُرِيْدُ -----------	27.
101	بخاری	یَا رَسُولَ اللهِ مَا کَانَ عَلَی ظَهْرِ الأَرْضِ -------	28.

فہرست اماکن

نمبر شمار	اماکن	صفحہ نمبر
1	حنین	63
2	دومۃالجندل	73
3	عمان	88
4	نجران	114

فہرست مصادر مراجع

عربی کتب

القرآن المجید

1) ابن کثیر،اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی(المتوفی774ھ)،الفصول فی السیرۃ،(مؤسسۃعلوم القرآن، طبع ثالث

البانی، محمد ناصر الدین(المتوفی: 1420ھ) ، صحیح السیرۃالنبویہ،ناشر،المکتبہ الاسلامیہ عمان،اردن، ،1403ھ)

العینی، محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین الغیتابی الحنفی،(المتوفی: 855ھ) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری(بیروت:دار احیاءالتراث العربی)

ابراہیم مصطفی،احمد زیات،حامد عبدالقادر، محمد نجار،المعجم الوسیط(قاہرہ:دارالدعوۃ)

ابن سیدالناس، محمد بن محمد بن محمد بن احمد،(المتوفی: 734ھ) عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر(بیروت:دار القلم، طبع اول،1414ھ)

ابن اثیر، علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم(المتوفی: 630ھ)،اسد الغابہ،دارالفکر،بیروت، طبع، 1409ھ ،1989ء

ابن اثیر، علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم،(المتوفی: 630ھ)،الکامل فی التاریخ، تحقیق، عمر عبدالسلام تدمری،دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، طبع اول،1417ھ

ابن حجر عسقلانی،احمد بن علی(المتوفی: 852ھ)،الاصابہ فی تمیز الصحابہ، تحقیق: عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوص (بیروت:دارالکتب العلمیہ، طبع اول،1415ھ)

ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق(المتوفی:311ھ) صحیح ابن خزیمہ، تحقیق، محمد مصطفی الاعظمی،(المکتب الاسلامی: طبع ثالث،1424ھ

ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع،البصری،البغدادی(المتوفی: 230ھ) الطبقات لکبریٰ، محقق: محمد عبدالقادر عطا(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول،1410ھ)

ابن عساکر، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ،(المتوفی: 571ھ)تاریخ دمشق(دار الفکر للطباعہ والنشر والتوزیع،1415ھ)

ابن قدامہ،احمد بن عبدالرحمان(المتوفی: 689ھ) ، مختصر منہاج القاصدین،(دمشق: مکتبہ دار البیان، طبع1398ھ)

ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد،(المتوفی: 571ھ) ،زادالمعاد فی ھدی خیر العباد(بیروت:مؤسسۃ الرسالہ،
ابن کثیر،اسماعیل بن عمر(المتوفی774ھ)،السیرۃ النبویۃ(بیروت، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع)

ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،(المتوفی: 774)،البدایہ والنہایہ،(بیروت: دار الفکر، طبع اول،1407ھ)

ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی،(متوفی:۷۱۱ھ) ،لسان العرب(بیروت:،دار صادر،، طبع سوم،1414ھ)
ابن ہشام السیرۃ النبویہ لابن ہشام، عبدالملک بن ہشام،(المتوفی:213ھ)،(شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدۃ)،

ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی(المتوفی: 275ھ)، سنن ابوداؤد، محقق، محمد محی الدین عبدالحمید(بیروت: المکتبہ العصریہ صیدا)

ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی،(المتوفی: 303ھ)، فضائل صحابہ (بیروت:دار الکتب العلمیہ،، طبع اول،1405 ھ)
ابوعبید عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد البکری الاندلسی(المتوفی: 487ھ) معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع(بیروت:عالم الکتب، طبع سوم،1403ھ)

احمد ابراہیم الشریف،مکہ والمدینہ فی الجاھلیۃ وعہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،(بیروت:دار فکر العربی،)

احمد بن حنبل،احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الشیبانی،(المتوفی: ۲۴۱ھ) ،مسند امام احمد بن حنبل، محقق:شعیب الارنوط ،عادل مرشد(بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ: طبع اول،1421ھ)

احمد بن عبداللہ،(المتوفی: ۴۳۰ھ) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء(مصر:السعادۃ،، طبع،۱۳۹۴ھ،۱۹۷۴ء)،

احمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی ابوالحسین،(المتوفی: 395ھ) ، معجم مقاییس اللغۃ، محقق، عبدالسلام محمد ہارون(بیروت :،دار الفکر،، طبع،1399ھ)

احمد بن محمد بن ابی بکر(المتوفی: 923ھ)،المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ(القاہرہ: المکتبۃالتوفیقیۃ)

الازرقی، محمد بن عبداللہ(المتوفی: 250ھ)،اخبارمکہ وماجاء فیھا من الاثار، محقق،رشدی الصالح ملحس(بیروت: دارالاندلس للنشر ابن ابی شیبہ،ابوبکربن ابی شیبۃ(المتوفی:235ھ) ،مسندابن ابی شیبہ'(ریاض: دارالوطن 'طبع اول1997')

اکرم ضیاءالعمری، مدنی معاشرہ عہدرسالت میں،ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،، طبع اول،جولائی2005)
امام مالک،مالک بن انس(المتوفی: 179ھ) ،موطا،(موئسسۃزیدبن سلطان آل نہیان للاعمال الخیریہ والانسانیہ1425ھ،)

بخاری، محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح،(محقق: محمد زھیر بن ناصرالناصر)'(دارطوق النجاۃ، طبع اول' 1422ھ)

بلاذری،احمد بن یحیٰ،فتوح البلدان،(بیروت: مکتبہ الھلال، طبع اول1988ء)

البوطی،سعیدرمضان، فقہ السیرہ مع موجزلتاریخ الخلافۃالراشدہ،(دمشق: دارالفکر، طبع پچیس1426ھ)

البیہقی،احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخسروجردی الخراسانی ابوبکر(المتوفی: 458ھ) ،السنن الکبری للبیہقی، محقق: محمد عبد القادرعطابیروت:دارالکتب العلمیہ، طبع سوم،1424ھ)

ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک،الترمذی(المتوفی: 279ھ) ،جامع الترمذی، تحقیق،احمد محمد شاکراور محمد فواد الباقی،وابراہیم(مصر:شرکۃ مکتبہ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، طبع دوم،1395ھ)

حلبی، علی بن ابراہیم،السیرۃالحلبیہ،(بیروت: دارالکتب العلمیہ طبع دوم1427ھ)

حیدرآبادی،حمیداللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیۃللعہد النبوی والخلافۃالراشدہ،(بیروت: دارالنفائس، طبع ششم، 1407ھ) ص: 263

دارقطنی، علی بن عمربن احمد بن مھدی بن مسعود بن النعمان بن دینار البغدادی الدارالقطنی،(المتوفی: ۳۸۵ھ)، سنن دارقطنی، (محققین، شعیب الارنوط، حسن عبدالمنعم شبلی،عبدالطیف حرزاللہ،احمد برھوم)(بیروت:مؤسسۃالرسالۃ، طبع اول،1424ھ)
دارمی،عبداللہ بن عبدالرحمن(المتوفی:255ھ)،مسنددارمی(سعودی عرب: دارالمغنی للنشروالتوزیع،، طبع اول،1412ھ)

ڈاکٹر موسیٰ شاہین، فتح المنعم شرح صحیح مسلم،،(دارالشرق: طبع اول،1423ھ)

ذہبی، محمد بن احمد بن عثمان الذہبی،(المتوفی: 748ھ) سیر اعلام النبلاء موئسستہ الرسالہ، طبع سوم،1405ھ)
سہیلی، عبد الرحمن بن عبداللہ،(المتوفی: 581ھ)،الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام، محقق، عمر عبد السلام السلامی (بیروت :دار احیاء التراث العربی، طبع اول،1421ھ)
الشامی، محمد بن یوسف، سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد،(بیروت: دار الکتب العلمیہ) طبع اول،1414ھ،

الطبرانی، سلیمان بن احمد،(المتوفی: 360ھ) ،المعجم الکبیر،المحقق، حمدی بن عبد المجید السلفی،(قاہرہ: دار ناشر، مکتبہ ابن تیمیہ ،طبع دوم)

طبرانی، سلیمان بن احمد،(المتوفی ۳۶۰ھ) المعجم الکبیر (قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ،، طبع دوم،1415

الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب (المتوفی310ھ) ،تاریخ طبری،(بیروت: دار التراث)

الطبری، محمد بن جریر، تفسیر طبری،دار ہجر، طبع اول،1422ھ

الطبری، جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی(المتوفی: 310ھ) ،جامع البیان فی تاویل القرآن، محقق،احمد محمد شاکر،(بیروت: مؤسستہ الرسالہ،، طبع اول،1420ھ)

عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز،الدعوۃ الی اللہ واخلاق الدعاۃ،(ریاض: ادارہ البحوث العلمیہ والافتاء، طبع چہارم،1423ھ)

العسقلانی،احمد بن علی، فتح الباری،(بیروت: دار المعرفۃ طبع اول1379ھ)
علامہ امیر شکیب ارسلان،اسباب زوال امت،(اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،)

علی بن عبد الکافی(المتوفی: 756ھ) ،السیف المسلول علی من سب الرسول، محقق،ایاد احمد الغوج (عمان: دار الفتح، طبع اول ،1421ھ)

قرضاوی، یوسف،اسلام اور سیکولرازم ایک موازنہ،(اسلام آباد: عالمی اور سیکولر ادارہ فکر اسلامی، طبع اول1997)

قزوینی، محمد بن یزید القزوینی،(المتوفی ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ، محقق: محمد فواد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ)

محمد بن حبیب بن امیہ بن عمر الہاشمی،(المتوفی: 245ھ)، کتاب المحبر (بیروت:،دار الافاق جدیدہ)

مسلم، مسلم بن الحجاج(المتوفی:261ھ)، صحیح مسلم،، محقق، محمد فواد عبدالباقی(بیروت:داراحیاءالتراث العربی)

معجم البلدان، شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی الحمری(المتوفی: 626ھ)(،بیروت: ،دار صادر، طبع دوم، 1995ء)

مقاتل بن سلیمان،(المتوفی: 150ھ) تفسیر مقاتل بن سلیمان، محقق عبداللہ محمود(،بیروت داراحیاءالتراث،، طبع اول، 1423ھ)

مقریزی،احمد بن علی(المتوفی: 845ھ)،امتاع الاسماع بماللنبی من الاحوال والاموال والحفدۃ والمتاع، محقق، محمد عبدالحمید النمیسی(بیروت: دارالکتب العلمیہ، طبع اول،1420ھ)

ندوی، علی بن عبدالحیٰ بن فخر الدین،(المتوفی: 1420ھ) السیرۃالنبویہ لابی الحسن ندوی(دمشق: دارابن کثیر، طبع دوم ،1425ھ)

الہیثمی، علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی(المتوفی: 807ھ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد محقق،حسام الدین القدسی(قاہرہ: مکتبہ القدسی،1414ھ)

واقدی، محمد بن عمر،المتوفی: ۲۰۷ھ)،المغازی، محقق: مارسدن جونس(بیروت:دارالاعلمی،، طبع دوم،1409ھ)

اردو کتب

پروفیسر محمد صدیق قریشی، رسول اکرم ﷺ کا نظام جاسوسی،(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز اشاعت اول،1990ء)

پیر محمد کرم شاہ الازہری،ضیاءالقرآن(لاہور:ضیاءالقرآن پبلیکیشنز، طبع،1995ء)

حیدرآبادی ،حمیداللہ،رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی،(لاہور:بیکن بکس ﷺ ذانی مارکیٹ، طبع،2006ء،)

حیدرآبادی ،حمیداللہ،رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی(لاہور: ،نگاشات پبلشرز2013ء)

خالد علوی،اسلام کا معاشرتی نظام(لاہور :الفیصل ناشران وتاجران کتب، طبع،2009ء)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، صالح اور مصلح،(لاہور، دارالفکرالاسلامی،، طبع اول، جنوری،2017)
علامہ شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ ،(لاہور: مکتبہ اسلامیہ، طبع،اکتوبر2012

مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیمات،(لاہور: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ طبع انتالیس، ستمبر2013،)

مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تجدید واحیائے دین،(لاہور: اسلامک پبلیکیشنز،

مولاناوحیدالدین خاں، دعوت اسلام دعوتی اور تعارفی مضامین(لاہور: دارالتذکیر)
مولانازاہداقبال، عصر حاضر میں غلبہ دین کا طریقہ کار(لاہور: ادارہ نشریات محمود حسن،، طبع اول، مئی2008ء)
مولاناسید سلیمان ندوی، المتوفی: 1373ھ، تاریخ ارض القرآن،(کراچی: دارالاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ،)

ندوی، سید ابوالحسن، سیرت رسول اکرم،(کراچی: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد،)

ندوی، سید ابوالحسن علی، علماء کا مقام اوران کی ذمہ داریاں،(بریلی: سید شہید احمد اکیڈمی،، طبع اول، اگست2012ء)

ندوی مولاناسید ابوالحسن علی، انسانی دنیاپر مسلمانوں کے عروج وزوال کااثر،،(کراچی: مجلس نشریات اسلام، طبع گیارہ

مجلات

سہ ماہی مجلہ بحرالعلوم،(سندھ، میرپورخاص،، سلسلہ اشاعت نمبر12، 2015ء

ویب سائٹس

https://www.youtube.com/watch?v=SOVfwfjHGAw